خالدؓ بن ولید

سید امیر احمد، بی۔ اے ایل ایل بی،

پبلشرز

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

بار دوم

اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء

قیمت للعہ/

شیخ محمد نصیر ہمایوں نے اتحاد پریس لاہور میں چھپوا
کر قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

انسان کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت موت
ہے اور ایک ایسا دن ہم سب کو آنا ہے

فہرست

تعارف

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خالدؓ بن الولید المخزومی کے نام سے آج کون ہے جس کے کان آشنا نہ ہوں گے، ان کی شجاعت و شہامت، فنونِ جنگ میں مہارت، اور نادرۂ روزگار فتوحات کا سکہ آج تک ہر دوست و دشمن کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ دورِ جاہلیت میں اشرافِ قریش سے تھے۔ قریش کے رسالے کی کمان ان کے سپرد رہتی تھی۔ بدر سے لے کر حدیبیہ تک وہ برابر قریش کے جملہ حروب میں شامل رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ نورِ ایمان سے منور فرما دیا۔ اب وہ اسلام کے ہیرو بن گئے اور جو تلوار ہر لڑائی میں اسلام کے خلاف چمکتی رہتی تھی، خداوند قدوس نے اب وہ ہر میدان میں اعدائے اسلام کے سروں پر لٹکا دی۔ ان کی عدیم النظیر بہادری اور بے جگری سے کفار کے

دل وہشت زدہ ہوگئے اور ان کے طوفانی حملوں اور مسلسل فتوحات نے دنیا کو محوِ حیرت بنا دیا۔ آج بھی صدیاں گزر جانے کے بعد ان کا نام اور ان کا ذکر ایک مسلمان کے قلب کو اسلامی حرارت سے گرما دیتا ہے۔

بحالاتِ موجودہ بہت ضرورت تھی۔ کہ اس طرح کے مشاہیر اسلام کی یاد دورِ حاضر کے مسلمانوں کے قلوب میں وقتاً فوقتاً تازہ کی جاتی رہے تاکہ وہ اپنے اسلاف کے زریں کارناموں کو بھول نہ جائیں اور اپنے ماضی کی روشنی میں مستقبل کی تعمیر کر سکیں۔

غالباً اسی ضرورت کے پیش نظر جناب مولوی سید امیر احمد صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل بجنور نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات سہل اردو زبان میں مرتب کرنے کا کام اپنے سر لیا۔ سید صاحب ممدوح نے کئی سو صفحات میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حالات اس طرح جمع کئے کہ عموماً ہر اہم واقعہ کے ساتھ اس پر تبصرہ اور اس سے جو مفید نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ ہوتا رہے۔

سید صاحب کا حسن ظن کی بنا پر مدت سے اصرار تھا کہ میں کتاب کو بالاستیعاب دیکھ کر چند سطور بطور پیش لفظ لکھ دوں لیکن طویل علالت اور قلتِ فرصت کی وجہ سے موصوف کی یہ فرمائش میں پوری نہ کر سکا۔ آخر کتاب کے چند اجزا جن میں فتحِ دمشق اور حضرت خالدؓ کے عزل وغیرہ کا قصہ مذکور ہے بطورِ نمونہ مؤلف ممدوح نے میرے پاس بھیج دئیے۔ بمشکل انکے دیکھنے کا موقع نکالا۔ مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ تاریخی واقعات کو بدوں کسی تلبیس

تلمیح اور رنگ آمیزی کے صاف و سادہ عبارت میں پیش کر دیا گیا ہے، اور تبصرہ کے ذیل میں جن فوائد و نتائج پر متنبہ کیا ہے۔ اس میں دینی پہلو برابر مرعی رہا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کتاب کو پڑھ کر اس کے سادہ طرز بیان اور پُر خلوص اسلوب تبصرہ و تنقید سے محظوظ و مستفید ہوں گے ؂

شبیر احمد عثمانی عفی عنہ

یہ کتاب کیوں لکھی گئی

تاریخ اسلام کے مطالعہ کا مجھے ابتدا ہی سے شوق ہے کیونکہ میرے نزدیک جو قوم اپنے اسلاف کی تاریخ اور ان کے کارناموں سے غافل ہو، وہ کبھی اپنی ہستی کو صحیح معنوں میں قایم نہیں رکھ سکتی۔ اگر غور سے اور بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی جیسی شاندار تاریخ ہے ویسی دنیا کی اور کسی قوم کی نہیں۔ سلف کی تاریخ دیکھنے اور ان کے اعمال وافعال پر غائر نظر ڈالنے سے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر سلف کے حالات خراب اور نا موزوں ہوں تو قوم ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی اصلاح کر سکتی ہے اور جو اسباب سلف کے لئے باعث زوال ہوئے، ان سے احتراز کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے اگر سلف کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہوں تو خلف ان کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنا کر ترقی کی منزل پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی تعلیم اور فیض صحبت نے عرب کی جو کایا پلٹ کر دی اور
جس طرح عربوں کو دنیا کی ترقی کا معلم اوّل بنا دیا۔ وہ اظہر من الشمس ہے اگر
حکومت کو دیکھا جائے تو وہ ان کی قدمبوسی میں رہتی تھی۔ اگر کرّ و فرّ اِل و
دولت اور ہمسایہ اقوام میں عزّت و جلال پر نظر کی جائے تو کسی قوم کو ایسے
مراتب آج تک حاصل نہیں ہوئے۔ اگر انسانیت اور آدمیت کی کتاب کی
ورق گردانی کی جائے تو مادر گیتی نے صفحہ ہستی پر کسی کو یہ شرف نہیں بخشا۔
ان کے اخلاق ستودہ صفات، ان کی فروتنی اور تواضع۔ صاحب مرتبہ
ہو کر ان کی انکساری۔ ان کی مساوات، داد گستری اور رواداری دنیا میں
آج تک عدیم المثال رہی ہے اور رہے گی۔ ان کے اعمال صالحہ اور افعال
پر غور کرنے کے بعد یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ انسانوں میں فرشتوں کی ایک
جماعت تھی جو دنیا میں اپنی خوبیوں کا نمونہ چھوڑ گئی اور جن کے اوصاف حمیدہ
بیان کرنے میں دنیا رطب اللسان رہے گی اور کٹّر سے کٹّر مخالفین کو بھی
طوعاً و کرہاً ان کی تعریف کرنی پڑے گی۔

وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے انہیں بام ترقی پر پہنچا دیا تھا؟
اور ترقی بھی ایسی کہ آج تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی۔ خوب غور کرنے
کے بعد اس کے جواب میں یہی کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم کے فیض صحبت اور
تعلیم سے اور قرآن کو اپنا دستور العمل بنانے سے یہ سب کچھ حاصل ہوا اور یہ
وہ مجرّب نسخہ ہے کہ جس وقت بھی مسلمانوں کو اس کے استعمال کرنے کی توفیق
ہو جائے تو بفضل ایزدی وہی زمانہ ان کے لئے عود کر آئے گا۔ ان کی زندگی

قرآنی احکام کے مطابق ہونے سے ان کے لیل ونہار بدل جائیں گے۔ کائنات کا کرّہ قرآن کے قدموں پر نچھاور ہونے لگے گا۔ ان کی تکبیروں کی صدا سے زمین و آسمان گونج اٹھیں گے اور ایٹم بم کی ہلاکت خیز قوّت بھی ان کے سامنے بے کار ہو جائے گی۔

مسلمانوں کی تنظیم اور احیائے اسلام کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ اسلامی تاریخ سے عام مسلمانوں کو واقف کیا جائے اور تاریخ سے واقفیت صرف اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے کہ مختصر کتب تواریخ کے پڑھنے اور سننے کا ان کو موقع ملے۔ بڑی بڑی کتابیں قیمتی بھی ہیں اور طویل ہونے کے باعث ہر شخص ان کو پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن مختصر تاریخ جو سلیس اور عام فہم زبان میں ہوں۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور دوسروں کو سنا سکتا ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اور اپنے چند احباب کی فرمائش پر میں نے حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات لکھے ہیں۔

اس کتاب کی تیاری میں میں نے صحیح واقعات کے درج کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور عام فہم اور دلچسپ عبارت میں تاریخی واقعات کو بیان کیا ہے اور مختلف مواقع پر حضرت خالدؓ کا رجزیہ کلام اور اس پر تبصرہ بھی لکھا ہے۔ تاکہ مضامین کا ماحصل اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔ میں نے واقدی کامل۔ روضۃ الاحباب۔ شمس التواریخ۔ ابن خلدون اور ابن اثیر وغیرہ سے واقعات کا اقتباس کر کے ان کو شستہ اردو میں ناظرین کے مطالعہ کے لئے پیش کیا ہے۔ چونکہ الانسان لفجوئے الانسان مرکب

من الخطاء والنسیان (انسان خطا اور سہو سے بنا ہوا ہے) غلطی اور سہو کا طبعاً خوگر ہے اور میں بھی انسان ہوں۔ اس لئے مثل اپنے دیگر بھائیوں کے غلطیوں کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔ لہذا میری غلطیوں کو بھی ناظرین معاف فرمائیں۔

سیّد امیر احمد

بی اے، ایل۔ ایل۔ بی، وکیل

چکوال
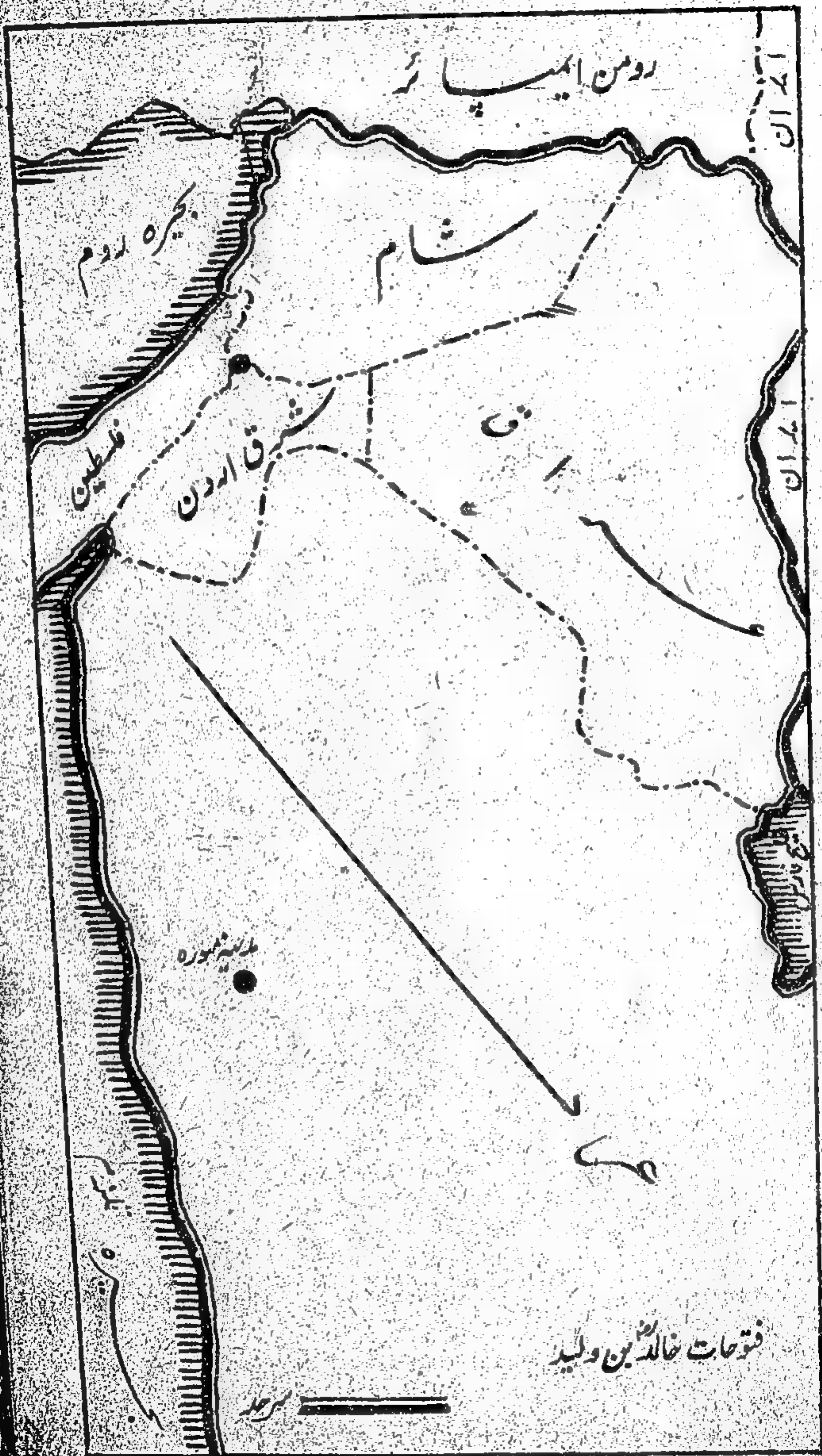
رومن ایمپائر
بحیرہ روم
شام
شرق اردن
فلسطین
مدینہ منورہ
فتوحات خالدؓ بن ولید
سرحد

باب اوّل

خالدؓ بن ولید کا نسب

نام حضرت خالدؓ کا پورا نام ابوسلیمان خالد بن ولید المخزومی ہے۔

نسب خالدؓ بن ولید۔ بن المغیرہ۔ بن عبداللہ۔ بن عمر۔ بن مخزوم بن تیقظہ۔ بن مرۃ۔

مرۃ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ہیں۔ اس طرح پر حضرت خالدؓ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتویں دادا بھی یہی مرۃ ہیں۔

آپ کی والدہ حضرت لبابہ صغریٰ بنت الحارث اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیر تھیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حقیقی خالو تھے۔ اور خاندان نبوت سے آپ کا یہ دوسرا قریبی رشتہ تھا۔

خاندانی حالات جیسا کہ آپ کے نام سے ظاہر ہے۔ حضرت خالدؓ کا

تعلق قریش کے مشہور قبیلے بنو مخزوم سے ہے۔ مخزوم حضرت خالد کے پانچویں دادا تھے۔

جنگجویانہ اوصاف، علم و فضل، اصابت رائے اور افراد کی کثرت کے باعث بنو مخزوم قریش میں خاص درجہ رکھتے تھے اور بنو ہاشم کے بعد اسی قبیلے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق قریش کی تمام شاخوں کے ذمے کوئی نہ کوئی فوجی خدمت تھی۔ ایام جنگ میں جس کا پورا کرنا اس کا فرض تھا۔ اس لحاظ سے بنو مخزوم کی ڈیوٹی یہ تھی۔ کہ لڑائی کے دنوں میں فوجوں کے لئے گھوڑے مہیا کریں اور سپاہیوں کے آرام اور سامانِ جنگ اکٹھا کرنے کے لئے خیمے نصب کریں۔

حضرت خالد کے والد ماجد عبد الشمس الولید بن المغیرہ مخزومی مکہ کے نہایت متموّل اور ذی اثر شخص سمجھے جاتے تھے۔ مکہ سے طائف تک آپ کے باغات پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے تموّل کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال آپ تنہا خانۂ کعبہ کا غلاف بنواتے تھے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر بنواتے تھے۔ حج کے ایام میں منیٰ کے مقام پر حاجیوں کو ایک وقت کا کھانا بھی کھلایا کرتے تھے۔

حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کے متعلق بات اٹھی تو آپ ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جو یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ولید اسلام کی مخالفت میں بہت سخت تھے۔ آخری سانس تک مسلمانوں کو ضعف پہنچانے کی کوششیں کرتے رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے

قرآن مجید کی اس آیت میں :-

"مجھ کو اور اس شخص کو رہنے دو جس کو میں نے تنہا پیدا کیا اور اسکو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا۔"

جس صاحب مال و اولاد شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہی ولید تھے۔ انہوں نے ہجرت کے تین ماہ بعد ۹۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

بھائی اور بہنیں معتبر روایتوں کے مطابق حضرت خالدؓ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں ہشام اور ولید دو اسلام لے آئے تھے اور چار کا خاتمہ حالتِ کفر میں ہوا۔

بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہؓ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ۔

حضرت خالدؓ کی پیدائش حضرت خالدؓ کے صحیح سنِ پیدائش کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملتی مختلف حوالوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے ہمعمر تھے۔ اور ظہورِ اسلام کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۷ سال تھی۔

بچپن آج کل اس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ کہ بڑھنے کی عمر میں بچوں کی ذہنی اور جسمانی آسودگی کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ تاکہ وہ قد و قامت اور خیالات کے لحاظ سے مکمل انسان بن سکیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب قوم ایام جاہلیت سے ہی اس

گرگو بچو بی سمجھتی تھی۔ عرب میں عام قاعدہ تھا کہ کھاتے پیتے گھرانوں کی مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو دایہ کے سپرد کر دیتی تھیں۔ جو دیہات کی کھلی فضا میں ان بچوں کی پرورش کرتی تھیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی کے حالات میں دائی حلیمہ کے مکّہ آنے اور آنحضرت کی والدہ محترمہ کی زندگی میں اپنے ہمراہ لے جانے کے ذکر سے ثابت ہوتا ہے۔

اس لیئے یہ قیاس بے جا نہیں کہ حضرت خالد نے بھی بچپن کے ایام دیہات کی آزاد فضاؤں میں کسی دایہ کے زیر سایہ بسر کئے ہوں گے اور وہاں ان کی جسمانی اور دماغی قوتوں کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع ملا ہوگا۔

شباب جنگجو قریش ابتدا ہی سے اپنے بیٹوں کی پرورش اس طور پر کرتے تھے۔ کہ وہ جلد از جلد ان کے قوّت بازو بن کر جنگی مہموں میں حصہ لے سکیں۔ چنانچہ حضرت خالد نے ایک ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شہسواری۔ نیزہ بازی۔ شمشیر زنی اور جنگی داؤں گھات کے سوا دوسرے ذکر اذکار بہت کم تھے۔ مشہور روایتوں کے مطابق حضرت خالد بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔ جوان ہو کر آپ کی شجاعت کا رنگ اور نکھرا اور آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی حضرت خالد کی جسمانی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جسے ابن عساکر وغیرہ اکثر مصنفین نے نقل کیا ہے روایت ہے "بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ نے کشتی لڑی۔ اور حضرت خالد نے حضرت عمرؓ کی پنڈلی کی ہڈی توڑ ڈالی جو کافی عرصہ علاج کے

بعد ٹھیک ہوئی"۔ حضرت عمرؓ عرب کے پہلوانوں میں اپنے دبدبہ کی وجہ سے کافی مشہور ہیں۔ اس لیے حضرت خالد کا انہیں زک پہنچانا ثابت کرتا ہے کہ وہ جسمانی طاقت کے لحاظ سے حضرت عمرؓ سے بڑھے ہوئے ہوں گے۔

حُلیہ

اسلام میں تصویر کشی کی ممانعت ہے۔ اس لیئے دیگر اقوام کے بڑے آدمیوں کی طرح مشاہیر اسلام میں سے کسی کے بھی صحیح خدوخال ہمارے سامنے نہیں آسکتے۔ پھر حضرت خالدؓ کے معاملے میں تو یہاں تک بے پروائی برتی گئی ہے کہ کسی مورخ نے ان کا قلمی چہرہ تک نہیں لکھا۔ ایک ضعیف سی روایت سے صرف اس قدر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے چہرے پر چیچک کے نشان تھے۔ جسم مضبوط اور گٹھا ہوا اور سینہ بہت کشادہ تھا۔

اسلام لانے سے پہلے

اپنے والد ولید کی طرح اسلام لانے سے پہلے خالد بھی اسلام کے شدید ترین مخالف تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبانی سلاح مشوروں سے لے کر عملی کارروائیوں تک ہر موقع پر ان کی شمولیت ضروری تھی۔ بلکہ عملی کارروائیوں میں ان کا حصہ زیادہ ہوتا تھا۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں نے جو نقصان اٹھایا اس کی بڑی وجہ خالد کی جنگی فراست اور بہادری ہی تھی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں نے جبل احد کو پشت کی طرف رکھ کر صف آرائی کی تھی۔ اس پہاڑ میں ایک درّہ تھا جسے عبور کر کے دشمن نہایت آسانی سے مسلمانوں کے عقب پر حملہ کر سکتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خطرے سے واقف تھے چنانچہ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں متعین کر دیا تھا اور تاکید فرما دی کہ لڑائی کا خواہ کچھ بھی انجام ہو تم لوگ اپنی جگہ نہ چھوڑنا

خالد بن ولید غزوۂ احد میں مشرکین قریش کے سواروں کے دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی مرتبہ اس درّے کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن تیر اندازوں کے دستے کی وجہ سے ہر مرتبہ لوٹتے ہی بنی۔ بعد میں جب مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو درّے کی حفاظت کرنے والے تیر اندازوں میں سے بھی اکثر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

باوجود اس بات کے کہ مکّہ کے نامور بہادر اور آزمودہ کار جرنیل میدان چھوڑ چکے تھے۔ نوعمر خالد نے ہمت نہ ہاری۔ ان کے ساتھی میدانِ جنگ سے فرار ہو رہے تھے لیکن انہوں نے جبل اُحد کے درّے کو غیر محفوظ پاتے ہی چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے چند ثابت قدم ساتھیوں کے ساتھ مدافعت کی لیکن قلّتِ تعداد کی وجہ سے سب کے سب شہید ہو گئے۔ اس کے بعد خالد آگے بڑھے اور مسلمانوں پر ہلّہ بول دیا۔ یہ حملہ مسلمانوں کی توقع کے بالکل خلاف تھا۔ ان کی صفوں میں افراتفری مچ گئی۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس بھی خطرے میں گھر گئی۔

اگرچہ خالد کی یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی اور مسلمانوں نے سنبھل کر کفار کو مار بھگایا لیکن جہاں تک ان کی دُور اندیشی۔ فوجی تدبّر اور دلیری کا تعلق ہے ان کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ شکست خوردہ فوج کے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے فاتح مسلمانوں پر عقب سے

حملہ کر دینا ایک بہت بڑا فوجی کارنامہ ہے۔

جنگ اُحد کی اس عارضی کامیابی کے بعد ان کا شمار قریش کے چوٹی کے بہادروں میں ہونے لگا۔ اور ان کی اسلام دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔

جنگ اُحد سے صلح حدیبیہ تک وہ ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہے۔ عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن العاص آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

سنہ ۶ھ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو کفار کو خیال گزرا کہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے آرہے ہیں چنانچہ انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ مسلمانوں کی نقل و حرکت دیکھنے کے لئے بھیجا اور خود لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔

مسلمانوں کا قافلہ حدیبیہ کے مقام پر آکر ٹھہر گیا۔ جب رسول کریم صلعم کو معلوم ہوا کہ کفار لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں عمرہ کے لئے آیا ہوں لڑائی میرا مقصود نہیں۔

خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں سے الجھ پڑیں لیکن حضورؐ کا تدبر اور امن پسندی انکے ارادوں پر غالب آئی اور کفار کے ساتھ مسلمانوں کی صلح طے پا گئی۔

خالد آغوشِ اسلام میں

اس صلح سے مسلمانوں کے لئے کامیابی کا دروازہ کھل گیا اور کفار کے لئے ہزیمت و ذلت کا آغاز ہوا۔ خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کو یہ صلح بہت ناگوار گزری

اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ کوئی دن میں سارے عرب پر توحید کا جھنڈا لہرانے والا ہے چنانچہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے عمرو بن العاص حبشہ چلے گئے۔ انہوں نے خالد کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن خالد نے اسی میں مصلحت جانی کہ مکہ میں بیٹھ کر حالات کو دیکھیں۔ اصل میں حضور صلعم کو قریب سے دیکھ کر اور مسلمانوں کے عزم۔ اخلاق اور بے نفسی کا مطالعہ کر کے عام بہادر انسانوں کی طرح خالد کی نفرت بہت حد تک کم ہو چکی تھی۔ وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ کی ریشہ دوانیاں سراسر ظلم اور زیادتی پر مبنی ہیں۔ ان کے دل میں غیر محسوس طور پر اسلام کی محبت پرورش پا رہی تھی۔

اس محبت کی ابتدا صلح حدیبیہ سے پہلے ہوئی۔ یہ وہ ایام تھے جب حضرت خالدؓ مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے گشت لگایا کرتے تھے۔ حضرت خالدؓ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلعم عدنان میں قیام فرما تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم نماز ادا کر رہے ہیں میں نے ہر چند کوشش کی رسول کریم صلعم اور آپ کے اصحاب کو نقصان پہنچاؤں لیکن میری کوئی پیش نہ گئی۔ اس وقت میرے دل پر القاء ہوا۔ کہ خدا ان کا محافظ و ناصر ہے اور ہم چاہے کتنی بھی کوشش کریں ان پر غالب نہیں آسکتے۔

اس طرح پہلی دفعہ اسلام کی صداقت خالد پر ظاہر ہوئی۔ اپنے دستور کے مطابق قدرت نے خالد کو جہاں بے مثال بہادری اور شہ زوری

بخشی تھی وہاں سچائی قبول کرنے کی بے پایاں صلاحیت بھی عطا کی تھی۔

صلح حدیبیہ کے وقت خالدؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ رسول کریم صلعم کی اعلےٰ صفات، پاکیزہ زندگی، بزرگی، حسنِ سلوک، رعب وجلال اور مسلمانوں کی محبّت وعقیدت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بے اختیار اسلام کی طرف کھنچنے لگے۔

رسولِ کریم صلعم کی محبت کا بیج تو پہلے ہی دل میں پڑ چکا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ پھوٹنا شروع ہو گیا۔ اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا حضرت خالدؓ پر اسلام کی صداقت زیادہ واضح ہوتی گئی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت بڑھتی گئی۔

ادھر حضرت خالدؓ کے دل پر یہ واردات گذر رہی تھی۔ اُدھر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو الہام کے ذریعے ان کے دل کی کیفیت معلوم ہو گئی۔ حضرت خالدؓ کے بھائی ولیدؓ ان سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ اور رسول کریم صلعم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ رسول کریم صلعم نے ولیدؓ کو بلا کر خالدؓ کے دل کا حال بیان کیا اور فرمایا "خالدؓ پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لے آتا"

حضور صلعم کا ارشاد سنکر ولید نے اپنے بھائی کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا:۔

"بھائی! نہ معلوم آج آنحضرت صلعم کو تم خود بخود کیوں

یاد آگئے۔ فرماتے تھے۔ خالد پر اسلام کی حقانیت
ظاہر ہو چکی۔ پھر وہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ بھائی!
تمہارے لئے یہی مناسب ہے۔ کہ جلد از جلد دولتِ اسلام
حاصل کر لو اور ایک پل کی دیر نہ لگاؤ۔"

حضرت خالدؓ سے روایت ہے۔ کہ بھائی کا خط دیکھتے ہی میری یہ حالت ہو گئی۔ جیسے پھونس کو آگ لگا دیتے ہیں۔ میری زبان پر بے اختیار کلمۂ توحید جاری ہو گیا۔ اور جی چاہا کہ پر لگا کر محمدؐ کے پاس پہنچ جاؤں اور اپنا تن من نثار کر دوں۔ چنانچہ اسی والہانہ انداز میں مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ حضورؐ پُر نور مدینہ روانہ ہو چکے ہیں۔ اب میرے لئے مکہ میں گھڑی بھر ٹھہرنا بھی دوبھر تھا۔ چنانچہ میں نے مدینے کا رُخ کیا۔ عثمان بن طلحہ جو میرا گہرا دوست تھا۔ ساتھ ہو گیا۔ جب ہم موضع ہدہ پہنچے تو عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا۔ انہیں بھی اسلام کی محبت مدینے کی طرف کھینچے لئے جا رہی ہے۔ یہاں سے ہم تینوں مدینے پہنچے۔ وہاں ہمارے آنے کی خبر پہلے ہی سے گرم تھی۔ آنحضرتؐ اپنے اصحاب سے فرما چکے تھے۔ کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہماری طرف پھینک دیا ہے۔ یہ سن کر اہل مدینہ منتظر تھے کہ دیکھیں کون آتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمارا اشتیاق زیارت اور زیادہ ہو گیا۔

میں نے مدینہ پہنچتے ہی سفر کے کپڑے اتار کر اور اچھی پوشاک پہن کر حضورِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں میرا

بھائی خالدؓ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "بھائی جلد چلو حضورؐ تمہارا انتظار کر رہے ہیں"۔ اس فقرے نے ایسا اثر کیا کہ میں فرطِ شوق اور دیدارِ رسولؐ کی خوشی میں دیوانہ ہو گیا اور پروانہ وار حضورؐ کے قدموں میں جا گرا"۔

جس وقت حضرت خالدؓ نے کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ نے متبسم ہو کر فرمایا "الحمد للہ الذی ھدٰک الی الاسلام"۔ خالدؓ بن ولید نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے گناہ کیونکر بخشے جائیں گے۔ میں نے آج تک حق کا مقابلہ کیا ہے اور ہمیشہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہا ہوں"۔

یہ سنکر حضورؐ نے خالدؓ کی تشفی کی اور فرمایا "اے خالدؓ! ان باتوں کا غم نہ کر۔ اسلام لانا ہی پچھلے گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ پس تیرے پچھلے گناہ ختم ہو گئے"۔ اس پر خالدؓ نے دست بستہ گذارش کی کہ "جو کچھ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ بجا ہے لیکن پھر بھی میرے حق میں دعائے خیر فرمائیے"۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا کی۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت خالدؓ چھٹی ہجری میں اسلام لائے لیکن بیشتر مؤرخین کی یہی رائے ہے کہ آپ نے آٹھویں ہجری کے اوائل میں کلمۂ توحید پڑھا۔

حضرت خالدؓ کے اسلام لانے کے متعلق ایک روایت اس طرح بھی ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان کے دل میں اسلام کی رغبت ڈالی تو انہوں نے حضرت رسولِ خداؐ کے کلام پر غور کیا اور ایک مرتبہ

قریش کے مجمع میں کہنے لگے: ہر ذی عقل اور صاحب شعور کے لیے
اب یہ امر واضح ہو چکا ہے۔ کہ محمدؐ نہ ساحر ہیں۔ نہ شاعر، ان کا کلام آیۂ
کلام رب العالمین ہے۔ پس ہر اہلِ خرد پر ان کا اتباع واجب ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل ان کی یہ باتیں سن کر گھبرا گیا اور کہنے لگا۔ اے
خالد! کیا تو مرتد ہو گیا ہے؟" خالدؓ نے کہا: میں مرتد نہیں ہوا۔ بلکہ
مسلمان ہو کر دینِ حق میں داخل ہو گیا ہوں۔" تب عکرمہ بولا۔ "واللہ! قریش
میں بجز تیرے ایسا کوئی نہیں ہے جو ایسی باتیں زبان پر لائے حالانکہ
جنگِ بدر میں محمدؐ نے تیرے باپ کے مرتبہ اور آبرو کو کم کیا اور تیرے
چچا اور چچا زاد بھائی کو قتل کیا۔ واللہ! میں تجھ سا نہیں جو اسلام لاؤں
یا ایسی باتیں کرنے لگوں۔ اے خالد! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیری
قوم قریش محمدؐ سے برسرِ پیکار ہے؟"

خالدؓ نے جواب دیا۔ "یہ سب جاہلیت اور کور باطنی کے کام
ہیں جب تک مجھ پر اسلام کی حقانیت منکشف نہیں ہوئی تھی۔ میں بھی تم
لوگوں کے ساتھ تھا۔ لیکن اب جبکہ مجھ پر حق ثابت ہو چکا۔ میں صدقِ دل
اور سے مسلمان ہو گیا ہوں۔"

بعد ازاں خالدؓ نے جنابِ رسالتمآب کی خدمت میں بہت سے
اسپ کس بطورِ ہدیہ پیش کیے اور اپنے اسلام اور ایمان کا حال لکھ بھیجا
جب خالدؓ کے اسلام لانے اور ان کی باتوں کی خبر ابوسفیان
کو ہوئی تو اس نے خالدؓ اور عکرمہ کو بلایا اور خالدؓ کو ان کے اسلام

لانے کے متعلق دریافت کیا۔ خالدؓ نے کہا: "اگر میں نے ایسا کیا ہے
تو اس لئے کہ میری ان سے قرابت ہے اور تجھے میرے متعلق کیا معلوم ہوا
ہے؟" اس پر ابو سفیان نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو میرے مقابلہ
میں محمدؐ کی امداد کر رہا ہے۔" خالدؓ نے کہا: "اگر کر رہا ہوں تو تجھے کیا!"
تب ابو سفیان غضبناک ہو کر بولا۔ "قسم ہے لات وعزیٰ کی۔ اگر مجھے یہ
معلوم ہوتا کہ تو اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو گیا ہے تو محمدؐ سے پہلے
میں تجھ سے ہی لڑائی کرتا۔" خالدؓ نے کہا۔ "واللہ! وہ حق پر ہیں۔" اس پر
ابو سفیان نے قتل کے ارادے سے خالدؓ پر حملہ کیا۔ لیکن عکرمہ درمیان
میں حائل ہو گیا اور ابو سفیان سے کہا۔ کہ "اپنی جگہ پر ٹھہر جا۔ بخدا مجھے
اندیشہ ہے۔ کہ تیری اس نازیبا حرکت پر مجھے غصہ آجائے اور نتیجہ یہ نکلے
کہ جو کچھ خالدؓ نے تجھ سے کہا ہے وہی میں بھی کہوں اور میں اس کے
دین پر ایمان لے آؤں۔ تم لوگ خالدؓ کو صرف اس قصور پر گردن زدنی
سمجھتے ہو کہ وہ اپنے رجحان طبع کے مطابق کام کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ
کل قوم قریش کا یہ دستور ہے کہ ہر کام میں وہ اپنی رائے کی پیروی کیا کرتے
ہیں۔ واللہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سال تمام نہ ہونے پائے گا کہ سب
اہل مکہ محمدؐ کا اتباع کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد خالدؓ مکہ سے روانہ ہو کر حضور سرورِ کائناتؐ کی
خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ابو سفیان کی
نازیبا حرکت کو محض اس لئے برداشت کیا کہ وہ آپ سے عمر میں

بڑا تھا اور سردارِ قریش مانا جاتا تھا۔ ورنہ خالدؓ جیسے جرّار کے سامنے ایک ہزار ابوسفیان بھی کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔

اسلام کیوں قبول کیا؟

جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے حضرت خالدؓ کا اسلام لانا کسی خوف، یا ترغیب کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے داغ سیرت اور اسلام کے سیدھے سچے اصولوں کے قائل ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے جب ان کے دل پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔ کہ کفارِ مکہ کی دوڑ دھوپ اپنی ذاتی وجاہت کو باقی رکھنے اور اپنے اقتدار کے گرتے ہوئے ستونوں کو سہارا دینے کے لئے ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تحریک نہ شخصی وقار قایم کرنے کے لئے ہے۔ نہ ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے بلکہ یہ عالمگیر اخوّت و مساوات قایم کرنے اور انسانوں کی نامنصفانہ اونچ نیچ ختم کر کے سب کو ایک سا رتبہ دلانے کے لئے ہے تو وہ سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔

انھوں نے اس ماحول کے سب سے خوفناک اور خطرناک انسان ابوسفیان کے سامنے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا۔ کہ "میں آج سے محمدؐ کا حمایتی ہوں۔"

بے خوفی کے ساتھ حق گوئی اور حق پرستی شجاعت کا لازمہ ہے قریب قریب دُنیا کے تمام قابلِ ذکر بہادروں کے حالات میں یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر نظر آتی ہے کہ کسی کی مخالفت اور موافقت دونوں میں

ان کا نظریہ انتہا پسندانہ رہا ہے۔ اگر کسی سے دوستی ہے تو اس کا رنگ خون کے رشتے سے بھی گہرا ہے۔ اگر دشمنی ہے تو انتہا کو پہنچی ہوئی حضرت خالدؓ کی سیرت میں بھی ہمیں یہ بات نہایت واضح صورت میں نظر آتی ہے۔ وہ جب تک اسلام کی خوبیوں کے قائل نہ ہوئے تھے مسلمانوں کے لئے ایک خطرناک دشمن تھے۔ جنگ اُحد میں باقی کفار مسلمانوں کی شجاعت کے سامنے بے بس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن خالدؓ کے جری دل نے ہار نہ مانی اور انہوں نے درّے پر قبضہ کر کے اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا۔

لیکن جب مسلمان ہو گئے تو اسلام کی حمایت بھی اس تندہی اور سرگرمی سے کی کہ بہت کم لوگوں کو ان کے مقابلہ میں لایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی عزت مسلمانوں کی حفاظت اور دعوت و تبلیغ کے لئے خالدؓ کے بازوؤں نے جتنی حرکت کی ہے جلیل القدر صحابہؓ کو چھوڑ کر شاید کسی نے بھی نہ کی ہوگی۔ یہ صرف انہی کے تہوّر و تدبّر کا کرشمہ ہے کہ قیصر کا ٹڈی دل لشکر اور کسریٰ کا جاہ و جلال دنوں کے اندر دھول میں مل گیا اور ان بستیوں پر جہاں مسلمانوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ اسلامی قانون کا آفتاب ضیاباریاں کرنے لگا۔

انہوں نے اسلام لانے کے بعد ایک سچے مسلمان کی طرح حق کی حمایت اور ظلم و تشدّد اور مکر و فریب کے خلاف تلوار سنبھالی اور آخر دم تک دنیا کی جابر و قہار طاقتوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ پھر

کہ دشمن کی بے پناہ جنگی قوت مسلمانوں کی فتح کے یقین میں ضعف پیدا کر سکتی تھی۔ نہ قیصر و کسریٰ کے لامحدود جنگی وسائل۔ وہ ہمیشہ ایک مردِ مومن کی بے نیازی اور یقین کے ساتھ میدانِ جنگ میں نکلتے تھے۔ اور مظفر و منصور ہو کر لوٹتے تھے۔

اس دُنیا میں اور بھی بے شمار قابل جرنیل اور بہادر سپاہی ہو گزرے ہیں لیکن یہ عزت حضرت خالدؓ بن ولید کے حصے میں آتی ہے کہ انہوں نے جتنی لڑائیوں میں تلوار اٹھائی۔ ایک دفعہ بھی ناکام نہیں ہوئے سکندر، نپولین اور دوسرے مشہور سپاہیوں کے کارنامے پڑھیں تو ان کی فتحمندی دھوپ چھاؤں نظر آتی ہے۔ فتح کی سرخروئی کے ساتھ شکست کی بدنامی کے داغ ان کے دامنوں پر بھی لگے۔ لیکن حضرت خالدؓ کی پوری اسلامی زندگی میں شکست کا منحوس لفظ ایک جگہ بھی نہیں؛

سیف اللہ میدان جہاد میں

جہاد ایک ایسا لفظ ہے جسے سنتے ہی غیر مسلم مؤرخوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں۔ انہوں نے عدم واقفیت یا تعصّب کی بنا پر انسانیت کے اس مقدّس فریضے کو ایسے غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ کہ غیر مسلم اقوام کے افراد کی اکثریت اسلامی جہاد کو ایک وحشیانہ یلغار اور لوٹ مار کا ذریعہ سمجھ کر اسلام سے بدظن نظر آتی ہے متعصّب مصنّفین کے پھیلائے ہوئے خیالات کی روشنی میں ایک عام انسان بجا طور پر سوال کر سکتا ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اعلیٰ و افضل بھی سہی لیکن مسلمانوں کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے۔ کہ وہ دنیا کو تلوار کے زور سے مسلمان ہونے پر مجبور کریں؟

اگر صورتِ حالات یہی ہوتی اور جہاد کا یہی منشا ہوتا جو غیر مسلم اقوام نے از خود سمجھ لیا ہے تو اس سوال کا معقول جواب دینا ناممکن تھا۔

لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے کہ اگر اسے انسان کی زندگی سے خارج کر دیا جائے۔ تو پوری انسانیت ایک بے جان لاش کے سوا کچھ نہ رہے۔ انسان سے خلیفۃ اللہ ہونے کا شرف چھن جائے اور دنیا سے انصاف، سچائی اور شرافت کا جنازہ نکل جائے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے جہاد ہر تندرست انسان پر فرض ہے۔ اور اس کی افضلیت اور افادیت سے انکار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر کوئی خالص عقلی اور مادی نقطۂ نظر سے بھی غور کرے تو لامحالہ یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسانیت کی فلاح اور نجات کا راز جہاد اور صرف جہاد میں مضمر ہے۔ اسلام نے جس جہاد کو فرض قرار دیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرض کیجئے دو ایسے انسان جو جسمانی اور روحانی طور پر انسانیت کا مکمل ترین نمونہ ہیں۔ ایک ایسے مقام سے گزر رہے ہیں جہاں ایک ظالم کسی مظلوم پر بے پناہ مظالم ڈھا رہا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی اپنی ذات کو ظالم کے گناہ سے بے تعلق اور محفوظ خیال کرتے ہوئے دل ہی دل میں افسوس کرتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن دوسرا اس دردناک منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے ظالم سے الجھ پڑتا ہے اور اپنی جان اور عزت کو خطرے میں ڈال کر مظلوم کو اس کے پنجے سے چھڑاتا ہے۔

ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ اگر یہ سوال کیا جائے تو یقیناً ہر سمجھدار انسان پہلے کے مقابلے میں دوسرے کو بلند کردار قرار دے گا۔

بلکہ اس کا فیصلہ ہوگا کہ ایک مظلوم کو ظالم کے پنجے میں تڑپتا ہوا دیکھ کر چپ چاپ آگے بڑھ جانے والے پہلے آدمی کا دل و دماغ شرافتِ نفس اور شجاعت کے اس اعلیٰ تصور سے یکسر خالی ہے جس نے آدمی کو اشرف المخلوقات کا اعزاز دلوایا۔ ایسے شخص کی امن پسندی یقیناً بزدلی اور نامردی کے مترادف ہوگی۔

غور کیا جائے تو ہماری دنیا کے عام حالات اس مثال کے عین مطابق ہیں۔ ظالم، مظلوم، غیر جانبدار رہنے والے اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر مظلوم کی حمایت کرنے والے۔ دنیا کے تمام انسان انہی چار گروہوں میں تقسیم ہیں۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نہ ظالم بنیں نہ مظلوم اور نہ ظلم و مظلومی کی جنگ کا چپ چاپ تماشہ دیکھنے والے امن پسند۔ بلکہ جہاں کہیں ظلم اور زیادتی ہوتی دیکھیں طاقت کے زور سے اسے مٹا ڈالیں اور اسی فریضے کا نام جہاد ہے۔ جہاد کا واضح اور صاف مقصد یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان اس وقت تک اطمینان سے نہ بیٹھے جب تک دنیا کے کسی بھی کونے میں کمزوروں پر دستِ ستم دراز ہو رہا ہے۔ اسلام کے نزدیک ایسی امن پسندی جو مظلوموں کی آہوں اور آنسوؤں کے درمیان پروان چڑھ سکتی ہو قابلِ نفرت بزدلی اور شرمناک نامردی ہے۔ اسلام نے گوشہ نشینی اور صرف اپنی ذات کے سنوارنے کو انسان کی زندگی کا مقصد قرار نہیں دیا بلکہ قول اور فعل سے ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کو سچے مومن کی

نشانی بنایا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس نت افضل البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔ دنیا کی کیا حالت تھی۔ ظلم اور زیادتی کا دور دورہ تھا یا امن اور سلامتی کا۔ اگر تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں۔ تو معلوم ہوگا کہ نہ صرف جزیرہ نمائے عرب بلکہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پوری دنیا جہالت اور ظلم کی سیاہی میں چھپی ہوئی تھی۔ عفت مآب مریم کے مقدس بیٹے کا لایا ہوا دین اور بنی اسرائیل کو قبطیوں کی غلامی سے نجات دلانے والے عظیم الشان پیغمبر حضرت موسیٰ کا مذہب مظلوموں کی پشت پناہی کرنے کی جگہ ظالموں کے ہاتھوں میں بطورِ ہتھیار استعمال ہو رہا تھا۔ سامراجی نظامِ حکومت اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ دنیا پر مسلط تھا۔ پوری دنیا شہنشاہوں کے خون آشام پنجوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اس وقت ایک عام انسان کی زندگی کیسی کچھ تھی۔ اسکے متعلق مشہور یورپین مصنف ہنڈرک وان لون لکھتا ہے:-

"آبادی کا بیشتر حصہ کاشتکاروں پر مشتمل تھا جو گایوں اور بکریوں کے طویلوں میں رہتے تھے اور انہی کی طرح زمین کا ایک جزو سمجھے جاتے تھے۔ نہ خوش تھے نہ ناخوش لیکن ہو ہی کیا سکتا تھا۔ زمانہ وسطیٰ کا خدا خبیر و بصیر تھا۔ اسکی حکمت میں کون شک لا سکتا تھا۔ اگر اس خدائے دانا و بینا کی مرضی یہی تھی کہ بعض لوگ سردار ہوں۔ بعض ان کے

کاشتکار تو کلیسا کے وفادار فرزندوں کو یہ مناسب نہ تھا
کہ مین میخ نکالیں۔ اس لئے جب کاشتکاروں کو طرح
طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑتے تو وہ اُف تک
نہ کرتے جس طرح بھیڑ بکریوں کو اچھی خوراک نہ دی جائے
یا ان کی رہائش کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو تو وہ مرجاتے ہیں۔
بعینہٖ ان مویشیوں کی طرح کاشتکار بھی مرجاتے تھے"

(رُوبِع انسان کی کہانی)

دنیا کی دو عظیم شہنشاہتیں کسریٰ اور قیصر چکی کے دو عظیم پاٹ
تھے۔ جن کے درمیان اس دور کے انسان کی روح دلی جارہی تھی۔
ایسے نازک دور میں پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے اور دنیا کو امن اور
سلامتی کا پیغام سنایا۔ سرزمین عرب کو لات و عزیٰ کی خدائی سے نجات
دلانے کے بعد ضروری تھا کہ رحمت کی گھٹائیں روم اور ایران کے مظلوموں
کے خشک کھیتوں کو بھی سیراب کرتیں۔ چنانچہ ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے آس پاس کے جابر سلاطین اور جاگیرداروں کو دعوتِ اسلام
کے خطوط بھیجے۔

اس موقعہ پر اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر
ایمان لانے کی دعوت کا واضح مفہوم یہ تھا کہ قدیم گلے سڑے اور ظالمانہ
نظامِ زندگی کی جگہ اسلامی فلسفہ حیات کے مطابق انسانی مساوات اور
برابری کے اصولوں کو اپنایا جائے اور بلا لحاظِ رنگ اور نسل تمام دنیا کے

انسانوں کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی اسی طرح اشرف المخلوقات ہیں جس طرح کوئی عربی۔ رومی یا ایرانی سردار۔

غزوہ موتہ
جمادی الاول ۸ھ

یہ پہلا غزوہ ہے۔ جس میں حضرت خالدؓ اسلام لانے کے بعد شریک ہوئے اور یہ غزوہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

شرجیل والئے بصریٰ کے پاس حضرت حارثؓ بن عمیر کو خط دے کے روانہ کیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں قاصد کی عزت اور جان کی حفاظت فرض سمجھی جاتی ہے لیکن اپنی طاقت کے زعم میں شرجیل نے حضرت حارث کو نہایت بیدردی سے شہید کرا دیا۔

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر ملی۔ تو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ تو آپ یہودیوں کی مخالفت کو دبانے میں مشغول رہے لیکن جونہی اس طرف سے اطمینان حاصل ہوا حضورؐ نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت حارثؓ بن عمیرؓ کا قصاص لینے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر کی امارت حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سپرد ہوئی۔ روانگی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر زیدؓ بن حارثہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب لشکر کے امیر ہوں اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہؓ بن رواحہ امیر ہوں۔ حضرت رسول کریم صلعم ثنیۃ الوداع تک لشکر کے ہمراہ گئے اور اس کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے۔

موتہ سرزمین شام میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جب یہ لشکر

موتہ پہنچا۔ تو شرجیل نے لشکر اسلام کا احوال معلوم کرنے کے لئے اپنے بھائی سدوس کو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ مشرکین کا یہ گروہ مسلمانوں کی بے خبری میں پہنچا اور جنگ شروع ہو گئی۔ چنانچہ سدوس مارا گیا۔ شرجیل اپنے بھائی سدوس کے قتل کی خبر سن کر خوفزدہ ہو گیا اور قلعہ میں پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے ایک اور بھائی کو قیصر روم کے پاس جو بلقا میں تھا۔ مدد لانے کے لئے بھیجا چنانچہ ہرقل نے اسکے ہمراہ ایک لاکھ فوج بھیج دی۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ اس فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ جب اس لشکر کی خبر مسلمانوں کو ہوئی۔ تو انہیں تشویش ہوئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آنحضرتؐ کو صورت حالات سے مطلع کیا جائے۔ حضورؐ چاہے ہماری واپسی کا حکم دیں یا کمک روانہ فرمائیں لیکن عبداللہؓ بن رواحہ نے کہا۔ "اے لوگو! جس چیز یعنی شہادت سے تم ڈرتے ہو۔ اسی کے لئے تو اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہو۔ مسلمانوں کو کبھی لشکر کی کثرت نے فتحمند نہیں کیا۔ بدر کی لڑائی میں ہم بہت کم تھے اور دشمن بہت زیادہ۔ ہمارے پاس بے سروسامانی کی وجہ سے صرف دو گھوڑے تھے۔ لیکن پھر بھی خدائے عزّوجلّ نے کفّار پر جو ہر طرح کے سازوسامان سے آراستہ تھے۔ ہم کو فتح عطا فرمائی۔ اس وقت ہماری مہم کی تکمیل صرف دو صورتوں میں ہو سکتی ہے یا تو ہمیں فتح حاصل ہو گی اور ہمارا اعزاز یانِ اسلام میں شمار ہو گا۔ یا شہادت نصیب ہو گی۔ تو اس صورت میں ہم جنّت میں اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے اور ہر صورت میں

ہم خداوند تعالےٰ کی رضامندی حاصل کریں گے۔ جو ہماری زندگی کا مقصدِ اعلےٰ ہے "۔

صحابہ نے حضرت عبداللہؓ کی تائید کی۔ چنانچہ مومنین اور مشرکین کی صفیں مقابلہ کے لئے آراستہ ہو گئیں۔ اور حضرت زیدؓ مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلامی علم سنبھالا۔ اور کفار سے لڑنے لگے۔ آپ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ تو آپ پیادہ پا لڑنے لگے۔ اچانک ایک کافر کی شمشیر سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپ نے علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو اپنے دونوں پیروں کے درمیان علم کو سنبھالا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے اونچا رکھنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک کافر نے آپ کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ کی شہادت پر عبداللہؓ بن رواحہ نے جھپٹ کر علم اسلامی کو اٹھا لیا اور کفار سے مقابلہ کرنے لگے۔ لیکن بہت سے کافروں کو جہنم پہنچا کر آپ بھی شہید ہو گئے۔

لڑائی کا عنوان ابتدا ہی سے کچھ بگڑا ہوا نظر آتا تھا۔ ان سرداروں کے شہید ہونے سے کفار کی ہمت اور بڑھ گئی۔ جب عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے تو علم اسلام کو گرتا دیکھ کر کفار اس کی طرف دوڑے لیکن ثابتؓ بن اقرم نے علم کو فوراً اٹھا لیا۔ اور لشکرِ اسلام سے جو اس وقت ہراساں اور مرعوب تھا مخاطب ہو کر بولے "یا معاشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم (یعنی اے گروہِ مسلمین! تم لوگ کسی ایک شخص کو اپنا امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ) میں نے

اسلام کے علم کو سنبھالنے میں مبادرت کر کے ایک نیک کام کیا ہے کسی کا حق غصب نہیں کیا) لشکر اسلام نے جواب میں کہا۔ "رضینا بک" (یعنی ہم تمہاری امارت سے راضی ہیں) ثابت بن اقرم نے جواب دیا۔ ما انا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن ولید (یعنی میں اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تم لوگ خالدؓ بن ولید کی امارت پر متفق ہو جاؤ)

چنانچہ مسلمان اس رائے پر متفق ہو گئے اور حضرت خالدؓ بن ولید کو امیر لشکر بنا لیا۔ حضرت خالدؓ نے بڑھ کر حضرت ثابت بن اقرم سے علم لے لیا۔ علم اسلامی کو لیتے وقت آپ نے حضرت ثابتؓ بن اقرم سے کہا "تم مجھ سے عمر میں بھی بڑے ہو اور مرتبہ میں بھی۔ کیونکہ تم اصحاب بدر میں سے ہو" لیکن حضرت ثابتؓ نے فرمایا "یہ سب کچھ سہی مگر فنون جنگ میں مہارت شجاعت اور مردانگی تمہارا ہی حصہ ہے۔ فی الواقع میں نے تمہیں ہی دینے کے لئے علم اٹھایا تھا"

حضرت خالدؓ بن ولید جب امیر لشکر ہوئے تو مسلمان خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خالدؓ کے اشارے سے قطبہ بن عامر نے پکار کر کہا۔

"مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں آخر تم موت سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو۔ وہ تو تمہیں ہر جگہ آ کر پڑے گی۔ پھر کیوں نہ میدان جہاد میں مردوں کی طرح جان دیں۔ ذرا غور تو کرو۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا اچھا ہے۔ یا بزدلوں اور نامردوں کی طرح بھاگتے ہوئے پشتوں پر دشمن کے تیر

کھا کر نامرادی اور ذلت کی موت مرنا۔

یاد رکھو۔ جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ دنیا کے کسی حصے میں انہیں ذلت، خوف اور نامرادی سے نجات نہیں ملتی۔ ایک مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے۔ کہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے سینے پر زخم کھائے اور سرخرو ہو کر اپنے معبود کے دربار میں پہنچ جائے۔

کیا تم اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ کہ اگر یونہی بھاگتے رہے تو کافر تم میں سے ایک کو بھی گھر تک نہ پہنچنے دیں گے۔ اور تم سب بزدلوں کی موت مارے جاؤ گے۔"

یہ سن کر مسلمان سنبھلے اور حضرت خالدؓ نے حیرت انگیز پھرتی اور ہوشمندی کے ساتھ انہیں منظم کر کے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا۔ لڑائی اپنے پورے زور پر تھی کہ شام ہو گئی اور دونوں لشکروں نے اپنے اپنے پڑاؤ کا رُخ کیا۔

صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے لشکرِ اسلام کی ترتیب اس طور پر بدلی کہ مقدمہ کو ساقہ، ساقہ کو مقدمہ، میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ استادہ کیا۔ اس صورت سے لشکر کی ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ دیکھنے والا یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ وہی لشکر ہے جو کل لڑ رہا تھا۔ مشرکین نے جب لشکر کو اس ترتیب سے دیکھا۔ تو خوفزدہ ہو گئے اور یہ سمجھے کہ رات ہی رات میں مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے اس خیال نے ان پر ایسا ہراس طاری کیا کہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور راہِ فرار اختیار کی۔ اس طور پر اللہ تعالٰے نے حضرت خالدؓ کو مظفر و منصور کیا اور دشمنانِ اسلام کو شکست ہوئی۔

جنگ موتہ میں حضرت خالدؓ نے جس بہادری اور تدبر کا مظاہرہ کیا۔
تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کہاں تین ہزار مسلمان اور کہاں ایک لاکھ
کفار لیکن حضرت خالدؓ کے حسنِ تدبیر نے اقلیت کو اکثریت پر غالب کر دیا
اور کافر خوف زدہ ہو کر میدان سے بھاگ گئے۔

جنگِ موتہ میں دوسرے دن حضرت خالدؓ کا لشکرِ اسلام کی ترتیب کو
بدل دینا ایک بہت بڑی جنگی تدبیر تھی۔ جو خاطر خواہ طریقے پر کامیاب ہوئی
اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے ان دشمنانِ اسلام کی آنکھیں کھول دیں
جو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مٹھی بھر توحید پرستوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔
معتبر روایتوں کے مطابق جنگ موتہ میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں
ٹوٹیں۔

جنگ موتہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے مدینہ
کا رُخ کیا اور راستہ میں اُن قلعہ والوں کا محاصرہ کیا جنہوں نے جاتے وقت
پریشان کیا تھا۔ اس قلعہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

سیف اللہ کا خطاب

جنگ موتہ میں لشکر اسلام کے امراء کے علاوہ
دس اور جلیل القدر صحابہ بھی شہید ہوئے۔

معتبر روایات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ موتہ کے تمام حالات سے
اپنے رسول کو مطلع کر دیا تھا اور حضورؐ اپنے اصحاب کو لڑائی کے حالات سے آگاہ
فرما رہے تھے چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:-

اخذ الرایت زیدٌ فاصیب ثم اخذ ھا جعفر فاصیب

ثم اخذھا ابن رواحہ فاصیبؓ (یعنی زیدؓ نے علم اٹھایا۔ وہ شہید ہوئے پھر جعفرؓ نے علم سنبھالا وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ابن رواحہؓ نے علم اسلامی کو لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے)۔

ان الفاظ کے ادا کرتے وقت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ابن رواحہؓ کے بعد خالدؓ نے جو خدا کی تلوار ہے علم سنبھالا ہے اور فتح پائی ہے۔ پھر فرمایا "یا الٰہی! خالد تیری تلوار ہے۔ تو ہمیشہ اس کو فتحمند رکھیو"۔ اسی دن سے حضرت خالدؓ بن ولید کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

سید کونین صلعم نے حضرت خالدؓ کے حق میں جو دعا فرمائی۔ اُسے بموجب کلام ربانی وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (یعنی ہمارے حبیب اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتے۔ بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو ہم بذریعہ وحی ان کی طرف القا کرتے ہیں) شرف قبولیت تو حاصل ہونا ہی تھا۔ لیکن اس دعا کی برکت سے خالدؓ کا دل و دماغ جنگی قابلیتوں کا مخزن بن گیا۔ ان کی رگ و پے میں شجاعت کے سمندر موجزن ہو گئے۔ ان کا عضو عضو بے پایاں استقلال سے سرشار ہو گیا اور راہ خدا میں نثار ہونے کے لئے ان کے جذبات شوق ہر وقت متلاطم رہنے لگے۔

بقول مؤرخین بتیس یا چونتیس لڑائیوں میں حضرت خالدؓ بن ولید نے نمایاں حصہ لیا اور شہادت کی تمنا میں اپنے آپ کو بارہا لاکھوں کفار کے نرغے میں ڈال دیا۔ لیکن ہر مرتبہ آپ کفار کو مغلوب اور زیر و زبر کر کے زندہ سلامت

نکل آئے اور تمنائے شہادت پوری نہ ہوئی۔ فی الواقع سیف اللہ کو کوئی کافر نیام نہیں کرسکتا تھا۔ اگر کوئی کافر سیف اللہ کو نیام میں کر دیتا تو یہ سیف اللہ کی توہین تھی۔ آنحضرت نے بھی جو حضرت خالدؓ کو جنگ موتہ کی امارت کے لئے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ تو اس میں یہی مصلحت تھی کہ آپ کو بارگاہ نبوی سے سیف اللہ کا معزز خطاب عطا ہونے والا تھا اور نامزد ہونے سے دیگر امراء کی طرح شہادت لازمی تھی۔

جو قوم گھوڑوں کی زندگی اختیار کرتی ہے بمنزلہ
گھوڑوں کے کھونٹوں پالی ہوئی ہے جو موت
سے ڈرتے ہیں موت ان کا پیچھا کرتی ہے

فتح مکہ میں حضرت خالدؓ کی شرکت

غزوۂ فتح مکہ ۸ھ ہجری میں قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ہوا۔ قبیلۂ بنی بکر تو کفارِ مکہ کا حلیف ہو گیا تھا اور بنی خزاعہ نے رسول اللہ صلعم سے معاہدہ کیا تھا۔ لیکن ان دونوں قبیلوں میں دیرینہ عداوت تھی اور ان کے بہت سے محاربات ہو چکے تھے۔ قبیلہ بنی بکر کی ایک شاخ بنی دیل تھی۔ اس قبیلے کا ایک آدمی ایک روز آنحضرت سرورِ کائنات کی مذمت کر رہا تھا۔ کہ بنی خزاعہ کے ایک غلام نے اس کی یہ باتیں سن کر اسے منع کیا۔ وہ نہ مانا۔ غلام نے غصہ میں آکر اس کے چہرے اور سر کو زخمی کر دیا۔ اس شخص نے جا کر بنی بکر سے فریاد کی۔ بنی نفاثہ جو بنی بکر ہی میں سے تھے۔ بنی خزاعہ سے آمادۂ پیکار ہو گئے۔ بنی مدلج نے ان کی امداد کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن کفارِ مکہ نے بنی بکر کو ہتھیار دئے۔ قریش کے بعض رؤسا مثلاً عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو خویطب بن عبدالعزیٰ وغیرہ لباس تبدیل کر کے

اور نقاب پوش ہو کر اپنے آدمیوں کو لے کر اس قبیلے کی امداد کو پہنچ گئے اور یکایک قبیلہ خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ چشمہ وتیر کے کنارے دونوں میں سخت لڑائی ہوئی اور لڑتے لڑتے حرم کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ خزاعہ کے بیس آدمی قتل ہو چکے تھے۔ کہ خزاعیوں نے بنی بکر کے امیر نوفل ابن معاویہ سے کہا۔ "اے نوفل! خدا سے ڈر اور حرم کی حرمت کو ملحوظ رکھ۔" نوفل نے جواب دیا۔ "آج کے دن مجھے خدا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر خزاعیوں نے کسی نہ کسی طرح اپنے کو بدیل ابن ورقاء کے مکان پر پہنچایا اور دشمن سے محفوظ ہو گئے۔ بنی دیل اور ان کے حمایتی تو یہ سمجھے کہ ہم کو نہ کسی نے دیکھا ہے۔ نہ پہچانا ہے ہماری بدعہدی کا معاملہ طشت از بام نہ ہوگا۔ لیکن آنحضرت سرور کائنات کو بذریعہ وحی تمام کیفیت معلوم ہو گئی۔ آپ نے اسی وقت بعض ازواج مطہرات کے روبرو بنی خزاعہ کی مصیبت کو بیان فرمایا جب لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اہل مکہ نے عہد شکنی کی ہے۔

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے۔ کہ اس وقت میں نے حضرتؐ کو "نصرت نصرت" کہتے سنا میں نے عرض کیا۔ "حضورؐ! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟" تو فرمایا کہ خزاعہ مجھ سے امداد طلب کر رہے ہیں اور میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ تم کو مدد دی گئی۔ ان پر قریش نے بنی بکر کی اعانت کے پردہ میں شبخون مارا ہے۔"

اس معاملہ کے تین دن بعد عمرو ابن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ اس وقت آنحضرتؐ مع اصحاب مسجد کے دروازہ پر تشریف رکھتے تھے ان لوگوں نے دست بستہ حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی پُر درد داستان سنائی

آپؐ نے ان کی کمال دلداری کی اور ان سے پوری امداد کا وعدہ فرمایا۔

قریش کے سرداروں میں سرگوشیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے۔ بڑا غضب ہوا۔ ہم لوگوں پر بدعہدی کا الزام عائد ہو گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنحضرتؐ مکہ پر چڑھائی کر دیں۔ چنانچہ سب کے مشورے سے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا گیا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو کسی نہ کسی طریقے سے حملہ کرنے سے روک دے۔ لیکن ابوسفیان مدینہ سے بے نیل و مرام واپس آیا۔

یکم رمضان ۸ھ ہجری سے پہلے ابوقتادہ کے ساتھ آٹھ سو آدمی مکہ کو روانہ ہو گئے۔ منزلِ قدید پر لشکر اسلام کی تعداد سات ہزار چھ سو ہو گئی اور مکہ پہنچنے سے پہلے دس ہزار ہو گئی۔ ابوسفیان آپؐ کی روانگی کا پتہ چلانے کے لئے دوبارہ مکہ سے نکلا۔ اس نے وادی مرالظہران کو دیکھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ساری وادی میں آگ لگ رہی ہے۔ حیرت زدہ ہو کر آگے بڑھا تو موضع اراک پر حضرت عباسؓ سے ملاقات ہو گئی جن سے چڑھائی کے واقعات معلوم ہوئے۔ ابوسفیان اس وقت نہایت عاجزی اور بے کسی سے حضرت عباسؓ کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ اور آخر کار آپ ہی کی وساطت سے دربار نبویؐ میں اس کی رسائی ہوئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت سرورِ کائنات نے حضرت عباسؓ کی سفارش سے اور ابوسفیان کی التجا پر فرمایا:۔

من دخل مسجد الحرام فھو آمنٌ و من القی السلاح فھو آمنٌ	جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ اور جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ بھی امن میں ہے

ومن اغلق بابه فھو آمن۔ — جو اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے

ومن دخل دار ابوسفیان فھو آمن۔ — اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی امان پائے گا۔

جب آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوے میں پہنچے اور لشکرِ اسلام کی شان و شوکت اور آراستگی دیکھی۔ تو آپ نے اس دن کو یاد کیا جبکہ راتوں رات دشمنوں کے زغے سے نکل کر مکّہ سے ہجرت فرمائی تھی۔ مکّہ کی گلیاں آپ کے لئے تنگ اور اس کی رونق بھیانک ہو گئی تھی۔ اور آج وہی مکّہ آپ کو اس شاہانہ استقبال کے ساتھ اپنی آغوش میں لے رہا تھا۔ پرستارانِ لات و منات آپ کے قدموں پر آگرے تھے اور اپنی جان بخشی کا انحصار حضورؐ کے رحم و کرم پر سمجھتے تھے۔ یہ وہی مکّہ تھا جس کے رہنے والوں نے آپ کو اور آپکے متعلّقین و اصحاب کو ستانے اور اذیّت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور آج اسی مکّہ کے امراء و رؤسا ذلیل و خوار ہو کر آپ سے امن و جان بخشی کے خواہاں تھے۔ یہ وہی مکّہ تھا جس کے اربابِ حل و عقد نے آپ کا اور آپکے متعلّقین کا اسلام دشمنی کے باعث بائیکاٹ کر کے اور اشیائے خورد و نوش بند کر کے معصوم اور خورد سال بچوں کو بھوک اور پیاس سے تڑپایا تھا اور آج اسی مکّہ کے تمام ساز و سامان اور باشندوں کے جان و مال کے آپ مالک تھے۔ یہ وہی مکّہ تھا جس کے نافرمان فرزندوں نے آپ کی رسالت اور معجزات کی ہٹ دھرمی کے ساتھ تردید اور تکذیب کی تھی اور آج اسی مکّہ کے لینے والے محبوبِ خدا کی شان و شوکت اور اسلامی دبدبہ سے فرشِ خاک کی طرح

سمجھے جاتے تھے۔ یہ وہی مکّہ تھا جس کے باشندوں نے بیت اللہ کو بتکدہ بنا رکھا تھا اور آج وہی مکّہ خدا کے گھر کو خدا کے حبیب کے سپرد کر رہا تھا۔ کہ آپ اِسے بتوں کی آلائش اور نجاست سے قطعی پاک صاف کر دیں۔ یہ وہی مکّہ تھا۔ جو کفر و شرک کا مرکز بنا ہوا تھا اور آج یہی مکّہ سیّد المرسلینؐ کے طفیل بلاد الارض پر فوقیت حاصل کرنے والا تھا۔

خدا کی ان عنایات پر آنحضرتؐ سرور کائنات اونٹنی کے کجاوے پر سر بسجود ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین کو لے کر اعلائے مکّہ کی راہ سے شہر میں داخل ہو جاؤ اور علم خاص کے ساتھ حجون کے مقام پر جا کر ٹھہرو۔ حضرت سعدؓ کو ارشاد ہوا کہ اپنی جماعت کو لیکر ثنیہ میں چلے جاؤ۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم ہوا کہ تم قبائل غفار۔ اسلم و جہینہ وغیرہ کے ساتھ اسفل مکّہ سے اندر داخل ہو جاؤ اور اپنا جھنڈا انتہی بیوت پر کھڑا کر دو۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو غیر مسلح جماعت کے ساتھ بطن وادی سے روانہ فرمایا۔ اور خود اواخر کی راہ سے تشریف لے چلے۔ اور سب کو یہ تاکید فرمائی۔ کہ "جب تک تم پر لڑائی نہ آ پڑے۔ تم اپنی طرف سے مقابلہ و مجادلہ مت کرنا۔"

اگرچہ اہل مکّہ کے مقابلے میں مسلمانوں کی طاقت بہت زیادہ تھی اور اس بات کا ادنےٰ سا امکان بھی نہ تھا کہ وہ فتحیاب ہوں گے لیکن بغیر ہتھیار اٹھائے اور زور آزمائے مکہ پر قبضہ ہو جانے دینا ان کی افتاد طبع کے خلاف تھا۔ چنانچہ قریش کے نوجوان سردار عکرمہ بن ابوجہل۔

صفوان بن امیہ۔ سہیل بن عمرو وغیرہ نے اپنے دستوں کو منظم کر کے خندمہ کے
مقام پر مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ ان کی انتہائی بدنصیبی تھی
کہ اس راستے سے حضرت خالدؓ کا لشکر آرہا تھا۔ قریش مکہ نے انہیں روکنے
کی کوشش کی اور حضرت خالدؓ کو چار و ناچار تلوار میان سے نکالنی پڑی
اور کفار سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ لڑتے لڑتے
مسجد حرام کے پاس مقام حزورہ تک پہنچ گئے۔ بنی بکر کے بیس آدمی،
اور ہذیل میں سے بھی چار آدمی مارے گئے۔ دو آدمی مسلمانوں میں سے
شہید ہوئے۔

آنحضرتؐ کو اس لڑائی کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے حضرت خالدؓ سے
اس کا جواب طلب فرمایا اور جب حضرت خالدؓ نے بتایا کہ اس لڑائی کی
پہل کفار نے کی تو حضور مطمئن ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۲۰ رمضان ۸ھ ہجری
کو مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔
اور اسے بتوں اور شرک کی تمام آلائشوں سے پاک کر دیا۔

لات و منات کی طرح عزیٰ قریش مکہ کا مشہور بت تھا۔
جس کی پرستش نہایت اہتمام سے کی جاتی تھی۔ اس بڑے بت کی حفاظت
اور دیکھ بھال کے فرائض کنانہ اور مضر جیسے جنگجو قبیلوں کے سپرد تھے
فتح مکہ کے پانچ دن بعد آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ تیس
مجاہدوں کو ساتھ لے کر بطن نخلہ جائیں اور مشرکین کے جھوٹے خدا کو مسمار

کر دیں جس کا وجود شرفِ انسانیت کے لئے بدنما داغ تھا۔

حضرت خالدؓ حضور صلعم کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں فوراً روانہ ہو گئے اور بغیر کسی خاص مزاحمت کے عزیٰ کو پیوندِ زمین بنا کر لوٹ آئے۔

سریہ جذیمہ ۸ھ

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف حصوں میں چھوٹے چھوٹے مسلح لشکر بھیجے جنہیں سریہ کہا جاتا ہے۔ ان کا کام اسلام کی تبلیغ کرنا، امن و امان قایم رکھنا اور نو مسلموں کو اسلام کے اصول سکھانا تھا۔

ان میں سے ایک سریا حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں بنی جذیمہ کے پاس بھیجا گیا۔ جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر سکونت پذیر تھا۔ اس سریا میں تین سو مہاجرین، انصار اور بنی سلیم شامل تھے،

بنی جذیمہ نے ایامِ جاہلیت میں عبدالرحمٰن بن عوف کے والد عوف اور خالدؓ بن ولید کے چچا فاکہ کو روپیہ پیسہ کے لالچ میں مار ڈالا تھا جب مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا لشکر بنی جذیمہ کی بستی میں پہنچا تو وہ سمجھے کہ شاید خالدؓ انتقام لینے کے لئے آئے ہیں چنانچہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور ہتھیار باندھ کر میدان میں نکل آئے،

بنی جذیمہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں۔ اسلئے حضرت خالدؓ انہیں مسلح دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور پوچھا "جب آپ مسلمان ہیں اور میں رسولِ خدا صلعم کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو آپ ہتھیار لگا کر کیوں آئے ہیں؟"

اس کے جواب میں بنی جذیمہ نے سلمنا کہہ کر صاف طور پر اپنے قبولِ اسلام کا اقرار نہ کیا۔ بلکہ صبانا۔ صبانا کہتے رہے۔ صبانا کے معنی ہیں۔ ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لینا۔ کفارِ مکہ آنحضرت صلعم کو صابی اور آپ کے صحابہؓ کو صباۃ کہتے تھے اور یہ لفظ بُرا سمجھ کر طنزاً استعمال کیا جاتا تھا۔ جب بنی جذیمہ نے سلمنا کی جگہ صبانا صبانا کہا۔ تو حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ الفاظ بہت ناگوار گزرے اور آپ نے جوشِ دینی سے مغلوب ہو کر انہیں گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنی جذیمہ کو قید کر لیا گیا۔ دوسرے دن حضرت خالدؓ نے ان کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ بنی سلیم نے تو حکم پاتے ہی اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالا لیکن بعض مہاجرین و انصار نے اس حکم کو نامناسب سمجھ کر اپنے اسیروں کو آزاد کر دیا۔ ان اسیروں میں سے ایک آدمی آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت خالدؓ کی شکایت کی۔ حالات سُن کر آنحضرتؐ کو بہت افسوس ہوا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بہت سا مال و اسباب دے کر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان لوگوں کی بہت خاطر داری کرنا اور ان کے مقتولین کا خون بہا دے کر راضی کر دینا اور جس کسی کا مال ضائع ہوا ہو اس کو معقول معاوضہ دے دینا۔ غرضیکہ ایسا برتاؤ کرنا کہ تمام قوم خوش ہو جائے اور کسی کے دل میں کسی قسم کی شکایت نہ رہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ بنی جذیمہ میں پہنچے اور اپنی ہمدردی اور دلداری سے انہیں موم کر لیا۔ مقتولین کے ورثاء کو خون بہا دیا اور جس کسی کا کچھ مال ضائع ہوا تھا یا کچھ نقصان ہوا تھا اس کے تنکے تنکے کا معاوضہ ادا کر دیا۔

جب کوئی جانی اور مالی نقصان کا دعویدار تلاش کرنے پر بھی نہ ملا۔ تو آپ نے باقی ماندہ مال اس قوم کے حاجتمندوں کو دے کر مالامال کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ جناب رسالتمآبؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا حال کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے بعض اصحابؓ کی سفارش پر خالدؓ کے اس قصور کو معاف فرمادیا اور آئندہ کے لیئے ہدایت فرمائی کہ کبھی ایسا نہ کرنا

اس واقعہ پر مؤرخین نے خوب حاشیہ آرائی کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بنو جذیمہ کا قتلِ عام صرف اس لیئے ہُوا کہ حضرت خالدؓ اس قبیلے سے اپنے چچا کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ لیکن درایت کے اصولوں کے مطابق یہ بات سراسر غلط معلوم ہوتی ہے۔ بنو جذیمہ کے قتل کا واقعہ ان دنوں کا ہے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ اگر خالدؓ سے واقعی اس قسم کی لغزش ہو جاتی۔ تو وہ احکامِ قرآنی کے مطابق اس کے قصاص سے نہیں بچ سکتے تھے۔ اوّل تو اس وقت حضرت خالدؓ کی شخصیت ایسی اہم نہ تھی لیکن وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے مالک بھی کیوں نہ ہوتے حضورؐ ان سے ضرور مواخذہ فرماتے اور قانونِ اسلام کے مطابق سزا دیتے۔ لیکن اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں حضورؐ نے معمولی طور پر دریافتِ حال کے بعد پورا پورا اطمینان ظاہر فرمایا اور خالدؓ بدستور تبلیغی مہموں میں مصروف رہے۔

دراصل یہ افسوسناک واقعہ خود بنی جذیمہ کی بے وقوفی اور فقوریت کے باعث وقوع پذیر ہُوا۔ اگر وہ اسلمنا کی جگہ صبانا کا لفظ استعمال نہ کرتے

تو مسلمانوں کے ہاتھوں یقیناً محفوظ رہتے۔

غزوۂ حنین

(حنین مکّہ سے تین دن رات کی مسافت پر ایک وادی ہے) فتح مکّہ کے بعد دو قبیلے ہوازن و ثقیف۔ بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف کی زیر کمان ایک جماعت کثیر فراہم کر کے مسلمانوں سے جنگ کے لئے نکلے۔ چند اور قبائل بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس لشکر میں چار ہزار آزمودہ کار دلاوران عرب تھے۔ جو حنین کی جانب روانہ ہوئے جب آنحضرتؐ سرورِ کائنات کو اس لشکر کی خبر پہنچی۔ تو آپ سولہ ہزار غازیانِ اسلام کے ساتھ مکّہ سے روانہ ہوئے اور ۷ شوال ۸ھ کی شام کو وادیٔ حنین میں پہنچ گئے۔

بعض صحابہؓ نے دشمن کی فوج کو حقیر سمجھ کر بڑے غرور اور فخر سے کہا "ہمارا لشکر اس قدر جرّار ہے۔ کہ دشمن ہم پر ہرگز فتحیاب نہیں ہو سکتا"۔ یہ الفاظ آنحضرتؐ کو ناگوار گزرے اور خدا کو بھی مسلمانوں کا یہ غرور پسند نہ آیا چنانچہ اس جنگ کے شروع میں جو ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی وہ اسی غرور کی سزا تھی۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ فتح و نصرت محض فضلِ ایزدی پر منحصر ہے۔ لشکر کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔)

غزوۂ حنین میں آنحضرت صلعم نے مہاجرین کا ایک علم حضرت عمر فاروقؓ کو اور دوسرا علی کو دیا۔ اور قبیلۂ اوس کا علم اسید بن حضیر کو اور خزرج کا ایک

نشان حبابؓ بن منذر کو اور دوسرا سعدؓ بن عبادہ کو مرحمت فرمایا اور حضرت خالدؓ کو بنی اسد کے ایک سو سواروں کا کمانڈار مقرر کیا۔)

وادیٔ حنین سے گزرنے میں تنگیٔ راہ مانع آئی۔ تو لشکر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مختلف راستوں سے گزرنے لگے لیکن خالدؓ بن ولید جو بنی سلیم کے پیشوا تھے سمٹ سمٹا کر اپنی پوری جماعت کے ساتھ ایک ہی راہ سے گزرے۔ قبیلہ ہوازن کے آدمی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دئے۔ ادھر تو بنی سلیم کے پاس ہتھیار بھی کم تھے اور دوسرے وہ دشمن کی طرف سے غافل تھے۔ چنانچہ اسی ہلچل میں وہ کفار قریش جو ہم عہدی کے باعث مسلمانوں کے ہمراہ تھے بدحواس ہو کر بھاگنے لگے۔ ان کے پیچھے مسلمانوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔

حضرت خالدؓ نے بنو سلیم کی مدد سے دشمن کو روکا لیکن بنو سلیم بھی حملے کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب خالدؓ بن ولید اکیلے رہ گئے لیکن آفرین ہے کہ آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔ تن تنہا دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اس طرح آپ نے بے شمار کفار کو تہ تیغ کیا۔ آپکو بھی بیسیوں زخم آئے لیکن آپ اس وقت تک لڑتے رہے جب تک کہ دشمن مغلوب نہیں ہو گیا۔

ادہر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گنتی کے چند صحابہ رہ گئے چند مرتبہ آنحضرت صلعم نے تن تنہا کفار پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت ابوسفیان ابن حارثؓ آپ کے اونٹ کی مہار کھینچ لیتے اور حضرت عباسؓ رکاب پکڑ کر

روک لیتے۔

جب آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ کہ بآواز بلند مسلمانوں کو پکارو، چنانچہ حضرت عباسؓ کے پکارنے پر مسلمان لبیک لبیک کہتے ہوئے واپس آ گئے۔ اور لڑائی پھر گرم ہو گئی۔

(یہاں بھی حضرت خالدؓ پیش پیش تھے اور دشمن پر شدید حملے کر رہے تھے۔ جب لڑائی خوب زور شور سے جاری تھی۔ تو آنحضرت صلعم نے دشمنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا :۔

انا النبی لاکذب انا ابن	مَیں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا
عبدالمطلب الاٰ حمی الوطیس	کا بیٹا ہوں۔ ہوشیار ہو جاؤ کہ اب (لڑائی کا) تنور گرم ہو گیا

یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ سے اتر پڑے اور ایک مٹھی بھر ریت دشمنوں کی طرف پھینکی۔ ریت پھینکنے کی دیر تھی کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

معتبر روایات سے ثابت ہے۔ کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی شخص باقی نہ رہا۔ جس کی آنکھ میں وہ خاک نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :۔

وما رمیت اذ رمیت و	جو کچھ خاک و کنکریاں کفار کی طرف آپ نے
لکن اللہ رمیٰ	پھینکیں۔ وہ آپ نے نہیں پھینکیں۔ بلکہ
	اللہ تعالےٰ نے پھینکی تھیں۔)

(اس وقت کفار کو یہ معلوم ہُوا۔ کہ آسمان و زمین کے درمیان سفید پوش آدمیوں کی ایک بڑی جماعت گھوڑوں پر سوار ہے اور وہ خوف کی وجہ سے ان کی طرف نظر نہیں کر سکتے۔

کافر اس واقعہ سے سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ وہ لڑائی کے بعد ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔ کہ "یار و یہ تو بتاؤ کہ جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے لشکر کو قتل کر رہے تھے وہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔ مسلمانوں کے مجمع میں تو کبھی ہم نے ان کو نہ دیکھا تھا؟")

(غزوۂ حنین میں حضرت خالدؓ کو بہت زخم آئے تھے۔ آنحضرتؐ خود آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور آپ کے زخموں پر دم کیا۔ جس کی برکت سے حضرت خالد رضؓ بہت جلد شفایاب ہو گئے۔)

طائف کا محاصرہ

طائف مکہ معظمہ سے ۱۸ میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب قطعہ زمین ہے۔ جہاں پھلوں کے باغات بکثرت ہیں۔ قبیلہ ہوازن و ثقیف کے گروہ حنین سے ہزیمت خوردہ ہو کر حصار طائف میں پہنچے اور مسلمانوں سے لڑنے کے ارادے سے سامانِ حرب کی درستی کرنے لگے۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے طائف کا قصد فرمایا۔ اور خالدؓ بن ولید کو ایک ہزار فوج کے ساتھ لشکر کے مقدمہ میں رکھا۔ جب مقام لیہ میں پہنچے جہاں مالک بن عوف کا مکان تھا تو معلوم ہوا کہ وہ گھر خالی کر کے طائف کے حصار میں چلا گیا ہے اور مفسدوں کا سردار بنا ہوا ہے۔ آنحضرت صلعم کے حکم سے طائف کے قلعے کا محاصرہ کر لیا گیا۔

مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے قلعہ والوں نے اپنے آپ کو خوب محفوظ کر لیا تھا اور ایک سال کا سامانِ خورد و نوش قلعہ میں جمع کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔ لشکرِ اسلام نے اٹھارہ روز قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں کفار کے تیروں کی بارش سے بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہو گئے بالآخر وہاں سے ایک بلند مقام کی طرف لشکر کو ہٹایا گیا جہاں اب مسجدِ طائف واقع ہے۔ بعد نزولِ وحی، اٹھارہ دن کے بعد محاصرہ اٹھایا گیا حضورؐ نے فرمایا کہ "اس سال حصارِ طائف فتح نہ ہوگا۔" چنانچہ لشکرِ اسلام ایک دن کی مزید لڑائی کے بعد وہاں سے روانہ ہو گیا۔

قلعہ طائف کے محاصرہ کے دوران میں آنحضرت صلعم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا پیالہ دودھ کا میرے سامنے ہے۔ ایک مرغ نے چونچ ماری جس سے دودھ گر گیا۔ آپ نے صدیق اکبرؓ سے یہ خواب بیان کیا۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ آپؐ کو انکی بات پسند آئی اور محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا۔ لیکن بعد میں مالک بن عوف کے مسلمان ہونے سے قلعہ طائف خود بخود فتح ہو گیا۔ سب ہوازن مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ثقیف کو بھی مسلمان کر لیا۔

حضرت خالدؓ بنی مصطلق کے پاس

سنہ ھ میں قبیلہ بنی مصطلق میں سے حارث ابن ضرار مسلمان ہو گئے تھے۔ احکام شریعت نماز روزہ نماز سے واقف ہونے کے بعد جب آپ اپنے قبیلہ کو واپس ہونے لگے تو آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ حضور میں

اپنی قوم میں جاتا ہوں۔ ان کو مسلمان کر کے ارکان اسلام سکھاؤں گا اور جو
مسلمان ہوگا۔ اس سے زکوٰۃ لے کر جمع کرتا رہوں گا۔ آپ کچھ مدت کے بعد
میرے پاس کسی کو بھیج دیجئے گا۔ جو مال جمع ہوگا۔ خدمت اقدس میں پیش
کر دیا جائے گا۔" چنانچہ ۹ھ میں آنحضرتؐ نے ولید بن عقبہ کو زکوٰۃ
لینے کے لئے بھیجا۔

ولید چلے تو گئے۔ مگر راستہ میں خیال آیا کہ ایام جاہلیت میں
مجھ میں اور بنی مصطلق میں جانی دشمنی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ مجھے مار ڈالیں
یہ شبہ ہوتے ہی ان کے دل میں خوف سما گیا اور ان کا قدم سست پڑ
گیا۔ جب بنی مصطلق کی بستی کے قریب پہنچے تو وہ اس خیال سے۔ کہ
شاید حضور صلعم نے ہمیں فراموش فرما دیا۔ مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے
انہوں نے اپنی بستی سے نکلتے ہی ولید کے آنے کی خبر سُن لی تھی اور انکے
استقبال کے لئے خوشی خوشی آرہے تھے لیکن ولید کے دل میں خوف
تھا۔ وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ میرے قتل کو آرہے ہیں۔ اُلٹے پاؤں وہاں سے
پلٹے اور دربار نبوی میں پہنچ کر عرض کی "یا رسول اللہ! وہ تو سب کے سب
مُرتد ہو گئے ہیں اور ایک بڑا لشکر لے کر آپ سے لڑنے آرہے ہیں" آنحضرتؐ
کو ولید کے اس کلام سے تعجب ہوا اور خالدؓ بن ولید کو دریافت حال کیلئے
بھیجا اور سمجھایا کہ خبردار جلدی نہ کرنا۔ پہلے خوب سوچ سمجھ لینا اور ان کے
رویے کو غور سے دیکھنا ایسا نہ ہو کہ تم سے کوئی غلطی ہو جائے۔

جب خالدؓ بنی مصطلق کے قریب پہنچے۔ تو ان کے ساتھیوں نے

وہاں اذان کی آواز سنی اور حضرت خالدؓ کو مطلع کیا۔ کہ یہ پکے مسلمان ہیں۔ حضرت خالدؓ نے انہیں شعائرِ اسلام کا پابند پایا تو فوراً وہاں سے مراجعت کر کے آنحضرت صلعم کو صورتِ حال سے مطلع کر دیا۔

غزوۂ تبوک

آنحضرت سرورِ کائنات کا یہ آخری غزوہ ہے۔ جو ۹ھ میں ہوا۔ حضورؐ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو رجب کے مہینے میں ملکِ شام سے ایک قافلہ روغنِ زیتون اور آٹا سفید لے کر مدینہ میں تجارت کے لئے آیا اور بیان کیا کہ ہرقل نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ بہت سے قبائل اور بے شمار عرب بھی اس کی امداد کے لئے آمادہ ہیں اور عنقریب مدینہ پر چڑھائی ہو گی۔ بلکہ اس کے لشکر کا مقدمہ بلقاء تک آپہنچا ہے۔ یہ بھی مشہور ہو گیا کہ عرب کے کسی رئیس نے ہرقل کو لکھا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔ اب اس کے صحابہ میں تفرق و انتشار ہے، اور مدینہ میں قحط اور تنگی ہے۔

قافلہ والوں کا یہ بیان سارے مدینہ میں مشہور ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے خبر پائی تو مسلمانوں سے فرمایا: "سامانِ سفر درست کرو اور دشمن کو راستہ ہی میں روک لو۔"

قبائل کو اس حکم کی اطلاع دی گئی اور سامانِ سفر درست ہونے لگا۔ آنحضرتؐ نے اس سفر کی کیفیت سے مسلمانوں کو اچھی طرح سے آگاہ فرما دیا تھا۔ تاکہ ہر شخص پوری تیاری اور انتظام کے ساتھ چلے۔

جب سامانِ سفر کی تیاری سے فراغت ہوئی۔ تو رجب سنہ ۹ھ میں سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہرقل کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے لشکرِ اسلام مدینہ کے باہر ثنیۃ الوداع کے میدان میں جمع ہوا۔ اس اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ جس میں دس ہزار سوار تھے۔ حضور صلعم نے لشکر کے مقدمہ پر حضرت خالدؓ بن ولید کو۔ میمنہ پر طلحہؓ بن عبداللہ کو اور میسرہ پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو مامور کیا۔

عبداللہ بن اُبی منافق مع اپنی جماعت کے مقام جرف سے واپس ہو گیا اور کہا۔ "مجھے بنی اصفر کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے" لیکن پھر بھی منافقین کی ایک جماعت مالِ غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ رہی۔ لیکن یہ لوگ غازیانِ اسلام کو لڑائی سے ڈراتے ہی رہے۔

مقام تبوک میں حضور اقدسؐ کے رونق افروز ہونے کے بعد ہرقل نے لشکرِ اسلام کے حالات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ اس نے خفیہ طور پر لشکر کے تمام حالات معلوم کر لئے اور ہرقل سے بیان کیا کہ آنحضرتؐ صدقہ نہیں لیتے۔ ہدیہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اہل لشکر بڑے رعب داب کے ہیں۔ اسلام کے لئے ہر وقت جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں یہ سنتے ہی ہرقل کے ہوش وحواس گم ہو گئے اور وہ اپنا لشکر لیکر واپس چلا گیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز تک تبوک میں قیام فرمایا۔
یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر فرمائی اور آس پاس کے علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے بعض صحابہؓ کو روانہ کیا۔ اس تبلیغ کے اثر سے بہت سے عرب سرداروں نے جو رومیوں کے ماتحت تھے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

ایلہ کا حاکم یوحنا بذاتِ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جزیہ دے کر معاہدہ کر لیا۔ اسی طرح جرجا اور اذرح کے عیسائی مسلمانوں کی امان میں آ گئے۔

اکیدر کی سرکوبی

بیس دن کے بعد حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق لشکرِ اسلام مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل بھیجا۔ یہ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک پہاڑی قلعہ تھا۔ اس کا حاکم اکیدر بن عبدالملک رومیوں کا حلیف تھا۔

ایک مشہور روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا۔
"اکیدر نیل گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا۔ اسے گرفتار کر کے لے آؤ" جب حضرت خالدؓ اکیدر کے قلعہ کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور قلعے کا دروازہ بند تھا اور اکیدر اس وقت اپنی بیوی رباب بنت انیف کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ناگاہ ایک پہاڑی گائے قلعے کے دروازے پر ٹکریں مارنے لگی۔ عورت نے اپنے شوہر کو یہ تماشا دکھایا۔ رات کا وقت تھا اور چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ اکیدر کو نیل گائے کے شکار کا بہت شوق تھا

فوراً اپنے بھائی اور چند خدمتگاروں کو لے کر شکار کو نکل پڑا۔ لیکن قلعہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ حضرت خالدؓ کی اس پر نظر پڑی۔ آپ نے بڑھ کر اس کی مشکیں کس لیں۔ اکیدر کے بھائی حسان اور دیگر ہمراہیوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ حسان تو مارا گیا اور باقی لوگ بھاگ نکلے۔

حضرت خالدؓ اکیدر کو زندہ گرفتار کر کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں لائے اور اس طرح حضور کا ارشادِ مبارک پورا ہوا۔ آنحضرتؐ نے ازراہِ کرم اس کو امان دی اور عہد نامہ لکھ کر جزیہ مقرر فرمایا اور اس کی حکومت پر اس کو برقرار رکھا۔

بنی اسد کی طرف روانگی

مکہ ۸ھ میں فتح ہو چکا تھا۔ لیکن اس سال حج کا اہتمام مشرکین ہی نے کیا۔ اگلے سال رسول کریم صلعم نے ذیقعدہ ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت میں تین سو حجاج کا ایک قافلہ روانہ فرمایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے سنتِ ابراہیمی کے مطابق حج ادا کیا۔

خانہ کعبہ حضورؐ کے دستِ مبارک سے بتوں سے بالکل پاک ہو گیا تھا اب زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں بھی بند کر دی گئیں اور اعلان کر دیا گیا۔ کہ آئندہ کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔

مکہ میں مکمل طور پر امن قائم کرنے اور اسلام کی تبلیغ کے لیئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ان قبیلوں اور سرداروں کا زور توڑا جائے جو اپنے اقتدار اور اختیارات کو بہر قیمت باقی رکھنا چاہتے تھے اور جنہیں

مسلمانوں کی ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

چنانچہ ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر حضور صلعم نے اس طرف توجہ فرمائی اور خالدؓ بن ولید کے ہمراہ ایک لشکر بنی اسد بن جزیمہ کی طرف روانہ کیا جب بنی اسد کو خبر ہوئی۔ کہ رسول خدا نے ہماری طرف لشکر بھیجا ہے۔ تو وہ مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ گئے۔ مگر حضرت خالدؓ کے مقابلے میں ان کے پاؤں نہ جم سکے۔ اور سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اور حضرت خالدؓ فتحیاب ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔

بنی الحارث کی جانب روانگی

ہجرت کے دسویں سال آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی الحارث کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ ان لوگوں کی شرارتیں اور ظلم حد سے تجاوز کر چکا تھا حضرت خالدؓ کو یہ حکم ہوا کہ تم وہاں پہنچ کر نرمی کے ساتھ دعوت اسلام دینا۔ اور بہت آہستگی سے سمجھانا۔ اگر اس کے بعد بھی وہ لوگ نہ مانیں تو تلوار سے کام لینا۔

آپ نے وہاں پہنچ کر ارشاد نبوی کی تعمیل کی اور خدا کے فضل سے وہ سب لوگ راہ راست پر آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا حال لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں ارسال کیا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "اے خالدؓ! ان کو بہشت کی بشارت سنا کر اور دوزخ کے عذاب سے ڈرا کر اللہ تعالےٰ کے وعدے وعید سے خوب آگاہ کر دو اور جب یہاں آؤ۔ تو ان میں سے ایک جماعت کو اپنے ساتھ لاؤ۔"

اس فرمان کے موصول ہونے پر حضرت خالدؓ ایک جماعت کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ جس وقت بنی الحارث کے لوگ دربار نبوی میں حاضر ہوئے تو باادب سلام کر کے کہنے لگے اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ۔ آنحضرت صلعم نے ان کے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا کہ "میں بھی خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے برحق ہونے پر گواہی دیتا ہوں"۔

پھر آپ نے بنی الحارث کے اس گروہ سے دریافت فرمایا کہ "تم لوگ ایام جاہلیت میں اپنے دشمنوں پر کس وجہ سے غالب آتے تھے؟" انہوں نے عرض کی "ہم لوگ جو کام کرتے تھے متفق ہو کر کرتے تھے نفاق کو پاس نہ آنے دیتے تھے"۔ اس پر رسول خدا نے ارشاد فرمایا "تم سچ کہتے ہو۔ آئندہ بھی ہمیشہ اتفاق سے کام لینا اور نفاق سے احتراز کرنا"۔

جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے۔ تو آپ نے پہلے قیس ابن حصین کو اور پھر ان کے بعد عمرو ابن حزم کو عامل بنا کر نجران بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ "وہاں کے صدقات و زکوٰۃ کا اہتمام رکھنا اور ان کو مساکین میں صرف کرنے کا بخوبی بندوبست کرنا"۔ چنانچہ حضرت عمروؓ ابن حزم حضورؐ کے زمانہ وفات تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ؛

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے سال دہم ہجری کے ربیع الاول یا جمادی الثانی میں حضرت خالدؓ بن ولید کو عبدالمدان کے پاس نجران بھیجا۔ عبدالمدان یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کی حیات مبارک میں خالدؓ کا یہ آخری سفر تھا ؛

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

باب دوم

مرتدین اور مدعیانِ نبوت کی سرکوبی

جہاں مسلمان ہونے والوں میں ایسے لوگوں کی اکثریت تھی۔ جو اسلام کو دنیا اور آخرت میں فلاح کا ذریعہ سمجھ کر مسلمان ہوئے تھے وہاں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے لالچ یا خوف کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا۔ شریعتِ اسلامیہ کی اصطلاح میں ان لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے حضور صلعم کی زندگی میں تو منافقین کو لب تک ہلانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن حضورؐ کے وصال کے بعد ان لوگوں نے پر پُرزے نکالنے شروع کئے اور طرح طرح کی تحریکیں چلا کر اسلام اور مسلمانوں کو ضعف پہنچانے کی کوشش کی۔ منافقین کی ان ریشہ دوانیوں میں دو تحریکیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) نبوت کا جھوٹا دعوےٰ (۲) ارتداد،

۱۔ مسیلمہ کذاب۔ طلیحہ۔ اسود عنسی اور سجاع بنت الحرث بن اسود

وغیرہ نے نبوّت کا جھوٹا دعوےٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ان میں سے اسود عنسی تو حضور صلعم کی حیاتِ مبارک میں ایک شخص فیروز نامی کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچ گیا تھا۔ باقیوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت خالدؓ کے ہاتھوں سزا ملی۔

(۲) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اسلام قبول کرنے والے افراد اور قبیلوں میں کچھ ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کی شجاعت کے سامنے بے بس ہو کر یا دنیاوی فائدوں کے خیال سے اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ حضور صلعم کے وصال کے بعد مسلمانوں کو خلافت کے مسئلے میں اُلجھا ہوا دیکھ کر ان لوگوں نے خیال کیا۔ اب مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو جائیگا اور ہم پہلے کی طرح من مانی کر سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے کھُلم کھُلا اسلام کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ مرتد ہونے والے قبیلوں میں بنی عبس، ذبیان اور کنانہ وغیرہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے ارتداد کا اظہار اس طرح کیا۔ کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور عوام کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظم کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے یہ صورتِ حال بے حد تشویشناک تھی۔ ایک طرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ۔ دوسری طرف خلیفہ کے انتخاب کے مسئلہ پر آپس میں اختلاف۔ اور سب سے بڑھ کر مرتدین اور مدعیانِ نبوت کی ریشہ دوانیاں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اسلام کا وہ سرسبز و شاداب چمن جسے حضور صلعم اور صحابۂ کرام نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ مُرجھا کر رہ جائے گا۔ ہر طرف

مایوسی اور یاس کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ مشرکین کی طرح خود مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگوں کو اسلام کا مستقبل تاریک نظر آتا تھا۔

ایسے مایوس کن حالات میں حضرت ابوبکر صدیق سچے مومن کی بیباکی اور جرأت کے ساتھ مخالفوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا۔ کہ مشرکین اور مرتدین کو کسی قیمت پر بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ آپ نے مرتدین اور مدعیانِ نبوت کی سرکوبی کے لئے حضرت اسامہؓ بن زید کو روانہ کیا۔ اسامہؓ نے فتنۂ ارتداد کو نہایت کامیابی کے ساتھ دبا دیا۔ اور بہت سامالِ غنیمت لے کر شام سے واپس آ گئے۔ آپ نے اسامہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے زبدہ کی طرف کوچ کیا۔ اور بنی عبس، ذبیان اور کنانہ کو بمقام ابرق شکست دے کر پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین ومنحرفین کی سرکوبی کے لئے گیارہ لشکر تیار کئے۔ اور ہر لشکر کے لئے ایک ایک سردار اور ایک ایک نشان مقرر کیا اور حکم دیا کہ ہر قبیلے سے چند مسلمانوں کو حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی سب کو اپنے ہمراہ لے کر اہلِ ردت کا مقابلہ کیا جائے تاکہ وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

ان میں سے ایک لشکر کی سرداری حضرت خالدؓ کو ملی اور حکم ملا۔ کہ پہلے طلیحہ مدعیِ نبوت پر چڑھائی کرو۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ مرتد پر بطاح میں حملہ کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ہر لشکر کے امیر کو ایک ایک

فرمان دیا۔ جس کی عبارت یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ھذا عہد من ابی بکر
خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لفلان حین بعثہ فیمن
بعثہ لقتال من رجع عن الاسلام
وعہد الیہ ان یتقی
اللہ ما استطاع فی امرہ
کلہ سرہ وجہرہ وامرہ
بالجد فی امر اللہ ومجاھدۃ
من تولی عنہ ورجع عن
الاسلام الی امانی الشیطان
بعد ان یعذر بھم
فیدعوھم بدعایۃ الاسلام
فان اجابوا امسک منھم
وان لم یجیبوہ شن غارتہ
حتی یقروا لہ ثم
ینبئھم بالذی علیھم
والذی لھم

ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ
ابوبکر کا عہد ہے۔ فلاں شخص سے جبکہ اسکو
روانہ کیا ان لوگوں کے ساتھ جن کو اس نے
ان لوگوں سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے جو
اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں اور اس سے اس
امر کا عہد لیا ہے کہ وہ حتی الامکان اپنے کل
امور میں خفیہ و علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہیگا
اور اسکو اللہ تعالےٰ کے کاموں میں ان لوگوں
کے مقابلہ میں کوشش کرنے اور لڑنے کا حکم
دیا ہے جنہوں نے اس سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور
اسلام سے مڑکر شیطان کی پناہ میں چلے گئے۔
اول تو ان سے اتمام حجت کی جائے اور انکو
اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ پس اگر وہ اسلام
قبول کرلیں تو ہاتھ روک لیا جائے اور اگر وہ
اسکو قبول نہ کریں تو ان پر متواتر حملے کئے جائیں
تاآنکہ وہ اسلام کا اقرار کریں۔ بعد ازاں وہ اپنے
فرائض اور حقوق سے آگاہ کئے جائیں یعنی جو

فیاخذ ما علیهم ویعطیهم
الذی لهم لا ینظرهم
ولا یرد المسلمین عن
قتال عدوهم فمن اجاب
الی امر الله عزّوجلّ واقرّله
قبل ذلك منه واعانه علیه
بالمعروف وانّما یقاتل من
کفر بالله علی الاقرار بما جاء
من عند الله فاذا اجاب الدعوة
لم یکن علیه سبیل وکان الله
حسیبه بعد فیما استتربه ومن
لم یجب الی داعیة الله قتل و
قوتل حیث کان وحیث بلغ مراغمه
لا یقبل الله من احد شیئًا من
اعطی الّا الاسلام فمن اجابه واقرّ
قبل منه واعانه ومن ابی قاتله
فان اظهر الله علیه عزّوجلّ قتلهم
فیه کلّ قتله بالسلاح والنیران ثمّ
قسم ما افاء الله علیه الّا الخمس

ان پر فرض ہے وہ ان سے پورا کرایا جائے اور انکے
حقوق انکو دیئے جائیں۔ اس میں رعایت نہ کی
جائے اور مسلمان اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی
سے نہ روکے جائیں۔ جو شخص اللہ عزّوجلّ کے
حکم کو قبول کرے اسکا اقرار قابلِ پذیرائی ہے
اور جس نے امرِ حق آنے کے بعد اللہ پاک کے ساتھ
کفر کیا اس سے لڑائی کی جائے جس نے دعوت
اسلام قبول کر لی اس پر کسی قسم کا الزام نہ ہوگا اور
بعد اسلام کے جو کچھ اس نے چھپایا ہے اللہ پاک
اس سے محاسبہ کریگا۔ اور جو شخص خدائی دعوت کو
قبول نہ کرے اس سے جنگ و جدال کیا جائے
خواہ وہ کسی جگہ ہو اور کہیں بھی بھاگ کر پہنچا ہو
اللہ تعالیٰ کسی سے کچھ بجز اسلام کے قبول نہیں
کریگا۔ پس جس شخص نے اسلام قبول کیا اور اقرار
کیا وہ قبول کیا جائیگا اور اسکی رعایت کی جائیگی
اور جس شخص نے انکار کیا اس سے لڑائی کی جائے
پس اگر اللہ عزّوجلّ ان پر غلبہ عنایت فرمائے تو وہ سب
قتل کئے جائیں بعد ازاں وہ مال جو اللہ تعالیٰ
ان سے دلایا ہے وہ خمس کے علاوہ تقسیم کیا جائے

فانہ یبلغناہ ویمنع اصحاب	اور خمس ہمارے پاس بھیج دیا جائے اور ہدایت کی
من العجلۃ والفساد وان لا یدخل	جاتی ہے کہ اپنے ہمراہیوں کو فساد اور عجلت سے
فیھم حشواً حتیٰ یعرفھم ویعلم	منع کرے اور کسی غیر کو اپنے بیچ داخل نہ ہونے دے
ماھم لئلا یکونوا عیوناً ولیلا یوتی	جب تک اسکو پہچان نہ لے کہ وہ کون ہے۔ شاید وہ
المسلمون من قبلھم وان یتفقد	جاسوس نہ ہو اور کسی مسلمان نے اس کو اپنی طرف
بالمسلمین ویرفق بھم فی المسیر	بلایا ہوا اور یہ کہ مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے
والمنزل ویتفقدھم ولا یعجل بعضھم	اور روانگی و قیام کی حالت میں ان کے ساتھ
عن بعض ویستوصی بالمسلمین فی حسن	نرمی سے پیش آئے اور ان پر رحم کرے۔
الصحبۃ ولین القول۔	(واقدی کامل)

طلیحہ

آنحضرت سرور کائنات کے زمانۂ حیات میں طلیحہ مرتد ہو کر سمیرہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا اور نبوت کا دعوےٰ کیا تھا۔ بنی اسرائیل کے چند فرقے اس کے تابع ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت ضرارؓ بن ازور کو چند مسلمانوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ لیکن ابھی طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ حضور سرور عالم وصال فرما گئے۔ جس سے طلیحہ کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ قبائل غطفان اور ہوازن وغیرہ اس کے ساتھ ہو گئے اور ضرارؓ مع اپنے ساتھیوں کے مدینہ چلے آئے۔

قبیلۂ غطفان کے وفود حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں معافی اور ترک زکوٰۃ کے لئے حاضر ہوئے آپ نے انکار کیا اور ذو القصہ میں ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دی۔ اس شکست کے بعد غطفان و بنی اسد بزاخہ میں طلیحہ سے

آگے بڑھ گئے اور طے نے بھی ایسا ہی کیا۔ بنو ہوازن و عامر خاموشی کے ساتھ نتیجہ کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بڑھے آپ کی روانگی سے قبل عدی بن حاتم قبیلۂ طے کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔ آپ کی کوششوں اور مدبرانہ حکمت عملی سے قبیلۂ طے طلیحہ کی ہمراہی سے علیحدہ ہوکر پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔

اسی اثنا میں خالدؓ بن ولید بھی بزاخہ پہنچ گئے۔ جہاں طلیحہ اور عیینہ بن حصن مرتدین کے گروہ کے ساتھ مقیم تھے لشکرِ اسلام سے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم انصاری پٹرول (دیکھ بھال) کے لئے نکلے۔ اتفاق سے طلیحہ اور اس کے بھائی حبال نے غفلت کی حالت میں عکاشہ اور ثابت کو شہید کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ خالدؓ بن ولید نے انصار پر ثابت ابن قیس اور طے پر عدی بن حاتم کو امیر مقرر کرکے طلیحہ سے مقابلہ کیا۔

عیینہ بن حصن قبیلہ بنی فزارہ کے سو آدمیوں کے ساتھ خالدؓ کے مقابلہ میں میدانِ جنگ میں لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے انتظارِ وحی میں بیٹھا تھا جس وقت مرتدین کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑتے نظر آئے عیینہ لوگوں کو میدانِ جنگ میں لڑتا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور اس سے پوچھا کہ "تمہارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا؟" عیینہ کا مقصد اس سوال سے یہ تھا کہ کیا تیرے پاس میرے بعد وحی آئی تھی؟ طلیحہ نے نفی میں جواب دیا۔ عیینہ یہ سن کر پھر میدانِ جنگ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے

بعد وہ پھر طلیحہ کے پاس آیا اور وہی سوال پوچھ کر دوبارہ میدانِ جنگ میں چلا گیا۔ چند ساعت کے بعد وہ پھر بھاگ کر طلیحہ کے پاس آیا اور دریافت کیا۔ طلیحہ نے کہا۔ "ہاں جبرائیل آئے تھے" عینیہ نے پوچھا "کیا کہا"؟ طلیحہ نے کہا "وہ مجھ سے کہہ گیا ہے۔ تیرے لئے وہی ہوگا۔ جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔"

عینیہ نے یہ سنکر کہا "اے بنی فرازہ! یہ شخص کاذب ہے۔ تم لڑائی سے کنارہ کش ہو جاؤ" عینیہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا۔ کہ مرتدین میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ بہت سے مرتد جنگ میں کام آئے۔ کچھ ایمان لائے میدانِ جنگ سے فرار کے وقت طلیحہ نے عینیہ سے دریافت کیا کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ عینیہ نے جواب دیا کہ "ہماری جنگ تو ختم ہو چکی۔ اب تو جبرائیل سے کہہ دے کہ وہ میدانِ جنگ میں آ کر لڑیں۔"

بنی فرازہ کے فرار کے بعد حضرت خالدؓ نے دشمنوں کی صفوں میں شگاف ڈال دیا۔ چنانچہ بنی اسد و غطفان بھی دُم دبا کر بھاگے۔ طلیحہ مع اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ملک شام میں ملوک بنی غسان کی طرف چلا گیا۔ حضرت خالدؓ نے بنی فرازہ کا تعاقب کیا اور وادیٔ احزاب میں ان کو شکست دے کر عینیہ و قرہ بن سلم کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔

(طلیحہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایمان لایا اور لشکرِ اسلام کے ساتھ ہو کر دشمنانِ اسلام سے خوب لڑا۔ قبیلۂ بنی اسد و غطفان بھی مسلمان ہو گئے)

حضرت خالدؓ بن ولید وادیٔ احزاب کی لڑائی سے فتحیاب ہو کر واپس ہوئے اس زمانہ میں بنی عامر اسلام کی طرف رجوع کرنے میں پس وپیش کر رہے تھے اور ان کو زیادہ تر طلیحہ کی لڑائی کے نتائج کا انتظار تھا۔

جب خالدؓ بن ولید نے بنی اسد وغطفان پر حملہ کر کے ان کو زیر وزبر کر دیا۔ تو قبائل ہوازن۔ سلیم وعامر جو ان قبائل کے انجام کا انتظار کر رہے تھے حضرت خالدؓ کے سامنے آکر اسلام لے آئے اور حضرت خالدؓ نے ان سب لوگوں کو امان دے دی۔ بجز ان چند اشخاص کے جنہوں نے زمانۂ روت میں مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو حضرت خالدؓ نے ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔

سلمیٰ بنت مالک

اس کے بعد قبائل غطفان وسلیم وغیرہ کے باقی ماندہ لوگ سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ کے پاس صواب میں جمع ہوئے اور اُسے اپنا پیشوا بنا لیا۔ سلمیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں قید ہو کر آئی تھی اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ ایک دن رسولؐ خدا تشریف لائے تو سلمیٰ عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے مکان میں موجود تھی۔ آپ نے سلمیٰ سے مخاطب ہو کر اسے اس کے ارتداد اور اسلام دشمنی سے آگاہ کیا۔ چنانچہ حضورؐ کی پیشینگوئی کے مطابق اسلام لانے کے بعد وہ مرتد ہو گئی اور بنو غطفان۔ ہوازن سلیم اور اسد اسکے گرد جمع ہو گئے۔ جب حضرت خالدؓ کو اس کی اطلاع ملی۔ اس وقت آپ مرتدین سے لڑ رہے تھے۔ اس محاذ سے فارغ ہو کر آپ سلمیٰ کے مقابلے

کے لئے گئے۔ سلمیٰ ایک ناقہ پر سوار ہو کر لوگوں کو لڑا رہی تھی۔ سو آدمی اسکے ناقہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے جب اس کا ناقہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ اور یہ بھی ماری گئی۔ تو مرتدین کا گروہ میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

سجاح بنت الحرث

سجاح بنت الحرث بن سوید ایک نصرانی عورت تھی اور اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ حضور سرورِ کائنات کے زمانۂ حیات میں تو وہ خاموش رہی لیکن آپؐ کے وصال کے بعد اس نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور مرصّع و مسجّع کلام بنا کر لوگوں کو دھوکہ دینے لگی۔ بہت سے قبائل نے اسکا اتباع کر لیا اور یہ انہیں لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔

اتفاق سے اثنائے راہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے لشکر سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ اس کی جماعت اسلامی لشکر کو دیکھ کر منتشر ہو گئی اور وہ خود جزیرہ میں جا کر بنی تغلب میں مقیم ہو گئی۔ عام المجاعۃ (قحط سالی) میں امیر معاویؓ اسے مع اسکے قبیلہ بنی عقفان کے کوفہ میں لے آئے۔ اسی زمانہ میں سجاح ایمان لے آئی اور باقی زندگی عمدگی سے گزاری۔

مالک بن نویرہ کا قتل

سجاح کا فتنہ ختم کرنے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید مالک بن نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے جو سجاح کا حلیف اور اس کے تابعین میں سے تھا۔

جب لشکرِ اسلام اس جانب روانہ ہوا۔ تو بعض انصار نے مخالفت کی

اور کہا کہ جب تک خلیفۃ المسلمین کا حکم نہ آئے۔ ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہیے لیکن بعد میں وہ بھی ہمراہ ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر مجاہدین مرتدین پر فتحیاب ہو گئے تو ہم اس نیکی سے محروم ہو جائیں گے اور اگر اس مقصد میں ناکام رہے۔ تو ہم پر ان کی امداد نہ کرنے کا الزام عائد ہو گا۔

حضرت خالدؓ نے بطاح میں پہنچتے ہی ایک دستہ روانہ کیا اور اس کو یہ ہدایت کر دی۔ کہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور جو زیادتی کرے یا مزاحم ہو۔ اسے گرفتار کر کے لے آئیں چنانچہ مالک بن نویرہ مع چند اشخاص کے گرفتار کر لیا گیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس پہنچ کر اہل لشکر میں مالک بن نویرہ کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعضوں کا یہ کہنا تھا کہ مالک بن نویرہ مسلمان ہے۔ ہم نے اسے اذان دیتے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ کہنے والوں میں ابو قتادہؓ بھی تھے۔ اور بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں نے نہ تو اذان دی اور نہ نماز پڑھی۔

اس اختلاف کے باعث حضرت خالدؓ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے اور مجبور ہو کر ان لوگوں کو حضرت ضرارؓ بن ازور کی نگرانی میں دے دیا۔ رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ ان کے منادی نے ادفئوا سراکم کی ندا دی۔ جس کا مطلب ہے "اپنے قیدیوں کو گرم کرو" کنائے کے طور پر اہل عرب اس جملے کا مطلب یہ بھی نکالتے تھے۔ کہ "قیدیوں کو قتل کرو۔" اسکے سنتے ہی ضرارؓ نے قیدیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا حضرت خالدؓ بن ولید

شور و غل سن کر باہر آئے لیکن ضرارؓ اس سے پیشتر ہی قیدیوں کے قتل سے فارغ ہو چکے تھے۔

ایک روایت یوں بھی ہے۔ کہ جب مالک بن نویرہ کو مع اس کے ہمراہیوں کے حضرت خالدؓ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو دورانِ گفتگو میں بار بار حضرت خالدؓ کے دل میں شبہ ہوتا تھا کہ یہ شخص مرتد ہے اور اس شبہ کو اس وجہ سے اور تقویت ہو گئی۔ کہ جب مالک حضرت سرورِ کائنات صلعم سے کوئی روایت بیان کرتا تو یہ کہتا قال رجلکم کذا (یعنی تمہارے آدمی نے ایسا کہا) جب چند مرتبہ مالک نے اسی طرح کلام کیا۔ تو حضرت خالدؓ نے جھلا کر کہا۔ "اے کُتے! پیغمبر ہمارا ہی مردِ عالی تھا؟ اور پھر اسکے قتل کا حکم دے دیا۔

بعض اشخاص حضرت خالدؓ بن ولید پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ مالک کی عورت خوبصورت تھی۔ خالدؓ نے اسے حاصل کرنے کے لئے بے گناہ قتل کرا دیا۔ اور اس کی بیوی کے ساتھ خود نکاح کر لیا لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت خالدؓ نے اسے اس وجہ سے قتل نہیں کرایا تھا کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔

ابن خلدون اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ جس وقت مالک بن نویرہ گرفتار ہو کر آیا اور اہل سریہ نے اذان و نماز کی بابت اختلاف کیا تو خالدؓ بن ولید نے مالک بن نویرہ کے قرب و جوار کے رہنے والوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ چنانچہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ

کہ مالک نے رسول خدا صلعم کے انتقال کی خبر سُن کر بڑی خوشی منائی تھی اور یہ امر اس کے ارتداد کو ثابت کرتا تھا۔ اس کے علاوہ مالک بن نویرہ کے قتل ہونے کے فوراً بعد ہی حضرت خالدؓ نے اس کی بیوی سے نکاح نہیں کیا تھا تاریخ میں اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ بلکہ علاّمہ ابنِ خلدون نے اس واقعہ کو لکھا تک نہیں۔ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ فوراً ہی نکاح کر لیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مالک نے ایک مدّت ہوئی۔ اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی لیکن رسمِ جہالت کے مطابق اسے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا اور یہ بات اس لئے قرینِ قیاس ہے کہ اگر صورتِ حال اس کے خلاف ہوتی تو شریعت اسلامی کی روسے عدّت کا عرصہ گزرے بغیر حضرت خالدؓ اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے تھے۔

روایاتِ بالا سے مالک کا قتل دو طرح پر ثابت ہے۔ یا تو وہ ضرار بن ازور کے ہاتھ سے حضرت خالدؓ کے علم و اجازت کے بغیر قتل ہوا۔ حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اس صورت میں حضرت خالدؓ اس کے قتل کے ذمہ دار نہ تھے۔ یا اس کی نسبت حتمی طور پر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے جو خود اس کی گفتگو سے بھی ثابت تھا اور اس صورت میں اس کا قتل مناسب تھا۔ غرض خالدؓ بن ولید اس الزام سے ہر حالت میں بری ہیں۔

مالک کے قتل اور خالدؓ کے نکاح کی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔ کہ خالدؓ نے ابو قتادہ کی گواہی کے باوجود کہ مالک

اور اس کی قوم مسلمان ہے اسے قتل کر دیا ہے۔ خالدؓ کو امارتِ لشکر سے معزول کر دینا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا کہ "میں خالدؓ کو معزول نہیں کر سکتا جس کو رسولِ خدا صلعم نے سیف اللہ کا خطاب دیا ہے اور کفّار کی سرکوبی کے لئے مخصوص کیا ہے۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا۔" آخر حضرت عمرؓ کے اصرار پر ایک قاصد بھیج کر انکشافِ حالات کے لئے حضرت خالدؓ کو مدینہ بلایا گیا۔

جب خالدؓ بن ولید مدینہ طیبہ پہنچے۔ تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا کہ تم نے مالک کو اسلام کی حالت میں قتل کیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ تم سے مالک کا قصاص لیا جائے گا۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے خالدؓ کو بے گناہ قرار دیا اور ان سے اس سلسلے میں کوئی مؤاخذہ نہ کیا گیا۔

اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مالک کے قتل کے سلسلے میں حضرت خالدؓ بالکل بے گناہ تھے۔ صرف غیر مسلم مؤرخین نے انہیں بدنام کرنے کے لئے رائی کو پہاڑ بنانے کی کوشش کی ہے۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ بنو حنیفہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ حضور صلعم کی حیات میں بنو حنیفہ کا وفد دربارِ رسالت میں حاضر ہوا مسیلمہ بھی ساتھ آیا۔ اہلِ قبیلہ نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ قیام کیا اور مسیلمہ کو سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضورؐ نے اپنے پاکیزہ دستورِ زندگی اور بلند اخلاق

کی وجہ سے اہلِ وفد کو تحفے تحائف سے نوازا۔ اور ان میں سے بعض لوگوں نے اپنا اپنا حصّہ لے کر مسیلمہ کا ذکر بھی کر دیا۔

حضور صلعم نے یہ سُن کر فرمایا۔ "کیونکہ مسیلمہ تمہارے اسباب کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس لئے اس کی جگہ تمہاری جگہ سے بُری نہیں"۔ اور اس کا حصّہ عنایت فرما دیا۔

یہ بات سُن کر مسیلمہ نے نبوّت کا دعوےٰ کرتے ہوئے حضورؐ کے اس ارشاد کی یوں تاویل کی۔ کہ "حضورؐ نے میری جگہ اور اپنی جگہ کو برابر قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ میں نبوّت میں حصہ دار ہوں"۔ اسکے بعد اس نے قرآن شریف کی آیات کے مقابلے میں مقفی اور مسجع عبارتیں پڑھ پڑھ کر سنانی شروع کیں اور شراب اور زنا کو حلال قرار دے دیا۔

مثل مشہور ہے کوڑھی کو کوڑھی سو کوس کا چکر کاٹ کے ملتا ہے' مسیلمہ کذاب کے گرد بھی ایسے بہت سے آدمی اکٹھے ہو گئے اور انہی میں ایک شخص نہار الرجال بن عنفوہ تھا۔ اس شخص نے ہجرت کے بعد مدینہ میں حاضر ہو کر حضور کی نگرانی میں دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لئے بنو حنیفہ اسکا کافی اعتبار کرتے تھے۔

کسی نہ کسی طرح مسیلمہ نے نہار الرجال کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اس سے یہ گواہی دلوالی کہ پیغمبر اسلام صلعم نے میرے سامنے کہا کہ مسیلمہ کو میرے ساتھ نبوّت میں شریک کر دیا گیا ہے۔ ارد گرد کے قبائل پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں مسیلمہ کے ماننے والوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عکرمہ بن ابوجہل کو مسیلمہ کے مقابلے کے لئے یمامہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور انہیں حکم دیا تھا کہ جب تک شرحبیل بن حسنہ تمہاری مدد کے لئے نہ پہنچ جائیں حملہ نہ کرنا۔ لیکن عکرمہ بن ابوجہل نے عجلت کر کے حضرت شرحبیل کے آنے سے قبل مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی جس میں انہیں ہزیمت ہوئی۔ اس ہزیمت کی خبر جب صدیقؓ اکبر کو ہوئی تو آپ نے عکرمہ کو لکھا۔ "تم خود تو استاد نہیں اور شاگرد ہی کو عیب جانتے ہو۔ شرحبیل کے پہنچنے سے پہلے تم نے کیوں حملہ کیا۔ اب تم مدینہ کا رُخ نہ کرنا بلکہ حذیفہ و عرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عمان سے لڑو۔"

اسی اثنا میں حضرت خالدؓ مالک بن نویرہ کے قتل کی جواب دہی کے سلسلے میں مدینہ پہنچ گئے۔ اور مطمئن ہو کر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید روانگی کا حکم پاتے ہی یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کا اس وقت بہت زور شور تھا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چالیس ہزار سپاہی یمامہ کے دیہات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے عکرمہ کی طرح حضرت شرحبیل نے بھی عجلت کر کے لڑائی شروع کر دی تھی۔ اور ناکامی کے آثار نمایاں تھے۔ اتنے میں حضرت خالدؓ پہنچ گئے۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک اور گروہ حضرت خالدؓ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

ایک تو خود مسیلمہ کے پاس کثیر جمعیت تھی۔ اس کے علاوہ سجاح کی

باقی ماندہ فوج بھی اس سے آکر مل گئی۔ اس لئے ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔

انہوں نے حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع پائی۔ تو جنگ کے قصد سے یمامہ سے نکل کر صف آرا ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے شرجیل کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے آگے بڑھنے کو کہا۔ اتفاق سے رات کے وقت مجاعہ سے جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ تھا۔ مڈبھیڑ ہو گئی شرجیل نے مجاعہ پر حملہ کر دیا اور مجاعہ کے سوا سب کو خاک و خون میں لٹا دیا۔ اسکے بعد خالدؓ آ گئے۔ سیلمہ کذاب و بنی حنیفہ نے مع چالیس ہزار فوج کے حضرت خالدؓ کا مقابلہ کیا۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ صرف تیرہ ہزار مجاہد تھے۔

سیلمہ کی فوج کے مقدمہ پر رجال تھا۔ اور اپنی فوج کو نہایت ہوشیاری سے لڑا رہا تھا۔ یہاں تک کہ پہلے حملہ میں تو بنی حنیفہ لڑتے لڑتے حضرت خالدؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اس خیمہ میں اُم تمیم زوجہ حضرت خالدؓ بھی تھیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید عمارؓ بن یاسر اور عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ نے نہایت جانبازی سے مقابلہ کیا اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے مرتدین کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے انہیں مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچا دیا۔ جہاں سیلمہ مقیم تھا۔ تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازہ پر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں توڑ کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے سیلمہ سے کہا۔ کہ وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کیا کرتا تھا؟ سیلمہ نے کہا "ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لئے

بڑے۔ یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں۔"

حضرت خالدؓ وہاں پہنچے۔ تو محکم بن طفیل نے اس ملک کے مشاہیر کو طلب کر کے کہا کہ "خالدؓ بن ولید تمہاری تخریب اور بربادی کے لئے ایسی فوج کے ساتھ آیا ہے۔ جو حیاتِ ابدی کے لئے اپنی جان عزیز کو ذلیل سمجھتے ہیں"۔ اہالیانِ یمامہ نے جواب دیا "لڑائی میں ہم ایسی بہادری دکھائیں گے کہ خالدؓ اپنی جرأت پر نادم ہوں گے۔ اور اگر موت کے پنجے سے رہائی پا سکے تو مدینہ پہنچ کر ہی دم لیں گے۔ کہیں راستہ میں نہ ٹھہریں گے"۔ محکم بن طفیل نے ان کی تعریف کی اور کہا تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔"

حضرت خالدؓ بن ولید نے یمامہ میں پہنچ کر لشکرِ اسلام سے بائیس نفر کو جدا کر کے حکم دیا کہ گردو نواح میں جاؤ اور مرتدین میں سے جو کوئی ہاتھ لگے گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ اس تگ و دو میں دو آدمی ایک مجاعہ اور دوسرا ساریہ بن عامر مع ایک جماعت کے ان کے ہاتھ لگے۔ مسلمانوں کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا "ہم بنی حنیفہ میں سے ہیں"۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور حضرت خالدؓ کی خدمت میں لے آئے۔

حضرت خالدؓ نے ان سے مسیلمہ کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے مجاعہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے مجاعہ سے استفسار کیا۔ تو اس نے کہا کہ "میں اور ساریہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں مدینہ پہنچ کر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہے تھے لیکن اپنے مال و عیال کے

خلع ہونے کے خوف سے ہم نے اس کاذب سے موافقت کر لی کیونکہ ہم کھلم کھلا اس کی مخالفت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ پھر ساریہ نے کہا "اگر تم دربار میامہ کو اپنے تصرف میں لانا چاہتے ہو تو مجھے اور مجاعہ کو اپنی پناہ میں لے لو" چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان دونوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

اگلے روز صبح کو سپہ سالار یمامہ مقابلے کو آیا اور کچھ دیر تک لڑنے کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مشرکین نے یکبارگی حملہ کیا۔ جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن حضرت خالدؓ نے نہایت دلیری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا "خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ بزدلی کا دھبہ تمہارے اس پر لگ جائے اور خدا اور رسولؐ کی نگاہ میں ذلیل ہو جاؤ۔ اگر اسلام کی لاج رکھنا چاہتے ہو تو اپنی جگہ دشمن کے حوالہ نہ کرو" اس پر اسلامی فوج نے نہایت جوش کے ساتھ دشمنوں پر متواتر حملے کئے۔ اور ان کی صفوں کو ہلا دیا۔

اس اثنا میں ایک کافر نے ابو دجانہؓ پر حملہ کیا۔ لیکن آپ نے اس کا وار خالی دے کر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر دوسرے سوار کو مارا۔

رافع بن خدیج انصاری سے روایت ہے۔ کہ اس دن کی لڑائی ایسی سخت اور ہیبتناک تھی کہ ہم پر آیتہ ستدعون الیٰ قوم اولی باس شدید (ترجمہ۔ عنقریب تم ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے جو لڑائی میں نہایت سخت اور شدید ہو گی) کے معنی اور مطالب ظاہر ہو گئے۔ دشمنوں کی ثابت قدمی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گی مگر حضرت رب الارباب، کی تائید سے

کفار کے جھنڈے سرنگوں ہو گئے۔ لاتعداد کافر جہنم رسید ہوئے اور مسیلمہ بقیۃ السیف کو لے کر باغ میں گھس گیا۔ جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے اور بعد میں حدیقۃ الموت کہلانے لگا۔

حضرت خالدؓ نے مسلمان شہداء کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ کہ آج سے بدتر اور سخت دن میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے لشکرِ اسلام کو جہاد کی ترغیب دی۔ چنانچہ مسلمانوں نے مسیلمہ کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مسیلمہ نے اپنی نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو مجبوراً زرہ پہن کر اور اپنے منتخب ساتھیوں کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا نکلا۔ اس دار و گیر میں ایک تیر مسیلمہ کے ایسا لگا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ ابن عمارہ نے نہایت جرأت کے ساتھ اس کے سر پر ایک تلوار ماری۔ جس سے وہ واصلِ جہنم ہو گیا۔

جب حضرت خالدؓ بن ولید نے مسیلمہ کی نعش کو مقتولین میں دیکھنا چاہا تو مجاعہ آپ کے ہمراہ تھا۔ حضرت خالدؓ کی نظر ایک عظیم الجثہ نعش پر پڑی۔ تو آپ نے مجاعہ سے پوچھا۔ "کیا یہی مسیلمہ ہے"۔ مجاعہ نے کہا۔ "نہیں یہ شخص ہمارے سردار سے ہزار درجہ بہتر تھا"۔ پھر خالدؓ نے مسیلمہ واخنس کو دکھا کر کہا۔ "کیا تیرے سردار یہی تھے جو تجھ پر حکومت کرتے تھے"۔ مجاعہ نے کہا "مسیلمہ یہی ہے۔ اور یہ لوگ ایسے ہی تھے۔ لیکن آپ ان کے قتل پر نازاں نہ ہوں۔ ان سے زیادہ دلاور اور جنگ جو ابھی قلعہ میں موجود ہیں۔ ایک مدت ان کے مغلوب کرنے کے لئے درکار ہو گی۔ آپ مجھے چھوڑ دیں اور مجھ سے

اور میری قوم سے مصالحت کرلیں۔ تو میں ان کو آپ کے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ کرسکوں گا۔"

خالدؓ بن ولید چونکہ فوج کو آرام کرنے کا حکم دے چکے تھے اسلئے مجاعہ سے کہا "میں تمہیں قید سے رہا کئے دیتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں جاکر لوگوں کو صلح کرنے پر آمادہ کرو۔ میں اُن سے فقط ان کے نفوس کی بابت صلح کرلوں گا۔"

مجاعہ حضرت خالدؓ کی قید سے رہا ہوکر قلعہ میں گیا اور شہر کی فصیل پر مسلح عورتوں کو کھڑا کرکے خالدؓ کے پاس واپس آیا اور کہا "وہ لوگ محض اپنی جانوں پر مصالحت نہ کریں گے"۔ خالدؓ نے قلعہ کی طرف دیکھا تو اس کی فصیلیں ہتھیاروں سے چمکتی نظر آئیں اور لشکر اسلام کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ۳۶۰ آدمی انصار میں سے اور اسی قدر مہاجرین اور اسی قدر تابعین میں سے شہید ہوچکے تھے اور جو باقی تھے۔ ان میں زخمیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لشکر کی موجودہ حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت خالدؓ نے نہایت نرم شرائط پر صلحنامہ لکھ دیا۔

صلح کے بعد قلعہ کھولا گیا۔ تو لڑکوں اور عورتوں کے سوا اور کوئی نظر نہ آیا۔ خالدؓ نے مجاعہ سے کہا: "تو نے فریب دے کر مجھ سے صلحنامہ لکھایا ہے۔" مجاعہ نے عرض کی "اگر میں یہ حیلہ نہ کرتا۔ تو میری قوم میں کسی قسم کی استطاعت باقی نہ رہ جاتی۔ آپ مجھے معاف فرمائیں۔ میں نے اپنی قوم کی رسوائی کے خیال سے یہ سب کچھ کیا"۔ حضرت خالدؓ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور صلحنامہ کو قایم رکھا

مجاعہ کے یہ کہنے پر اس کی قوم سے سات آدمی نکلے اور حضرت خالدؓ سے صلح کر کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جس خیال پر وہ اس سے پیشتر تھے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ لیکن سلمہ بن عمیر کے دل میں خالدؓ کی جانب سے خلش رہی اور اُس نے ان کے ساتھ دغابازی کا قصد کیا۔ مگر سلمہ کے ہمراہیوں نے خالدؓ کو اس کے بُرے ارادوں سے آگاہ کر دیا جس کی پاداش میں حضرت خالدؓ نے اسے قید کر لیا۔ پھر یہ قید سے نکل بھاگا۔ لیکن لوگوں نے اسے گرفتار کر کے مار ڈالا۔

حضرت خالدؓ نے بنو حنیفہ میں سے ایک گروہ کو بطور وفد مع اپنے خط کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں انہوں نے قتل مسیلمہ اور فتح یمامہ کا مفصل حال لکھا۔ حضرت صدیقؓ اہل وفد سے کمال عزت و احترام سے پیش آئے۔ اور ان لوگوں سے مسیلمہ کے بنائے ہوئے فقرات دریافت کئے۔ انہوں نے جو کچھ یاد تھا سنا دیا۔ حضرت صدیقؓ نے سن کر کہا "بھلا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتا ہے۔ جاؤ اپنی قوم میں رہو اور اسلام پر ثابت قدمی دکھاؤ جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ خوش ہوں گے۔"

رِدّت حطم و اہلِ بحرین

فتح یمامہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ بن ولید نے بحرین کی ایک وادی کی طرف رُخ کیا جہاں عبدالقیس و بکر بن وائل وغیرہ جمع ہو رہے تھے۔ یہ لوگ بھی مرتدین میں سے تھے۔ عبدالقیس رسول کریم صلعم کی رحلت تک مسلمان رہا جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو وہ اور اس کے ساتھی مرتد ہو گئے اور یہ

کہنے لگے۔ کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ ایک شخص جارود بن المعلیٰ نے کہا: "تمہاری عقلوں پر کیا پتھر پڑے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلعم سے پہلے بھی بہت انبیاء دنیا میں بھیجے۔ وہ لوگ بھی اپنا اپنا زمانۂ حیات پورا کر کے رحلت فرما گئے۔ محمد صلعم بھی نبی تھے اور جب ان کا زمانۂ حیات ختم ہوا تو وہ بھی واصل بحق ہو گئے۔

عبدالقیس کے دل پر ان کلمات کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبہ کی اور اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس طرح بغیر کسی جنگ کے یہ لوگ راہِ راست پر آ گئے۔

M. Asif Ali

اے خدا اور اے مالک ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان عطا کر ہمارا سر تیرے سوا کسی کے سامنے نہ جھکے اور ہمارا دل تیرے سوا کسی سے مرعوب نہ ہو اے ہمارے رب ہماری قوم کو خالد بن ولید کی شجاعت اور محمد بن قاسم کا عزم دے آمین

رومن ایمپائر
بحیرہ روم
شام
فلسطین
شرق اردن
عراق
ایران
مدینہ منورہ
عرب
بحیرہ قلزم
عراق کی مہم
سنہ ۱۲ھ

باب سوئم

فتوحاتِ ملکِ عراق

عراق پر فوج کشی کے اسباب

ظہورِ اسلام کے وقت روم اور ایران میں دو زبردست سلطنتیں قایم تھیں۔ جن کا سیاسی غلبہ قریب قریب ساری دنیا پر تھا۔ عربوں کے متعلق ان دونوں حکومتوں کا رویہ یہ تھا۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے اس آزاد قوم کو اپنی غلامی کی زنجیریں پہنا دیں۔ لیکن عربوں کی فطری شجاعت، آزادی سے محبت اور صحرائے عرب کی جغرافیائی پوزیشن کے سامنے ان کا بس نہ چلتا تھا۔ ۲۴ سنہ ق م میں ایک رومی جرنیل ایلیو سی گیلس نے ایک بڑی فوج کے ساتھ عربوں کی آزادی پر بھرپور وار کیا بھی تھا لیکن اسے عبرتناک ہزیمت کا منہ د پڑا تھا اور اس کے رومی سپاہیوں کو اندرونِ عرب تک قدم بڑھانے کا نہ ہوا تھا۔

یہی حال ایرانیوں کا تھا۔ ان کی طرف سے کئی بار کوشش ہو چکی

تھی۔ کہ دنیا کی دیگر اقوام کی طرح عرب بھی ان کے حلقہ بگوش بن جائیں لیکن رومیوں کی طرح وہ بھی اپنے مقصد میں ناکام رہے تھے۔

عربوں کے مقابلے میں اپنی فوجی طاقت کو بیکار سمجھتے ہوئے ان دونوں سلطنتوں نے حکمتِ عملی اور سیاسی داؤں گھات سے عربوں کو بے بس بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ خزاعہ۔ جہنیہ۔ بہی۔ کلب۔ سنجم۔ غسان۔ بہرا اور تنوخ وغیرہ عرب کے شمالی علاقوں میں بسنے والے عرب قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی اپنی سرحدوں پر حیرا اور غسان دو نیم آزاد ریاستیں قایم کر دی تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کی حیثیت بفر سٹیٹ کی تھی

حیرا کی ریاست جس کا اثر و اقتدار پورے عراق پر پھیلا ہوا تھا۔ ایرانیوں کی پروردہ تھی۔ گویا اس طرح عراق عرب پر ایرانیوں کو سیاسی غلبہ حاصل تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی کر کے عرب کے اندرونی علاقوں میں منافقین اور مرتدین کا زور توڑ دیا تو ان اسلام دشمن طاقتوں نے حیرا اور غسان کا رُخ کیا اور ایرانیوں اور رومیوں نے اسلام کے ان باغیوں کی پشت پناہی کی اور انہیں اکسایا کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

ایک تو اس لئے۔ کہ مفرور منافق اور مرتد اپنی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے سرحدوں کے قریب بسنے والے مسلمانوں کے لئے مصیبت ثابت ہو رہے تھے دوسرے مسلمانوں کے سیاسی وقار کا تقاضا تھا کہ فساد کی

اس چنگاری کو دامن تک پہنچنے سے پہلے بجھا دیا جائے۔ چنانچہ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حالات کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید اور عیاض بن غنم دو جرنیلوں کو عراق کی مہم کے لئے منتخب فرمایا حضرت خالدؓ کو حکم ہوا۔ کہ وہ ابلہ کی ایرانی چھاؤنی پر حملہ کریں اور عیاض بن غنم کو شمالی طرف مصیخ کے مقام پر حملہ کرنے کا حکم دیا جب یہ دونوں فوجیں اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئیں تو غوث حمیری اور قعقاع بن عمرو کو ان دونوں سرداروں کی امداد کے لئے فوجیں دے کر روانہ کیا۔

اس موقع پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز نے اپنی ناعاقبت اندیشی کے سبب حیرا کے عرب سردار نعمان بن ثابت کو قتل کر کے اس ریاست کا کل انتظام خود سنبھال لیا تھا۔

ایرانیوں کے ساتھ پہلا معرکہ

حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر مثنیٰ کو سالار مقرر کر کے مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ کیا۔ دوسرا حصہ عدی بن حاتم کی کمان میں دے کر مثنیٰ کے پیچھے روانہ کیا اور بقیہ فوج کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ یہ تینوں لشکر الگ الگ راستوں سے روانہ ہوئے۔ طے یہ پایا کہ حفیر کے مقام پر سب اکٹھے ہو جائیں۔ غالباً یہ حکمت عملی اس لئے اختیار کی گئی کہ دشمن کو حملے کا صحیح مقام معلوم نہ ہو سکے اور وہ اپنی طاقت کو تین مقامات کی طرف منتقل کرنے پر مجبور ہو جائے۔

ابلہ کی چھاؤنی کا گورنر ان دنوں ہرمز نامی ایک ایرانی سردار تھا۔ اس نے اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع پاکر اردشیر شہنشاہ ایران کو صورتِ حال سے اطلاع دی اور خود اپنی فوجوں کو منظم کر کے کاظمہ کے مقام پر آپہنچا۔ جو بصرہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک ساحلی مقام ہے۔ اس کے بعد جب اسے اطلاع ملی کہ مسلمان فوجیں حفیرہ کے مقام پر جمع ہو رہی ہیں تو اس طرف کا رخ کیا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے کاظمہ کی طرف کوچ کر دیا اور ہرمز کو پھر پلٹنا پڑا۔

ہرمز کو اس بات کا پوری طرح احساس تھا کہ ایرانی سپاہی مسلمانوں کی شجاعت سے بہت مرعوب ہیں۔ اس لئے اس نے یہ تدبیر کی۔ کہ لڑنے والے سپاہیوں کو لمبی لمبی زنجیروں سے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔ تاکہ کوئی بھاگنا چاہے تو بھاگ نہ سکے۔ اسی لئے اس جنگ کو جنگِ ذات السلاسل بھی کہتے ہیں۔

فریقین نے ایک میدان میں صف آرائی کی۔ اسلامی لشکر ایسے مقام پر اپنے خیمے نصب کرنے لگا۔ جہاں پانی نہ تھا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا "اسلامی لشکر پانی کے بغیر مر جائے گا۔" آپ نے جواب دیا "صبر کرو۔ اللہ تعالٰے مسبب الاسباب ہے۔" یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب اتارنے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا آیا جس کے برسنے سے ارد گرد کے سب چشمے لبریز ہو گئے۔

صفیں مرتب ہونے کے بعد حضرت خالدؓ میدان میں آئے اور اپنے مقابل کو لڑائی کے لئے طلب کیا۔ ہرمز ان کی آواز سن کر میدان میں آیا اور حضرت خالدؓ نے نہایت آسانی سے اس کی تلوار چھین لی۔ یہ واقعہ دیکھ کر ہرمز کی فوج کا ایک دستہ مدد کے لئے بڑھا لیکن حضرت خالدؓ نے اسکے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز کا کام تمام کر دیا۔

یہ ہولناک واقعہ دیکھ کر لشکرِ فارس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور وہ میدان سے بھاگ نکلا۔ تھوڑی دُور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ دشمن پلٹ کر حملہ نہیں کرے گا۔ تو اپنے مقام کی طرف پلٹ آئے۔

لڑائی کے بعد مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر دربارِ خلافت میں روانہ کیا گیا۔ خمس میں ہرمز کی بیش قیمت ٹوپی بھی شامل تھی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ دستور کے مطابق حضرت خالدؓ ہرمز کا تمام سامان اپنے پاس رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

"جو شخص کسی دشمن کو جہاد میں قتل کرے وہی اسکے سامان کا حقدار ہے"

لیکن حضرت خالدؓ نے وہ ٹوپی دربارِ خلافت میں بھیج دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خالدؓ کے ایثار سے بہت خوش ہوئے اور ٹوپی انہیں واپس کر دی۔

بصریٰ کی طرف روانگی

یہاں سے روانہ ہو کر حضرت خالدؓ بصرے پہنچے۔ مثنیٰ ابن حارثہ کو ہزیمت خوردہ ایرانیوں کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰ نے حصن المرأۃ کا

محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ انہی ایام میں خالدؓ بن ولید نے معقل بن مقرن کو ایلہ کی طرف روانہ کیا تھا لیکن اس کو عتبہ غزوان نے زمانۂ خلافت عمرؓ (سنہ ۱۴ھ) میں فتح کیا۔ خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے کاشت کاروں سے بموجب حکم خلیفۂ رسولؐ اللہ کچھ تعرض نہ کیا۔

جنگ نہر

اردشیر نے ہرمز کی اطلاعی عرضداشت پر (جس میں آنے خالدؓ کی آمد کے متعلق لکھا تھا) قارن بن قریانس کی قیادت میں ایک لشکر کمک کے لئے روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز مارا جا چکا تھا اور اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ چکے تھے مقام مذار میں قارن کی ہرمز کے ہزیمت خوردہ لشکر سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دم دلاسا دے کر اپنے ہمراہ لے لیا اور لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے نہر پر آ کر ٹھہرا۔

خالدؓ بن ولید یہ خبر پاتے ہی قارن کے مقابلہ کو آ گئے۔ یہاں مسلمانوں اور ایرانیوں میں نہایت سخت مقابلہ ہوا۔ اثنائے جنگ میں معقل بن الاعشی نے قارن کو اور عاصم نے انوشجان کو اور عدی نے قباذ کو ایک ہی حملہ میں مار ڈالا۔ چنانچہ لشکر فارس کو شکست ہوئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایرانیوں کی بدحواسی کا صرف اسی ایک بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بھاگنے والوں میں سے تقریباً تین ہزار نہر میں ڈوب کر مر گئے۔

کاشت کاروں نے جزیہ دے کر اسلامی علم حکومت کے سایہ میں پناہ لی۔

جنگ ولجہ

اس ہزیمت کے بعد اردشیر نے اندرزغر کو روانہ کیا جو ایک نامی شہسوار تھا۔ اور اس کے پیچھے بہمن جادویہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اندرزغر نے علاوہ اپنی ہمراہی فوج کے حیرہ و کسکر کے درمیانی علاقے سے دہقانوں کی ایک بڑی تعداد کو فوج میں بھرتی کر لیا۔ اس لشکر نے ولجہ میں صف آرائی کی۔ جو کسکر کے قریب ایک اہم فوجی مقام ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نہر عبور کر کے اسکے مقابلہ کو آئے اور صفر ۱۲ھ میں لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کا ایک حصہ کمین گاہوں میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ بقیہ لشکر کو دو حصوں میں منقسم کر کے صفیں درست کیں۔ دشمن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے ایک فوجی چال چلی۔ آپ اسلامی لشکر کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹاتے ہوئے ایرانیوں کو اس جگہ لے آئے جہاں مسلمان سپاہی چھپے ہوئے تھے۔ یکایک اس پوشیدہ لشکر نے عقب سے حملہ کر دیا۔ اور وہ اسلامی فوج جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی سینہ سپر ہو کر سامنے ڈٹ گئی۔ حضرت خالدؓ نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر دائیں بازو سے لشکر فارس پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے ایرانی بدحواس ہو گئے اور سراسیمگی کی حالت میں راہ فرار اختیار کی۔ ہزاروں آدمی کام آئے۔ اندرزغر لڑتے لڑتے شدت تشنگی سے مر گیا۔

جنگ الیس و امغیشیا

جنگ ولجہ میں عرب کے ایک عیسائی قبیلے بکر بن وائل کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے اور ان کے دو سردار جابر بن بجیر اور ابن عبدالاسود مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے۔ اس لئے بنی وائل کے نصرانی برہم ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے الیس میں جمع ہوئے اور عبدالاسود عجلی کو اپنا سردار بنالیا۔

اردشیر نے ان کی امداد کے لئے اپنے مشہور جرنیل بہمن جادویہ کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ بھیجا۔ خالدؓ بن ولید بھی اپنی فوجوں کے ساتھ بڑھے بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور یہاں بھی ایرانی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے مؤرخین کے اندازے کے مطابق اس لڑائی میں نوّے ہزار ایرانی کام آئے

الیس کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے امغیشیا کا رُخ کیا عیسائی پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس لئے بغیر کسی مزاحمت کے یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فتح حیرہ

اس مہم سے فراغت کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر اور اسباب کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر حیرہ کو روانہ ہوئے حیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک قدیم شہر تھا۔ جسے بخت نصر کے زمانے میں عرب بادشاہوں کا دارالحکومت ہونے کی عزت حاصل تھی۔ حیرہ کے گورنر مرزبان نے حیرہ سے غریبین میں پہنچ کر لشکر مرتب کیا اور اپنے لڑکے کو خالدؓ کے مقابلہ پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ اسلامی لشکر خشکی پر قدم نہ رکھنے پائے۔ خالدؓ بن ولید نے اس سے فرات بادقلہ پر مقابلہ کیا اور مع اس کے

کل ہمراہیوں کے قتل کر کے حیرہ کی طرف بڑھے۔

اہل حیرہ خالدؓ کی آمد کی خبر سنکر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ طویل محاصرہ سے محصورین بھوک پیاس سے مرنے لگے تو انہوں نے قلعہ سے دو معززین شہر ایاس بن قبیصہ اور عمرو بن عبدالمسیح کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ وہ لوگ محاصرہ سے اس قدر تنگ آچکے تھے کہ عبدالمسیح اپنے ساتھ زہر کی شیشی لے کر آیا۔ کہ اگر مسلمانوں سے صلح نہ ہو سکے تو وہ زہر کھا کر مر جائے۔ حضرت خالدؓ نے ایک لاکھ نوے ہزار دینار جزیہ لے کر اہل حیرہ سے صلح کر لی۔

حیرہ کے گرد و نواح کے دیہات و قصبات اور چھوٹے چھوٹے شہروں کے لوگ جو دور سے حیرہ کا انجام دیکھ رہے تھے۔ فتح حیرہ کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور اسلام کی پناہ میں آ گئے۔

حضرت خالدؓ نے ضرارؓ بن ازور۔ ضرارؓ بن خطاب۔ قعقاع بن عمرو اور مثنیٰؓ بن حارثہ و عتیبہؓ بن اشماس امراء لشکر کو سواد حیرہ کی طرف بھیج کر حکم دیا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ تو اُن سے تعرض نہ کرنا ورنہ لڑائی کے سوا چارہ نہیں۔ ان لوگوں نے حیرہ سے دریائے دجلہ تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

اسی اثناء میں حضرت خالدؓ نے ملوک فارس کو اس مضمون کا خط لکھا:۔

امابعد فالحمد للہ الذی ـ جمیع ستائش اس خدا کے لئے ہے جس نے

حلّ نظامكم ووهن كيدكم وفرّق كلمتكم ولو لم نفعل ذالك كان شرًّا لكم فادخلوا الى امرنا ندعكم وارضكم ونجوزكم الى غيركم والّا كان ذالك فانتم كارهون على ايدي قوم يحبّون الموت كما تحبّون الحياة۔

تمہارے حوصلے پست کر دئیے اور تمہارے مکر کو سست کر دیا اور تمہارے گروہ کو متفرق کر دیا اور اگر ہم ایسا نہ کرتے یعنی حملہ نہ کرتے تو تمہارے لئے برائی ہوتی پس تم لوگ ہمارے مطیع ہو جاؤ ہم تمہیں اور تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے یعنی تم سے تعرض نہ کریں گے ورنہ یہ ہوگا کہ تم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو گے جو موت سے اتنی ہی محبت رکھتے ہیں جتنی تم حیات سے۔

اس کے علاوہ ملوک فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا۔

اما بعد فالحمد لله الذي فضّ حدّتكم وفرّق كلمتكم وجعل حدكم وكسر شوكتكم فاسلموا تسلموا فالّا فاعتقدوا اذا منى الذمة وادّوا الجزية والّا فقد

تمام ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے تمہاری سختی اور جرأت کو توڑ دیا اور تمہارے گروہ کو متفرق کر دیا اور تمہاری بے حرمتی کی اور تمہاری شان و شوکت خاک میں ملا دی پس اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے یا ہماری پناہ میں آجاؤ اور جزیہ ادا کرو ورنہ بےشک میں ایسی قوم کو تم پر

جئتکم بقوم یحبون | لایا ہوں جو موت کو ایسا ہی دوست
الموت کما تحبون | رکھتی ہے جیسے تم لوگ شراب نوشی کو
شرب الخمر" | دوست رکھتے ہو۔

اگرچہ اس زمانے میں عجم میں اردشیر کی موت کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوکی کے خالدؓ بن ولید کے مقابلہ کے لئے وہ سب متفق ہو گئے۔ کیونکہ خالدؓ کا خطرہ سب کو یکساں لاحق تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر مرتب کیا۔

فتح انبار و عین التمر

بغداد کے مغرب میں دریائے فرات کے کنارے ایک خوبصورت شہر آباد تھا جس کا نام انبار تھا۔ حیرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد حضرت خالدؓ انبار کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش پر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ ادھر شیرزاد والیِ ساباط لشکرِ انبار کا افسر اعلےٰ تھا۔ اس نے شہر کی فصیلوں کی مرمت وغیرہ کرانے کے علاوہ چاروں طرف گہری خندق کھدوا دی تھی۔ تاکہ مسلمان فصیل تک نہ پہنچ سکیں۔

حضرت خالدؓ نے انبار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر کی فصیلوں کے مقابلہ پر مٹی کے دمدمے تعمیر کرا کے شہر پر تیر اندازی شروع کی۔ زرہ پوش ایرانی سپاہیوں کی لڑائی کے طور طریقے دیکھنے کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا۔ جہاں تک ہو سکے دشمن کی آنکھ کو نشانہ بناؤ۔ چنانچہ مسلمانوں کی تیر اندازی سے ہزاروں ایرانی سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں

اسی وجہ سے اس لڑائی کو ذات العیون بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد کمزور اور بوڑھے اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا گیا۔ اور اس پر سے حضرت خالدؓ اسلامی لشکر کو لے کر انبار کی فصیل تک پہنچ گئے۔

اس مقام پر مسلمانوں اور کفار میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے ہر چند اسلامی لشکر کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے دم بہ دم آگے بڑھتا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی فوج کا ہر سپاہی موت سے ہم آغوش ہونے کے لئے فرطِ شوق سے والہانہ طور پر آگے بڑھ رہا ہے بہادری اور جرأت کے اس حیرت انگیز نظارے سے شیرزاد مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور لاچار ہو کر حضرت خالدؓ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے اس شرط پر کہ شیرزاد مع چند خاص آدمیوں کے صرف تین روز کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے۔ صلح کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ شیرزاد اس شرط کے مطابق شہر چھوڑ کر بہمن جادویہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت خالدؓ مظفر و منصور شہر انبار میں داخل ہو گئے۔

اس کامیابی کے بعد خالدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم بنایا اور عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں عمران بن بہرام عجم کا ایک گروہ عظیم اور عقہ بن ابی عقہ عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے علاوہ گرد و نواح کے عرب قبائل نمر تغلب زیاد وغیرہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ عقہ نے ابنِ بہرام سے کہا۔ کہ ہمیں خالدؓ سے لڑنے دو کیونکہ ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی کو عرب ہی خوب سمجھتا ہے۔"

ابن بہرام نے کہا۔ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ بے شک لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے"
ابن بہرام نے یہ جواب دے کر عقہ کو خالدؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ خالدؓ نے
تن تنہا عقہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر عقہ کا لشکر بغیر لڑے میدان
جنگ سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے ان کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

ابن بہرام پر اس واقعے سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میدانِ جنگ
میں تو آنے کا کیا ذکر، وہ قلعہ بھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عقہ کے ہزیمت خوردہ
ہمراہیوں نے قلعہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کو
حکم دیا کہ سختی سے محاصرہ کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہی روز میں محصورین نے
عاجز آ کر فتحمند سپہ سالار سے امن کی درخواست کی لیکن خالدؓ بن ولید نے
امان دینے سے انکار کیا اور بزورِ شمشیر انہیں قلعہ سے باہر نکال کر قلعہ پر
قبضہ کر لیا۔ اس کامیابی کے بعد خمس اور فتح کی خبر دے کر ایک قاصد
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس روانہ کیا گیا۔

دومتہ الجندل

فتح عین التمر کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس عیاض
بن غنم کا خط آیا۔ جو نصرانیوں اور مشرکین عرب بہرا
کلب غسان۔ تنوخ اور ضجاعم سے دومتہ الجندل میں لڑ رہے تھے۔ دمشق
سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کریں تو ساتویں منزل پر دومتہ الجندل آتا ہے
عیاض نے نصرانیوں اور مشرکین عرب کے مقابلہ میں حضرت خالدؓ سے مدد
کی درخواست کی تھی۔

دومتہ الجندل میں دو عیسائی رئیس تھے۔ ایک اکیدر بن عبدالملک

اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ اکیدر نے حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر پاکر اپنے ہمراہیوں سے صلح کے لئے کہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔

اکیدر کا تبوک میں حضرت خالدؓ سے مقابلہ ہو چکا تھا حضرت خالدؓ اسے گرفتار کر کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اسے رہا کر دیا تھا۔ اکیدر حضرت خالدؓ کی شجاعت اور عسکری قابلیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ حضرت خالدؓ کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔

جب حضرت خالدؓ دومۃ الجندل پہنچے۔ تو حضرت عیاض پہلے ہی سے کفار کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ آپ نے دوسری جانب سے حملہ کر کے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر لیا۔

ادہر ایرانی سپہ سالار جودی بن ربیعہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو عیاض کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ کو نکلا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر سے نکل کر جودی کو للکارا جس وقت جودی میدان میں آیا۔ تو آپ نے اس کے حملہ کرنے سے پیشتر ہی دوڑ کر اسے گرفتار کر لیا۔ حضرت خالدؓ کی یہ جرأت دیکھ کر جودی کے ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر حضرت عیاضؓ نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پسپا کر دیا۔ مخالفین نے ہر دو جانب سے مغلوب و مفتوح ہو کر قلعہ کی راہ لی۔ اول

دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ پر دھاوا کر کے اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔

جنگ حصید و خنافس

اہل فارس نے حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل چلے جانے کے بعد ایک بار پھر حیرہ کو واپس لینے کی کوشش کی چنانچہ سپاہ سالار زرمہر اور روزبہ انبار کی طرف بڑھتے ہوئے حصید و خنافس تک پہنچ گئے۔ قعقاع بن عمرو نے جن کو حضرت خالدؓ نے بطور نائب حیرہ میں مقرر کیا تھا۔ یہ خبر سنکر اپنی فوج تعاقب کو روانہ کی جو حصید و خنافس کے درمیان ریف میں حائل ہو گئی۔

اسی اثناء میں خالدؓ بقصد مدائن حیرہ کی جانب واپس آ رہے تھے آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی قعقاعؓ بن عمرو اور ابو لیلیٰؓ حصید میں اہل فارس سے بھڑ گئے اور ایک شدید جنگ کے بعد فتح حاصل کی۔ اس لڑائی میں عجمیوں کے لشکر کا دو تہائی حصہ تہ تیغ ہوا اور باقی ماندہ ایک تہائی خنافس کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں ان لوگوں کا ایک مشہور و نامور شہسوار مہبوزان لشکر لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو لیلیٰ نے ان کا تعاقب کیا اور مہبوزان مع گروہ مشرکین خنافس سے نکل کر مصیخ کی طرف بھاگا۔ مصیخ میں ہذیل بن عمران و ربیعہ بن بجیر جزیرۃ العرب کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ امداد کے لئے موجود تھے۔

فتح مصیخ

حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر قعقاعؓ و ابو لیلیٰؓ کو یہ ہدایت کی کہ فلاں روز اور فلاں وقت مصیخ کے قریب پہنچ جاؤ۔ جس وقت یہ لوگ حسب ہدایت مصیخ کے قریب پہنچے تو حضرت خالدؓ نے ہذیل اور اس کے ساتھیوں پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ کا

یہ منصوبہ اس قدر کامیاب رہا کہ ہذیل صرف چند آدمیوں کو ساتھ لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس لڑائی میں عبدالعزیز بن ابی رحم اور لبید بن جریر بھی کام آئے۔ چونکہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے اسلام کی تصدیق کی تھی۔ اس وجہ سے ان کا خون بہا ادا کیا گیا اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی گئی۔

ہذیل فرار ہو کر عتاب بن اسید کے پاس لبیبر میں جا پہنچا اور حضرت خالدؓ نے قعقاعؓ اور ابو لیلیٰ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خود ایک دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک خاص وقت اور جگہ پر جمع ہونے کا فیصلہ کیا۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی ثنیہ میں جو رصافہ کے مشرق کی جانب ہے۔ اہل فارس کی مدد کے لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ ایرانیوں اور عربوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر مشرکین اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ عورتوں اور بچوں کے سوا ایک متنفس بھی نہ بچا اور سب کے سب مارے گئے۔

جنگ فراض

قبل اس کے کہ ربیعہ کا واقعہ کسی کو معلوم ہو۔ خالدؓ بن ولید مہم ثنیہ سے فارغ ہو کر نہایت تیزی سے لبیبر میں عتاب بن اسید کے سر پر جا پہنچے۔ جہاں ہذیل نے جا کر پناہ لی تھی۔ آپ نے چاروں طرف سے انہیں گھیر کر ان کا قلع قمع کیا اور بعد ازاں رصافہ کی طرف بڑھے لیکن آپ کے پہنچنے سے پہلے ہذیل بن عقبہ اور اس کے

ہمراہی منتشر ہو کر بھاگ گئے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ پھر رصافہ سے زقنا اور فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں مقام شام۔ عراق اور جزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ یہاں فارس۔ عرب اور جزیرہ کی مدد کے لئے رومی لشکر قبائل تغلب، نمر اور ایاد کی بہت بڑی جماعتوں کے ساتھ موجود تھا۔ عراق پر حملے سے پہلے رومی ایرانیوں کے سخت دشمن تھے۔ لیکن اسلام کی مخالفت کے جذبے نے ان دونوں کو اکٹھا کر دیا تھا۔ ایرانیوں کی پے در پے شکستوں کا حال دیکھ کر رومیوں نے فیصلہ کیا کہ ایران کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شکست دیں اور اسی جذبے کے ماتحت وہ فراض میں جمع ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ نے فراض میں پہنچ کر روزانہ لڑائیوں اور سفر کی وجہ سے رمضان کے روزے قضا کئے۔ رومی لشکر نے فرات کے کنارے پہنچ کر کہلا بھیجا۔ کہ یا تو تم فرات کو عبور کر کے آؤ۔ یا ہمیں عبور کر کے آنے کی مہلت دو۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ تم خود فرات کو عبور کر کے آؤ۔ اس پر رومی لشکر نے درخواست کی کہ آپ ذرا ہمارے راستے سے ہٹ جائیں حضرت خالدؓ نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ چار و ناچار رومی فرات کو نیچی جانب سے عبور کر کے حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آگئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔

رومی اور ان کے ہمراہی ایک آخری فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے تھے اسلامی لشکر اگرچہ آئے دن کی لڑائیوں سے تھک چکا تھا اور مجاہدین اسلام زخموں سے چور تھے لیکن اللہ اکبر کے نعروں کی صدائیں انکی رگ و پے میں

جوش کی بجلیاں دوڑا دیتی تھیں اور جہاد کے لئے ان کے جذبوں کو تر و تازہ کر کے ان کی ہمتوں کو بلند کرتی تھیں۔ مسلمان بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اس جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر وار کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامی سرداروں کو ان کے مقابل ہونے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔

آخر کئی روز کی مسلسل لڑائی کے بعد رومی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور ان کے بھاگنے پر دیگر قبائل بھی بھاگ گئے۔ مؤرخین کے اندازے کے مطابق اس لڑائی میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے۔ کفار کی لاشوں سے میدان جنگ پٹا پڑا تھا۔ خدا پرستوں کی مجاہدانہ اور ان تھک کوششوں نے اصنام پرستوں کی جماعتوں کا جو اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے خدا کے نور کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے۔ قلع قمع کر دیا۔ فراض عراق کی آخری دفاعی چوکی تھی۔ اسے سر کرنے کے بعد حضرت خالدؓ ضروری انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے اور مفتوحہ علاقوں کا خاطر خواہ بندوبست کرنے کے لئے لشکر کے مختلف سرداروں کو مقرر فرمایا۔

سفرِ حج

جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ آخر ماہ ذیقعدہ تک فراض میں مقیم رہے اور جب اس ماہ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی رہ گئیں۔ تو حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو واپس ہونے کا حکم دیا اور ساقہ کے ساتھ شجرہ بن الاعز کو روانہ کیا۔ خود فراض سے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خفیہ طور پر حج کے لئے روانہ ہوئے اور حج کر کے اس عجلت کے ساتھ واپس آئے کہ حیرہ میں اسلامی لشکر سے آملے۔ کسی متنفس کو

بجز ان کے جنہیں پہلے سے معلوم تھا۔ آپ کے آنے جانے کا حال معلوم نہ ہوا۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس زمانہ میں حضرت خالدؓ کو عراق سے شام کی مہم پر جانے
کا حکم دیا اور آپ خلیفۃ المسلمین کے حکم کی تعمیل میں شام کی مہم پر روانہ ہو گئے
حضرت خالدؓ محرم سنہ ۱۲ھ سے صفر سنہ ۱۳ھ تک کل ایک سال دو ماہ عراق میں
رہے اور اپنی بے مثال شجاعت اور تدبر سے اس ملک پر مکمل قبضہ کر لیا۔

Azad College Student,
Lahore.
7/11/57.

رومن ایمپائر
شام
حمص
دمشق
جزیرہ روم
بیت المقدس
فلسطین
عمان
شرق
اردن
حضرت خالد بن ولید
ایران
حضرت عمرو بن العاص
مدینہ منورہ
عرب
شام کی مہم
سنہ ۱۳ھ
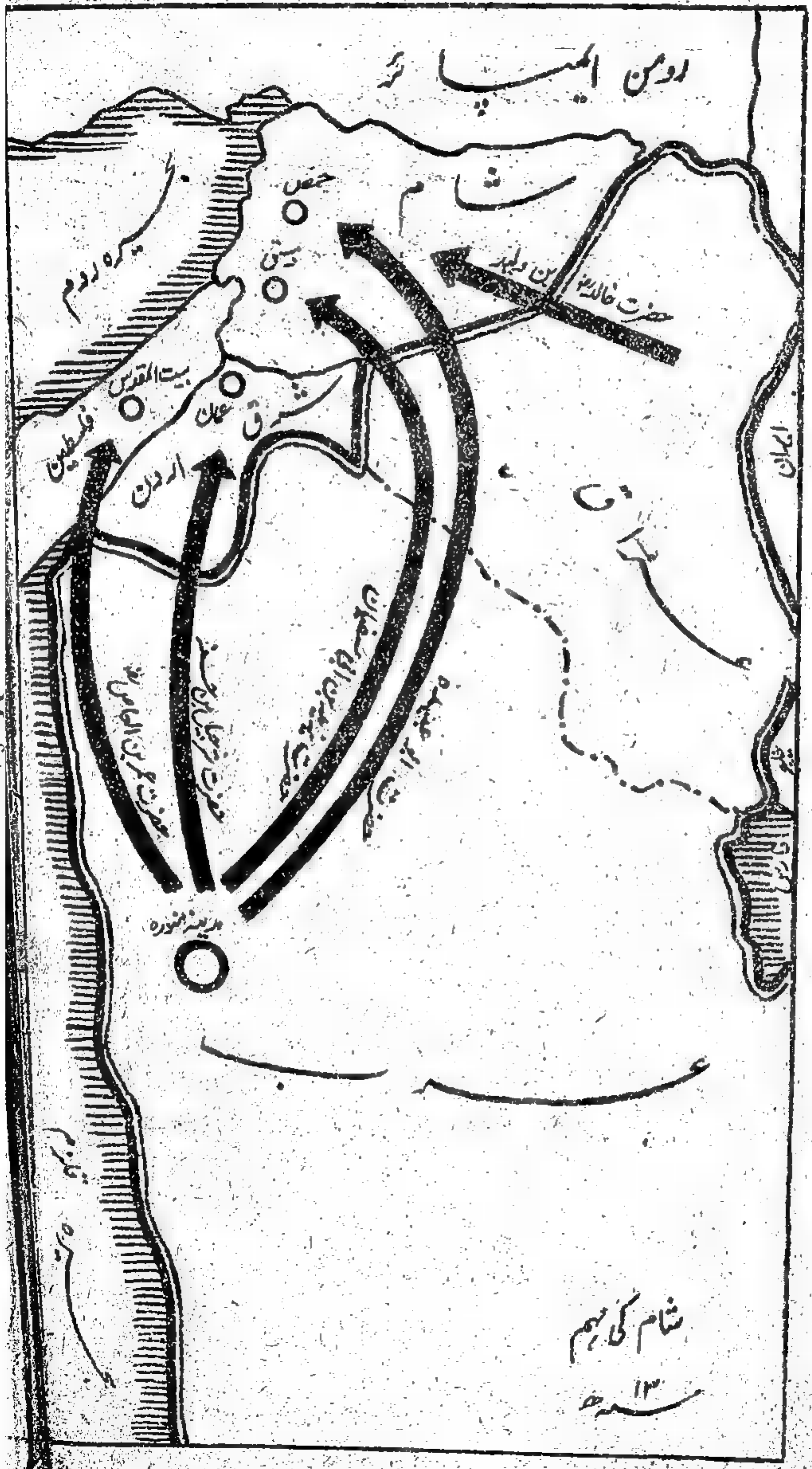
باب چہارم

فتوحاتِ ملکِ شام

شام پر فوج کشی کے اسباب

کسریٰ کی طرح قیصر کی حکومت کا وجود بھی مسلمانوں کے لئے سر پر لٹکی ہوئی تلوار کے مترادف تھا۔ بلکہ ایک طرح تو رومی ایرانیوں سے بھی زیادہ خوفناک دشمن تھے۔ مصر اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد رومیوں کے حوصلے اس قدر بڑھ چکے تھے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو اپنے مقابلے میں حقیر سمجھتے تھے۔ خاص طور پر عربوں کے متعلق ان کے خیالات نہایت ہی پست تھے۔ اس جزیرہ نما کے باشندوں کو وہ جانوروں کی طرح حقیر سمجھتے تھے۔

ظہورِ اسلام کے بعد عرب قوم کی رگوں میں زندگی کے نئے خون کی گردش دیکھ کر رومیوں کا قومی تعصب اور زیادہ ہو گیا اور قیصر اور اس کے حواریوں نے اس بات کے لئے اپنے تمام ذرائع وقف کر دیئے تاکہ

جس طرح بھی ہو سکتا ہے مسلمانوں کو کچل دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک طرف ان عرب قبائل کی ملی بھگت کی جو مسلمانوں کے لیے پریشانی کا سبب بنے ہوئے تھے اور دوسری طرف ایرانیوں سے ساز باز کر کے بغیر کسی وجہ کے فراض کے میدان میں حضرت خالدؓ کے مقابلے پر فوجیں بھیج دیں۔ گویا بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ان حالات میں ضروری تھا کہ مسلمان اپنے اس زبردست دشمن کے مقابلے پر آتے۔

اس کے علاوہ شام پر حملہ کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی جا سکتی ہے کہ قومی عصبیت کے اندھے جوش کی وجہ سے رومیوں نے شام کے باشندوں کی زندگی دشوار کر رکھی تھی۔ مطلق العنان شہنشاہیت کے ساتھ جس قدر نا انصافیوں اور بے رحمیوں کے تصورات وابستہ کئے جا سکتے ہیں قیصر کی حکومت ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس وقت کا ایک عام رومی باشندہ آج کے ہٹلر اور مسولینی سے کم نہ تھا۔ ایک رومی کو قومی طور پر اس بات کا حق پہنچتا تھا کہ وہ دوسری قوم کے کسی بھی شخص کی جان۔ مال اور آبرو کو جس طرح چاہے پامال کرے۔

اسلام کے بنیادی اصول" دنیا میں امن اور انصاف قائم کرانا ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے"۔ خلیفۃ المسلمین کا فرض تھا کہ وہ شام کے مظلوم باشندوں کو رومیوں کے استبداد سے نجات دلانے کے لئے مؤثر اقدام کرتے۔ چنانچہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تسخیرِ شام کے لئے چار

فوجیں روانہ کیں۔ ایک فوج کی کمان یزید بن ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی انہیں دمشق کی طرف روانہ کیا گیا۔ دوسری فوج کی کمان شرجیلؓ بن حسنہ کے ہاتھ میں تھی انہیں شرقِ اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔ تیسری فوج کی کمان حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں حمص کی طرف روانہ کیا گیا۔ چوتھی فوج کی کمان عمروؓ بن عاص کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں فلسطین کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان سب فوجوں کا سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ کو مقرر کیا گیا۔

جب یہ فوجیں شام میں داخل ہوئیں۔ تو ہرقل والئے روم نے ایک بہت بڑی فوج ان کے مقابلے کے لئے جمع کی۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہر ایک اسلامی لشکر کا مقابلہ الگ الگ کیا جائے۔ اور انہیں آپس میں ملنے نہ دیا جائے۔

دشمن کی اتنی کثیر تعداد دیکھ کر مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہم شاید فرداً فرداً اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہ کرسکیں چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ طلب کیا۔

قاصد نے دربارِ خلافت میں پہنچ کر سب حالات بیان کئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے سوچا کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے خالدؓ سے موزوں کوئی جرنیل نہیں ہے چنانچہ آپ نے مسلمانوں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ جواب دیا۔ "جو آپ کو بہتر معلوم ہو وہ کریں۔"

حضرت ابوبکرؓ نے ایک خط حضرت خالدؓ بن ولید کو اس مضمون کا لکھا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من عبد اللہ عتیق بن ابی قحافۃ الی خالد بن ولید۔ السلام علیک فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو و اصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وانی قد ولیتک علی جیوش المسلمین وامرتک لقتال الروم فسارع الی مرضات اللہ عز وجل وقتال اعداء اللہ وکن ممن جاھد فی سبیل اللہ حق جہادہ۔

یہ خط ہے۔ از طرف عبد اللہ عتیق بن ابی قحافہ جانب خالدؓ بن ولید کے۔ سلام ہو تم پر۔ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور درود بھیجتا ہوں اسکے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ تحقیق میں نے عساکر مسلمین پر رومیوں کی لڑائی کے لئے تم کو سردار مقرر کیا۔ پس اللہ غالب اور بزرگ کی خوشنودی کے لئے جلد روانہ ہو جاؤ اور دشمنان خدا سے لڑو اور تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کیا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم وقد جعلتک الامیر علی ابی عبیدۃ ومن معہ من المسلمین۔ والسلام

پھر لکھا کہ اے مسلمانو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے اور بہ تحقیق میں نے تم کو ابو عبیدہ اور ان کے لشکر پر سردار مقرر کیا۔ والسلام

جس وقت نجم بن مفرج الکنانی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ خط لے کر حضرت خالدؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ قادسیر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خط دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ خدا اور خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم سب سے افضل ہے۔

شام کی طرف روانگی

آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی ہدایات کے مطابق نصف لشکر مثنے ابن حارثہ کی ماتحتی میں عراق میں چھوڑا اور باقی لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گئے اور ایک خط حضرت ابوعبیدہؓ کو عامر بن طفیل دوسی کے ہاتھ اس مضمون کا روانہ کیا:۔

قد ولاّنی ابوبکر علی	تحقیق حضرت ابوبکر نے مجھ کو مسلمانوں
جیوش المسلمین فلا تبرح	کے لشکروں پر سردار مقرر کیا ہے پس جب
من مکانک حتی اقدم	تک میں نہ آؤں۔ آپ اپنی جگہ سے جدا
علیک۔ والسّلام علیک۔	نہ ہوں۔ والسّلام

حضرت خالدؓ جس وقت حدروا میں پہنچے تو اہل حدروا نے راستہ نہ دیا۔ اور لڑائی پر تُل گئے۔ خالدؓ نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دے کر مصیّخ میں جا اُترے۔ مصیّخ میں بنی تغلب کا ایک گروہ اسلامی لشکر کو روکنے کے لئے جمع ہو رہا تھا۔ خالدؓ بن ولید ان سے بھی بھڑ گئے صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ ظہر کے قریب بنی تغلب میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ بہت سامالِ غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

قیدیوں میں صہبا بنت حبیب بن بجیرہ بھی تھیں جنہیں حضرت علیؓ نے

مول لے لیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ قیرہ سے روانہ ہو کر قبیلۂ کلب کے ایک چشمے قراقر پر پہنچے۔ یہاں سے آپ شام کے سرحدی مقام سوی پہنچنا چاہتے تھے۔ سوی کو دو راستے جاتے تھے۔ ایک صحرا کے گرد چکر کاٹ کر اور دوسرا صحرا کے درمیان سے گزر کر۔ پہلا راستہ بے خطر تھا لیکن بہت طویل تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور رافع بن عمیرہ الطائی کو رہبری کے لئے بلایا اور ان سے راستہ کا حال معلوم کیا۔ رافع نے کہا "آپ اس راستے کو اس لشکر و اسباب کے ساتھ طے نہیں کر سکیں گے۔ ایک تنہا سوار بھی اس راستے کو طے کرتے ہوئے خوف کھاتا ہے۔ کیونکہ آپ کو اس راستے میں پانچ دن تک پانی نہیں ملے گا"

حضرت خالدؓ نے کہا "مجھے یہ راستہ ضرور طے کرنا ہے اس سے زیادہ ضروری کام اور کیا ہوگا کہ میں مسلمانوں کی امداد کے لئے جا رہا ہوں کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ میں ان کی امداد کو نہ جاؤں۔ میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے" یہ سُن کر رافع خاموش ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے لشکر کی رہنمائی حضرت رافع کے سپرد کر دی۔ روانگی سے پہلے آپ نے لشکر سے تیس اونٹ لے کر ان کو سات یوم تک پیاسا رکھا۔ پھر ان کو اچھی طرح پانی پلایا اور ان کے منہ باندھ دئے۔ اور اہل لشکر نے اپنی چھاگلوں اور مشکیزوں کو اچھی طرح بھر کر سفر کا آغاز کیا۔

جس منزل پر آپ قیام کرتے تھے۔ دس اونٹ ذبح کرتے اور ان کے پیٹ کا پانی ٹھنڈا کر کے گھوڑوں کو پلا دیتے تھے اور گوشت خود کھا لیتے تھے۔ اسی طرح تیس اونٹ تین منزلوں تک ذبح ہو گئے اور باقی دو منزلیں بغیر پانی کے طے کیں۔

پانچویں منزل پر حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی پانی نہ ملنے سے بے حال ہو گئے جب علمین کے قریب پہنچے تو حضرت خالدؓ نے رافع سے کہا "پانی کا کوئی چشمہ تلاش کرو" رافع نے جو کہ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ جواب دیا "عوسج کے درخت (اراک) کو دیکھو" مسلمانوں نے دیکھا۔ تو نہ پایا۔ پھر رافع نے آگے چلنے کو کہا۔ چنانچہ کچھ فاصلے پر اراک کا درخت نظر آیا۔

رافع اپنا عمامہ اوپر کر کے ادھر ادھر چلے۔ یہاں تک کہ اس درخت کی جڑ کے قریب پہنچ کر لوگوں سے زمین کھودنے کو کہا۔ ابھی گز بھر گڑھا کھودا تھا کہ پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ تمام لشکر اور مویشیوں نے آسودہ ہو کر پانی پیا اور برتنوں اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔ پھر ان مسلمانوں کو جو پیاس کی شدت سے ماندہ ہو کر پیچھے رہ گئے تھے۔ لا کر پانی پلایا۔ وہاں سے تھوڑی دیر چلنے کے بعد سوئی میں پہنچ گئے۔

سوی کے لوگ عیش و عشرت میں مست تھے۔ مسلمانوں نے نہایت آسانی سے ان پر فتح پالی اور ارکہ کی طرف کوچ کیا۔

جب حضرت خالدؓ ارکہ میں پہنچے تو وہاں کے باشندے مسلمانوں کی

ہیبت سے قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے اور اپنے مذہبی پیشوا حکیم شمعان سے مشورہ کیا۔ سب لوگ اسے معتبر اور صائب الرائے سمجھتے تھے حکیم نے کہا "میں نے آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے۔ کہ پہلا اسلامی نشان عراق سے آئے گا۔ اور وہ سیاہ رنگ کا ہو گا۔ اس لشکر کا سردار تنومند اور چیچک رو ہو گا۔ جس کے دونوں کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ ہو گا اور وہی ملکِ شام کا فاتح ہو گا"۔

لوگوں نے کہا "مسلمانوں کے سردار کا بالکل یہی حلیہ ہے۔ جو تم نے بیان کیا ہے"۔ یہ سن کر حاکم ارکہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

ابھی حضرت خالدؓ نے وہاں سے کوچ نہیں کیا تھا کہ اہل سخنہ و تدمر نے بھی صلح کر لی۔ تدمر سے مصالحت کی یہ صورت ہوئی۔ کہ جب حاکم تدمر نے یہ سنا کہ ارکہ و سخنہ کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی ہے۔ تو اس نے اپنی رعیت کو یکجا کر کے کہا۔ کہ "مسلمان ہر جماعت پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں اور لڑائی کی صورت میں وہ ہمارے درخت بھی کاٹ ڈالیں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچے گا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ ہم ان سے صلح کر لیں۔ اگر ہرقل ان پر غالب آ گیا۔ تو ہم صلح توڑ دیں گے۔ ورنہ ان کی حفاظت میں رہیں گے۔ یہ لوگ عادل اور صالح ہیں۔ صلح میں ہمارا کچھ نہ بگڑے گا"۔ چنانچہ سب لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد اہلِ تدمر حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معقول شرائط پر صلح کر لی۔

حضرت خالدؓ بن ولید یہاں سے روانہ ہو کر قریتین میں پہنچے۔ وہاں کے باشندوں نے مزاحمت کی۔ لشکرِ اسلام ان کو شکست دے کر حوارین میں پہنچا۔ وہاں بھی قریتین کی سی صورت پیش آئی اور وہی نتیجہ نکلا۔ یہاں سے اسلامی لشکر فتحیابی کے ساتھ عصر کے وقت روانہ ہو کر دوسرے روز ظہر کے قریب قصم پہنچا۔ یہاں قبیلہ قزاعہ سے بنی مشجعہ رہتے تھے ان لوگوں نے حضرت خالدؓ سے صلح کر کے اپنا جان و مال بچا لیا۔ بعد ازاں اسلامی لشکر مرج رہط میں پہنچا۔ اسی دن غسان پر حملہ کیا۔ اہلِ غسان نے شکست کھائی۔ غسان سے روانہ ہو کر لشکرِ اسلام بصریٰ پہنچا۔ جو اس زمانے میں ایک معمولی سی بستی تھی۔ بعد میں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی بننے کی وجہ سے بے حد اہمیت حاصل ہوئی۔

جنگ بصریٰ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بصریٰ پہنچنے سے قبل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے چار ہزار سواروں کا ایک لشکر حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کی قیادت میں بصریٰ روانہ کیا تھا۔ وہاں کے حاکم کا نام رومانس تھا جو بڑا زیرک، بہادر اور نامور عالم تھا۔ وہ ہر سال کچھ دنوں کے لئے باہر نکل کر لوگوں کو پند و نصائح کیا کرتا تھا۔ اور اس زمانے میں ایک انبوہِ کثیر اس کے نصائح سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ شرحبیل بن حسنہ اسی زمانہ میں جب کہ خلقت کا ہجوم

اس کے پاس جمع تھا۔ بصریٰ میں پہنچے۔ بصریٰ میں بارہ ہزار جنگی سوار رواس کی خدمت میں رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سنکر وہ گھوڑے پر سوار ہوکر اسلامی سپاہ کی طرف آیا اور پکار کر کہا۔ کہ "میں رواس حاکم بصریٰ ہوں اور تمہارے سردار سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

اس پر شرجیل بن حسنہ اس کے قریب آئے اور رواس کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔ کہ "ہم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں"۔

اس نے پوچھا "کیا وہ بقیدِ حیات ہیں"؟

حضرت شرجیل بن حسنہ نے جواب دیا "وہ رحلت فرما گئے" اب صدیق اکبرؓ ان کے خلیفہ ہیں"۔

رواس نے کہا "میں سمجھتا ہوں۔ تمہارا دین برحق ہے اور تم شام وعراق کے مالک ہو جاؤ گے۔ لیکن اس وقت یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہماری جماعت بہت زیادہ ہے اور تم بہت تھوڑے ہو۔ ابوبکر صدیقؓ میرے دوست ہیں۔ اگر وہ موجود ہوتے تو میرا کہنا مان لیتے"۔

حضرت شرجیل بن حسنہؓ نے جواب دیا "یہ ابوبکرؓ کا خانگی معاملہ نہیں ہے۔ جس میں انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے کا اختیار ہو۔ یہ خدائی احکام کی تعمیل ہے۔ جس میں ابوبکرؓ اور ہر مسلمان یکساں ہے اور اس کے سرانجام دینے سے کوئی بھی انحراف نہیں کرسکتا۔ اگر ابوبکرؓ کے بیٹے یا بھتیجے دین کی مخالفت کریں تو ابوبکرؓ ان کو بھی معاف نہیں کرسکتے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو تم سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے یا تو تم اسلام لاؤ۔ یا جزیہ ادا کر کے ہماری امان میں آجاؤ۔ ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔"

روماس نے کہا: "میں واپس جا کر اپنی قوم کو سمجھاتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ کہ انہیں کیا منظور ہے۔"

روماس نے واپس جا کر اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا: "ان عربوں نے ارضِ فلسطین میں ہرقل کے بہت بڑے لشکر کو اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھگا دیا۔ اور ان کے ایک سردار خالد بن ولید نے اراکہ، سخنہ، حوران اور تدمر وغیرہ کو فتح کر لیا ہے اور وہ عنقریب یہاں آنے والا ہے اسلئے مصلحت اسی میں ہے کہ تم ان سے صلح کر لو۔"

یہ سنکر لوگ روماس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہا: "تو ہمیں بزدل بناتا ہے؟" اس نے بات بناتے ہوئے کہا: "میں تو تمہارا جوش دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب سے آگے رہوں گا۔"

اس گفتگو کے بعد رومی لشکر نے مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ رومیوں کی کثیر تعداد کے سامنے اسلامی سپاہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے سیاہ اونٹ کے پہلو میں ایک تل کی سفیدی۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ دلاورانِ اسلام کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے اور مسلمان موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ لڑائی کی گرما گرمی میں دوپہر ہو گئی۔ مسلمان پورے استقلال سے لڑ رہے تھے۔ اس وقت شرحبیل بن حسنہ نے ہاتھ اٹھا کر خداوند عز و جل

سے فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ تھوڑی دیر میں دیکھا۔ کہ حوران کی طرف سے ایک غبار آندھی کی طرح چلا آرہا ہے۔ اس کے بعد نشان اور جھنڈے دکھائی دیئے اور دو سو سواروں کا ایک دستہ جس کے آگے آگے حضرت خالدؓ بن ولید تھے آپہنچا۔ پھر بقیہ فوج آگئی۔

جس وقت رومیوں نے حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع سُنی۔ تو ان کے ہوش و حواس اور ہمت نے جواب دے دیا۔

حضرت خالدؓ نے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ سے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم نہ تھا۔ کہ اس موسم میں اس بطریق کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ پھر تم نے اپنے ساتھیوں اور نفس پر کیوں غرور کیا؟"

حضرت شرجیلؓ نے جواب دیا۔ "میں حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم کی تعمیل میں یہاں آیا ہوں۔" حضرت خالدؓ نے کہا کہ وہ نیک و سادہ آدمی ہیں۔ لڑائی کے ڈھنگ سے واقف نہیں ہیں۔"

اس روز حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو آرام کا حکم دیا جب دوسرا دن ہوا۔ تو رومی لشکر صف آرا ہوا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ کہ یہ لوگ ہم کو تھکا ماندہ سمجھ کر لڑائی میں جلدی کر رہے ہیں۔ تم لوگ خدا کے نام پر جلد مسلح ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے میمنہ پر رافعؓ بن عمیرہ الطائی کو میسرہ پر ضرارؓ بن ازور کو جو ابھی کمسن تھے اور پیدل فوج پر عبدالرحمٰن بن حمید کو مقرر کیا اور کچھ لشکر پر مسیب بن علبہ اور مذعور بن غانم کو امیر کیا اور سب کو یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ حملہ کرو۔

مسلمانوں کی صف آرائی کے بعد رومی صفوں میں سے پہاڑ سے ڈیل ڈول کا ایک زرد پوش پہلوان جھومتا جھامتا آگے آیا۔ یہ روماس تھا۔ اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر بولا "تم اپنے سردار کو میرے مقابلہ کے لئے بھیج دو۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ لشکر سے نکل کر اس کے سامنے آئے۔ اس نے پوچھا "کیا تم ہی اسلامی فوج کے سپہ سالار ہو؟"

آپ نے فرمایا "لوگ مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں جب تک کہ میں اطاعت خداؐ اور رسولؐ پر ثابت قدم ہوں۔ اور جب اس سے انحراف کروں گا۔ تو میری سرداری ان پر باقی نہ رہے گی۔"

روماس نے کہا "میں روم کے سرداروں اور داناؤں میں سے ہوں۔ حق بات دانشمند سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالے عرب میں ایک نبی کو جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے مبعوث کرے گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "ہم انہی کے نام لیوا ہیں۔"

روماس نے کہا "میں خوب جانتا ہوں۔ کہ تم لوگ حق پر ہو میں نے تمہاری طرف سے اپنی قوم کو بہت ڈرایا۔ لیکن وہ نہیں مانتی۔ اب میں اس سے خوفزدہ ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ "تو کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جا پھر تیرا اور ہمارا حال یکساں ہو جانے گا۔"

اُس نے کہا "مجھے اپنی قوم سے خطرہ ہے۔ کہ میرے اسلام کی خبر پاکر وہ مجھے مار ڈالیں گے اور میرے اہل و عیال کو قید کر لیں گے اسلئے میں پھر اپنی قوم کو سمجھانے اور ڈرانے جاتا ہوں۔ شاید وہ راہ راست پر آجائے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "بغیر لڑے مت جا۔ ورنہ تیری قوم شبہ کرے گی۔ میں تجھ پر حملہ کرتا ہوں اور تو مجھ پر حملہ کر۔ تاکہ تیری قوم تجھ پر مجھ سے ساز باز کر لینے کی تہمت نہ لگا سکے۔"

اس گفتگو کے بعد دونوں نے لڑائی کے داؤ پیچ دکھائے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ روماس نے کہا۔ کہ مجھ پر شدت کے ساتھ حملہ کرو تاکہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے۔ کہ دریجان جسے بادشاہ نے میری امداد کے لئے بھیجا ہے تم سے لڑے گا۔

حضرت خالدؓ نے کہا "اللہ تعالےٰ مجھے اس پر غالب کرے گا۔"

پھر حضرت خالدؓ نے روماس پر سخت حملہ کیا اور وہ بھاگ کر اپنی قوم میں پہنچ گیا اور ان سے مسلمانوں کی بہادری کا حال سنا کر کہا۔ کہ ہم چاہے کچھ کریں مسلمان شام پر قابض ہو جائیں گے۔"

اس پر رومیوں نے اسے دھمکایا اور مار ڈالنے کا قصد کیا اور کہا کہ اگر تو لڑنا نہیں چاہتا۔ تو یہاں سے چلا جا۔ روماس تو پہلے ہی یہ چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد دریجان کو اہل بصریٰ نے اپنا سردار بنا کر کہا کہ جنگ کے بعد ہم روماس کی معزولی اور تیری تقرری کی سفارش کریں گے۔ تو اپنی مردانگی کے جوہر دکھا۔ چنانچہ دریجان مسلّح ہوکر لشکرِ اسلام کی طرف بڑھا۔ اور حریف طلب کیا۔ ادھر سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سامنے آگئے اور ایک نے دوسرے پر وار کئے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اسے دبا لیا لیکن وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا اور اپنے لشکر میں پہنچ کر فوج کو یکبارگی حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت خالدؓ اس کی چال کو سمجھ گئے اور آپ نے لشکرِ اسلام کو لے کر یکایک حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کے اس حملے سے کفار کو یہ معلوم ہوا۔ کہ شہر کی دیواریں ہل رہی ہیں۔ وہ بدحواس اور سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور شہر پناہ کے دروازوں پر انہیں جا لیا۔ بعض لوگ جان بچا کر شہر میں گھس گئے اور دروازے بند کر لئے۔

جب ایک چوتھائی رات گزری۔ تو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ اور مالک اشتر نخعیؒ نے ایک سو سواروں کی معیت میں لشکر کی نگہبانی کیلئے گشت کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا۔ کہ ایک رومی کمبل کی سی پوشاک پہنے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ تو اس نے کہا۔ "ٹھہرو۔ میں روماس حاکمِ بصریٰ ہوں۔ اور تمہارے سردار سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" آپ اُسے حضرت خالدؓ بن ولید کے خیمے میں لے گئے۔

حضرت خالدؓ نے اسے پہچان کر استقبال کیا۔ روماس نے کہا "میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ میں نے اپنے غلاموں کی مدد سے شہر پناہ کو ایک طرف سے کھود کر دروازہ نکال دیا ہے۔ اہالیان شہر اس سے بے خبر ہیں۔ آپ میرے ساتھ اپنے چند معتمدین بھیج دیجئے۔ تاکہ میں انہیں رات کے اندھیرے میں اپنے مکان سے شہر کے اندر داخل کرا دوں۔ اس طرح بغیر خون خرابہ کئے یہ شہر آپ کے ہاتھ آجائے گا۔"

حضرت خالدؓ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا اسکے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ کو مع ایک سو مجاہدوں کے اسکے ساتھ روانہ کیا۔ یہ دستہ روماس کے ساتھ اس کے مکان میں داخل ہو گیا۔ اس نے انہیں ہتھیار دئے اور رومی لباس پہنا دیا۔ اور پچیس پچیس آدمیوں کو شہر کے چاروں کونوں پر متعین کر کے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ قرار یہ پایا کہ جس وقت تکبیر کہی جائے سب ایک ساتھ حملہ کر دیں۔

تکبیر کی آواز سن کر حضرت خالدؓ پروگرام کے مطابق فوج لے کر شہر کے اندر داخل ہو گئے اور تھوڑی دیر میں مسلمانوں کا غلبہ دیکھ کر بصریٰ کے مرد و زن چلّا چلّا کر امان مانگنے لگے۔ تو حضرت خالدؓ نے ہاتھ روک لیا اور ان کو امان دے دی۔ جب صبح کو اہل بصریٰ حضرت خالدؓ کے پاس صُلح کے لئے جمع ہوئے تو نہایت پشیمان تھے۔ کہنے لگے کہ پہلے سے صُلح ہو جاتی تو ہم قتل و غارت سے محفوظ رہتے۔

محاذِ شام کے کمانڈر انچیف

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے فتح شام کے لئے چار نامور سرداروں کی قیادت میں الگ الگ چار لشکر روانہ فرمائے تھے۔

لیکن جب آپ اس بات سے آگاہ ہوئے کہ قیصر اپنی تمام قوتوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں آرہا ہے اور قلتِ تعداد کی وجہ سے مسلمانوں کے چاروں لشکر الگ الگ مقابلہ نہ کر سکیں گے تو آپ نے ایک طرف حضرت ابوعبیدہؓ اور شرحبیل بن حسنہؓ وغیرہ چاروں سرداروں کو متحد ہو کر رومیوں کا مقابلہ کرنے کی تاکید فرمائی اور دوسری طرف حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ عراق کے محاذ سے فوراً شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں پہنچ کر اسلامی فوج کی قیادت کا فرض انجام دیں۔

چنانچہ جس وقت حضرت ابوعبیدہؓ کو اس بات کا علم ہوا کہ دربارِ خلافت نے حضرت خالدؓ کو محاذِ شام کا سالارِ اعلیٰ مقرر کیا ہے۔ تو خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں حضرت خالدؓ کے سپرد کر دیں

دمشق کی جانب روانگی

حضرت خالدؓ نے اہل بصریٰ سے مصالحت کر لی تھی۔ اور ایک شخص کو ان پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک خط حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو لکھا۔ جس میں فتح بصرے کی خبر دی۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ میں یہاں سے دمشق کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ آپ مجھ سے وہاں آملیں اور ایک خط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام اس عبارت کا لکھا:۔

قد سرتُ الی الشام کما	میں بموجب آپ کے حکم کے شام کی طرف
امرتنی وقد فتح اللّٰہ علی	روانہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں
یدی تدمر وادکہ وحوران	پر تدمر ارکہ حوران، سخنہ اور بصریٰ وغیرہ کو
وسخنہ وبصرہ وغیرھم ویوم	فتح کرا دیا۔ جس دن میں نے آپ کو یہ خط لکھا
کتبتُ الیک ھذا الکتاب	ہے اسی دن میں نے دمشق کی طرف کوچ
ارتحلتُ الی دمشق واسال اللہ	کر دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امداد کا طالب
النصر والسلام علیک وعلی من	ہوں۔ سلامتی و رحمت و برکت اللہ تعالیٰ
معک من المسلمین ورحمت	کی آپ پر اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں
اللہ وبرکاتہ۔	کے شامل حال ہو۔

یہ دونوں خط ایک ساتھ روانہ کر کے حضرت خالدؓ نے بصریٰ سے دمشق کی طرف کوچ کیا۔

جب ہرقل کو معلوم ہوا کہ خالدؓ بن ولید نے ارکہ، سخنہ، حوران، تدمر اور بصریٰ فتح کر لیا ہے اور دمشق کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ تو بہت پریشان ہوا اور اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ کون شخص خالدؓ بن ولید کے مقابلہ کو جائے گا؟ جو کوئی یہ کام کرے گا میں اسے ان تمام شہروں کا محصول معاف کر دوں گا۔ جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔"

کلوص نے جو ایک نامور اور بہادر سردار تھا۔ جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے لئے کافی ہوں اور انہیں شکست دے کر بھگا دوں گا۔

چنانچہ ہرقل نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ کلوص کو دمشق کی طرف روانہ

گیا۔ اس زمانے میں عزرائیل نامی ایک شخص وہاں کا حاکم تھا جب کلوص وہاں پہنچا تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا :۔

"تم لوگ عزرائیل کو اس شہر سے نکال دو۔ میں تنہا دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دوں گا۔"

لوگوں نے کہا۔" اس وقت جبکہ دشمن ہمارے سر پہ ہے ہمیں تم جیسے دس سردار بھی ہوں تو سب کی امداد کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اہل عرب سے اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ یہ وقت باہم خانہ جنگی اور نفاق کا نہیں ہے"

کلوص نے کہا۔" اچھا۔ ایک دن میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلوں اور ایک دن عزرائیل نکلے۔ دونوں میں سے جو شخص مسلمانوں کو بھگا دے وہی اس شہر کا حاکم ہو گا۔"

اہل شہر نے کلوص کی یہ رائے پسند کی اور اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید مرج غوطہ میں اترے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کی فوج ٹڈی دل کی طرح چلی آ رہی ہے" چنانچہ آپ نے فوراً صف آرائی شروع کر دی میمنہ پر رافعؓ بن عمیر الطائی کو میسرہ پر سیبؓ بن نجبۃ الفزاری کو۔ دائیں بازو پر حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو۔ بائیں بازو پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کو اور ساقہ پر سالمؓ بن نوفل کو مقرر کیا اور خود مع اپنے رفقاء کے قلب لشکر میں ٹھہرے سب سے اوّل آپ نے ضرارؓ بن ازور کو حملہ کا حکم دیا۔ انہوں نے دو حملوں

ہیں ایک ایک کر کے دس رومیوں کو ختم کر دیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ لشکر سے نکلے۔ ان کے بعد حضرت خالدؓ خود میدانِ جنگ میں آئے اور مقابلے کے لئے آنے والے سردار کو جہنم واصل کر کے دشمن کو للکارا "اگر ہمت ہے۔ تو دس سوار مجھ اکیلے کے مقابلے کے لئے آئیں لیکن دشمن نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

کلوص سے مقابلہ

ادھر تو حضرت خالدؓ بن ولید میدانِ جنگ میں اپنے مقابل کو طلب کر رہے تھے اور اُدھر زوال پذیر قوموں کے عام افراد کی طرح عزرائیل اور کلوص میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ عزرائیل کلوص سے کہہ رہا تھا "تجھے بادشاہ نے سردار مقرر کر کے میری مدد کو بھیجا ہے اور تو نے یہاں آ کر اکیلے اکیلے لڑنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ اب تو مقابلہ کے لئے نکل۔ کیونکہ تجھے شہر اور رعیت کی حفاظت کا ذمہ دار بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

کلوص نے کہا۔ "تو اس شہر میں پہلے سے حاکم ہے۔ اس لئے تو عربوں کے مقابلہ کے لئے نکل۔"

بالآخر عزرائیل اور کلوص نے قرعہ ڈالا اور قرعہ کلوص کے نام پر نکلا۔ کلوص بادلِ ناخواستہ مقابلہ کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر تم لڑائی میں میری جانب سے کچھ کمی پاؤ یا مجھے مغلوب ہوتا دیکھو تو میری امداد کرنا۔ انہوں نے کہا۔ "تیری یہ بات کمزوری اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔" پھر کلوص نے کہا۔ کہ "میرا مقابل بدوی ہے۔ میں اس کی

زبان سے ناواقف ہوں۔ اس لئے میرے ساتھ کسی ترجمان کو جانا چاہیے۔ چنانچہ جرجس نصرانی جو ایک دانشمند اور فصیح البیان آدمی تھا۔ ترجمانی کیلئے اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ کلوص نے روانگی کے وقت جرجس سے کہا۔ کہ "یہ عربی بڑا بہادر شہسوار ہے۔ اگر تم مجھے اس کے مقابلہ میں سست پڑتے دیکھو تو میری مدد کرنا میں اس کے صلہ میں تمہیں اپنا مصاحب بنالوں گا کل کو عزرائیل کی باری ہے۔ وہ مقابلہ کو نکلے گا اور مارا جائے گا۔ مجھے اس کے مارے جانے سے خوشی ہوگی۔"

جرجس نے کلوص سے کہا: "میں گفتگو میں تیری مدد کر سکتا ہوں لیکن میں جنگجو نہیں ہوں۔"

اس پر کلوص نے جواب دیا: "افسوس ہے۔ تو یہ چاہتا ہے کہ میں مارا جاؤں۔"

جرجس نے کہا: "تیری رضامندی اور اطاعت کی وجہ سے میں اپنی جان قربان کر دوں۔ تو تیرا دیا ہوا انعام و اکرام میرے کس کام کا۔"

اس گفتگو کے بعد کلوص مجبور ہو کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ کو بڑھا۔ جرجس اس کے ہمراہ تھا۔ کلوص نے جرجس سے کہا۔ کہ "ہمارے مدمقابل کو ہمارے دبدبہ اور کثرت سے خوفزدہ کر دو۔ اور ان سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

جرجس حضرت خالدؓ کے پاس آیا اور کہا۔

"اے اعرابی۔ میں تم سے ایک مثال بیان کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ

ایک شخص کے پاس کچھ بکریاں تھیں جنہیں ایک چرواہا چرایا کرتا تھا لیکن اس چرواہے کی غفلت اور کمزوری کی وجہ سے ایک درندہ روزانہ بکریوں کو پھاڑ کر کھا جاتا جب مالک حقیقت سے آگاہ ہوا۔ تو اس نے ایک دوسرا مضبوط اور مستعد چرواہا مقرر کیا۔ جو شب و روز گلہ کی نگہبانی کرتا چنانچہ درندہ جو بکریوں کو پھاڑ کر کھا جانے کا عادی ہو چکا تھا۔ حسب عادت آیا اور بکری کو اٹھانا چاہا۔ لیکن چرواہا اس کی تاک میں بیٹھا تھا۔ اس نے فوراً حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اور پھر کوئی جانور گلہ کے پاس تک نہ پھٹکا اور بکریاں درندوں کے نقصان سے محفوظ ہو گئیں،

ابتداً میں ہماری غفلت کی وجہ سے تمہیں فتوحات حاصل ہوئیں اور ہم تمہیں عاجز اور خستہ حال سمجھ کر بے پرواہ رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تم نے ہمارے بہت سے شہر فتح کر لئے تمہیں عمدہ غذائیں اور میوے کھانے کے لئے اور اعلےٰ پوشاکیں پہننے کو ملیں۔ جو تمہیں اس سے پیشتر کبھی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ تمہیں ملک گیری کی ہوس لے جانے اس مقام پر پہنچا دیا جہاں تم اب ہو۔ اور تمہارے حوصلے بڑھ گئے اس لئے خیر خواہی کے طور پر میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا مثال کے مطابق یہ شخص جو سب کے پہلو میں کھڑا ہے۔ اس مضبوط اور مستعد چرواہے کی مانند ہے اور یہ تم کو زیر و زبر کرنے اور مار ڈالنے کے لئے بہت کافی ہے۔ اس شیر نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ تم اپنا مدعا مجھ سے بیان کرو کہ کیا چاہتے ہو۔ پیشتر اس کے کہ تمہیں اس شیر سے وہ اذیت پہنچے جو

اس مضبوط نگہبان سے اس درندے کو پہنچی تھی اور تم لوگ ایسے دریا میں گھس جاؤ۔ کہ جو شخص اس میں جاتا ہے وہ غرق ہو جاتا ہے اور جو اس کا پانی پیتا ہے اس کے حلق میں وہ پانی اٹک جاتا ہے۔" آخ

حضرت خالدؓ نے جرجیس کی باتیں سنکر فرمایا۔" تو ہمارے سامنے امثال بیان کرتا ہے۔ واللہ۔ ہم تمہیں لڑائی میں ان چڑیوں کی مانند سمجھتے ہیں۔ جو شکاری کے جال میں پھنس گئی ہوں اور شکاری ان کی کثرت کی کچھ پروا نہ کرتا ہو۔ بلکہ ان کی کثرت سے خوش ہوتا ہو اور ان کو جال کے اندر بے محابا اپنی بانہیں اور اوپر نیچے سے پکڑ پکڑ کر اپنے قبضہ میں کر رہا ہو۔ اور جو تو نے ہمارے شہر اور وہاں کی قحط سالی کا ذکر کیا ہے۔ تو وہ ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے ہمیں جو کے عوض میں گندم اور کھجور کے عوض میں ترو تازہ میوہ جات اور روغن و شہد عطا فرمایا ہے۔ اور یہ ملک ہماری زمین ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم سے کیا۔ اور جو تو ہمارا مدعا پوچھتا ہے۔ تو ہم تین باتوں میں سے ایک چاہتے ہیں اور وہ یہ ہیں :-

"یا اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔ یا لڑو۔ حتیٰ یحکم اللہ بحکمہ وھو خیر الحاکمین۔" تا آنکہ اللہ تعالےٰ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور جو تو نے عظمت و بہادری اس شخص کی ہم سے بیان کی ہے۔ سو وہ ہماری نگاہ میں سب ذلیلوں سے ذلیل ہے۔ اگر وہ بادشاہ کا کارند

ہے۔ تو ہم دینِ حق کے پرستار ہیں اور خدائے وحدہٗ لاشریک کے مطیع۔ ہم تدمر۔ ارکہ۔ حوران سخنہ۔ بصرہ۔ قرتیین کے حاکم ہیں اور میرا نام خالد بن ولید ہے۔

یہ سنکر جرجیس پر خوف طاری ہوگیا اور وہ واپس چلا گیا۔ کلوص نے پوچھا۔ "جاتے وقت تو یوں تھا جیسے شیر حملہ کرتا ہے لیکن اب ڈر کر بھاگ آیا ہے۔"

جرجیس نے کہا۔ "مجھے اپنے دین کی قسم ہے۔ میں پہلے اس کو نا چیز سمجھتا تھا کیونکہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شخص اس قدر جری ہے۔ اور یہی سردار قوم ہے۔ اس قوم کا سردار جس نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور بڑوں بڑوں کو سرنگوں کر دیا ہے۔ اب تو اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھا۔"

جب کلوص نے حضرت خالدؓ کے متعلق یہ سُنا تو ڈر گیا اور لڑے بغیر لشکر کی طرف بھاگنا چاہا لیکن حضرت خالدؓ نے کلوص پر حملہ کیا اور اسے بھاگنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار وہ بھی مقابلہ پر آیا۔ اور حضرت خالدؓ نے معمولی جھڑپ کے بعد اپنے گھوڑے کو اس کے گھوڑے کے بالکل نزدیک کر کے اسکے نیزہ کو بالکل بےکار کر دیا۔ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر اسے گھوڑے پر سے کھینچ لیا۔

مسلمانوں نے بہادری کے اس عدیم المثال کارنامے کے نظارہ سے خوش ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ نے کلوص کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا اور فرمایا۔ "اس کی مشکیں باندھ لو۔" کلوص حالتِ بیقراری میں بڑبڑا رہا تھا۔

حضرت خالدؓ نے روماس کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کیا کہتا ہے ؟"

روماس نے بتایا۔ کہ یہ کہتا ہے " تم جزیہ لینا چاہتے ہو۔ تو میں تم کو اس قدر مال دینے کو تیار ہوں جتنا تم لینا چاہتے ہو۔ پھر میری مشکیں کیوں کستے ہو ؟"

حضرت خالدؓ نے کہا " مجھے یہ قوم کا سردار معلوم ہوتا ہے " اسکے بعد آپ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے ۔ جو حاکم تدمر نے آپ کے پاس بطور تحفہ بھیجا تھا ۔ اور رومیوں پر حملہ کا ارادہ کیا ۔ حضرت ضرارؓ نے آپ کو روکا اور کہا " اس رومی سردار کے ساتھ لڑائی میں آپ بہت تھک چکے ہیں۔ اب ذرا آرام کر لیجئے ۔ میں آپ کی طرف سے حملہ کرتا ہوں "۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا " راحت و آرام صرف آخرت میں ہے اور جو اس دنیا میں خدا کی راہ میں جہاد کر کے محنت اور مشقت اٹھائے گا وہی کل راحت حاصل کرے گا۔ پھر کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارا نگہبان ہے ۔ یہ کہہ کر حملہ کرنے کو بڑھے ۔

کلوص نے چلا کر کہا " قسم ہے تمہیں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ تم میرے پاس واپس آؤ ۔"

مسلمانوں نے باآواز بلند حضرت خالدؓ سے کہا " کہ یہ رومی آپ کو پکارتا ہے " حضرت خالدؓ لوٹ آئے اور روماس سے پوچھا " یہ کیا کہتا ہے ؟" روماس نے بتایا کہ " یہ کہتا ہے کہ میرے اور عزرائیل کے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ پہلے آپ سے میں لڑوں گا۔ لبعد میں وہ لڑے گا ۔ میں تو اپنا فرض پورا

کر چکا۔ اب آپ اسے مقابلہ کے لئے بلائیے۔" عزرائیل کافر کا نام

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے فرمایا "صرف عزرائیل ہی نہیں۔ میں ہر مشرک کو مقابلے کے لئے پکارتا ہوں"۔

عزرائیل سے جنگ

جب جرجیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگ کر آیا۔ تو رومیوں نے پوچھا۔ "آخر کیا معاملہ ہے جو تم اس قدر خوف زدہ ہو؟"۔ اس نے کہا "میرے پیچھے موت ہے جس سے بچنا ممکن نہیں اور وہ مسلمانوں کا سردار ہے۔ جو خود لڑنے کے لئے آیا ہے، وہ جہاں کہیں ہمیں پائے گا۔ مار ڈالے گا میں اپنی جان بچا کر بھاگ آیا ہوں"۔

رومیوں نے کہا "بزدل۔ تو نے ہمیں بھی ڈرا دیا۔ پھر فوج کے بعض سرداروں نے عزرائیل سے کہا۔ کہ کلوص بادشاہ کا مصاحب تو قید ہو گیا اور اس نے لڑنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ تیرے اور اس کے درمیان یہ شرط طے پائی تھی۔ کہ ایک دن تو لڑے اور ایک دن وہ لڑے گا۔ اس نے مقابلہ کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اب تو مقابلہ کے لئے نکل"۔

عزرائیل نے کہا "مسلمانوں کا سردار مارا جائے گا۔ تو اس کی جگہ کوئی دوسرا سردار مقرر ہو جائے گا۔ لیکن اگر میں مارا گیا تو تم بھیڑ بکریوں کی طرح بغیر چرواہے کے رہ جاؤ گے۔ اسلئے میری یہ رائے ہے کہ تم سب مل کر یکبارگی حملہ کر دو"۔

رومیوں نے جواب دیا "ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سے

لوگ مارے جائیں گے۔"

یہ جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ کلوص کے ہمراہی وہاں آئے اور چلا کر عزرائیل سے کہا۔ "تو بادشاہ کو ہمارے سردار سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ اس نے تجھ سے جو عہد کیا تھا۔ پورا کر دیا اور گرفتار ہو گیا۔ اب تو مقابلے کے لیے نکل ورنہ ہم پہلے تجھ سے لڑائی کریں گے۔"

عزرائیل نے کہا۔ "تم یہ نہ سمجھو کہ میں اس بدوی کے مقابلے سے ڈرتا ہوں۔ میں ابھی جاتا ہوں۔"

چنانچہ عزرائیل مسلح ہو کر میدانِ جنگ میں نکلا اور عربی زبان میں حضرت خالدؓ سے مخاطب ہوا۔ "اے سردار! اتنی فوج ہوتے ہوئے آخر تم خود کیوں لڑتے ہو۔ اگر تم مارے گئے۔ تو تمہارے ساتھی بھیڑ بکریوں کی مانند بغیر گلہ بان کے تتر بتر ہو جائیں گے۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ "ابھی تو نے میرے دو ساتھیوں کی بہادری دیکھی ہے۔ انہوں نے تیری قوم کے کتنے آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور اگر میں انہیں اجازت دے دیتا تو خدا کی مدد سے وہ تیری تمام صفوں کو زیروزبر کر کے غارت کر دیتے۔ میرے ساتھی ایسے ہیں جو موت کو غنیمت جانتے ہیں اور زندگی کو عذاب۔" پھر حضرت خالدؓ نے پوچھا۔ "تیرا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں شہسواروں کا سردار ہوں۔ اور میرا نام عزرائیل ہے۔"

حضرت خالدؓ یہ جواب سنکر مسکرائے اور کہا "جس کے نام پر تیرا نام رکھا گیا ہے۔ وہ تیرا مشتاق ہے۔ تاکہ تیری روح کو دوزخ میں پہنچا دے"

عزرائیل کی بہادری ملک شام میں زبان زد خاص و عام تھی۔ اس نے حضرت خالدؓ سے کہا "میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر میں چاہوں۔ تو تم پر غالب آسکتا ہوں۔ مگر از روئے شفقت عمداً تم کو چھوڑے دیتا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے صلح کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم میری قید میں آجاؤ۔ اور میں تم کو اس شرط پر رہا کر دوں گا۔ کہ تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اور جن شہروں پر تم نے قبضہ کیا ہے وہ ہمارے سپرد کر دو۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "تو ہم سے ایسی امیدیں رکھتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا یہ گروہ جنہوں نے تدمر۔ ارکہ۔ حوران سخنہ اور بصریٰ فتح کیا ہے وہ گروہ ہے۔ جس نے اپنی جانوں کو بہشت کے عوض میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ کیا ہے اور عالم آخرت کو اس عالم پر ترجیح دی ہے تجھے عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ کہ کون غالب آتا ہے۔"

پھر حضرت خالدؓ نے نہایت ہوشیاری سے عزرائیل پر حملہ کیا۔ عزرائیل خالدؓ کے دبدبہ سے ڈر گیا اور پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ آپ نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن چونکہ اس کا گھوڑا تیز رو تھا۔ حضرت خالدؓ اس تک نہ پہنچ سکے اور ٹھہر گئے۔ عزرائیل نے یہ سمجھا کہ خالدؓ مجھ سے ڈر گئے۔ اس لئے ٹھہر گیا۔ حضرت خالدؓ گھوڑا دوڑا کر اس کے قریب پہنچ گئے۔ تو عزرائیل نے کہا۔ تم یہ سمجھے ہو گے کہ میں خوف سے بھاگا ہوں۔ بلکہ میں تو تمہیں تمہارے لشکر سے دور لا کر پکڑنا چاہتا تھا

حضرت خالدؓ اپنے گھوڑے سے اُترے اور تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے۔ عزرائیل نے آپ کو پاپیادہ دیکھ کر گدھ کی طرح آپ کے گرد منڈلانا شروع کیا اور بڑھ کر آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا لیکن حضرت خالدؓ نے تلوار کی ایک ضرب سے اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور اسے گرفتار کر کے مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

عزرائیل کی گرفتاری کے بعد توما دمشق کا حاکم مقرر ہوا۔ توما بادشاہ کا داماد اور معتمد تھا۔ جب اہلِ دمشق لڑائی کے لئے تیار ہوئے تو حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ رومیوں کے دلوں پر اسلام کا رعب طاری ہو گیا ہے۔ اسلئے مصلحت یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر ان پر حملہ کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب مسلمانوں نے تکبیر کہہ کر حملہ کیا جس سے دمشق کے در و دیوار کانپ اُٹھے۔ حملہ کی شدت اور حملہ کی تاب نہ لا کر رومی میدان سے بھاگ نکلے۔ مسلمان مقامِ دیر سے دمشق کے شرقی دروازہ تک انہیں مارتے اور تعاقب کرتے چلے گئے۔ اہلِ دمشق نے شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے ساتھ جو لشکر آیا تھا۔ اس کی تعداد ۳۷ ہزار تھی۔ اور حضرت خالدؓ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کے حکم سے نصف لشکر حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ باب جابیہ پر اور نصف حضرت خالدؓ کے ساتھ باب شرقی پر اترا۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے کلوص اور عزرائیل کے سامنے اسلام پیش کیا۔

لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ تب حضرت خالدؓ کے حکم سے حضرت رافعؓ بن عمرو الطائی نے کلوص کو اور حضرت ضرارؓ نے عزرائیل کو قتل کر دیا۔

اہل دمشق نے اپنے دونوں سرداروں کے قتل۔ اپنی ہزیمت اور محاصرہ کا حال ہرقل کو لکھا۔ اور اس سے کمک کی درخواست کی۔ قاصد نے انطاکیہ پہنچ کر ہرقل کو خط دیا تو وہ پڑھ کر بہت رویا۔ اور وردان حاکم حمص کو عربوں کے مقابلہ کے علیٰ بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ جب تو بعلبک پہنچے تو رومیوں کے اس لشکر کو جو اجنادین میں جمع ہے یہ حکم دینا۔ کہ وہ لوگ ارض بلقا اور جبال سودا میں ٹھہرے رہیں اور کسی عرب کو آگے نہ آنے دیں تاکہ وہ اپنے ساتھیوں سے جو عمرو بن عاص کے ساتھ اسی نواح میں ہیں۔ نہ آملیں۔"

وردان نے کہا۔ کہ "میں خالدؓ بن ولید کا سر لے کر واپس آؤں گا۔ اور وہاں سے حجاز جا کر کعبہ اور مدینہ کو تاراج کر دوں گا۔"

ہرقل نے کہا۔ "تو ایسا کرے گا۔ تو وہ شہر جو مسلمانوں نے فتح کئے ہیں میں تجھے دے دوں گا۔ اور تو ہی میرے بعد بادشاہ ہوگا۔"

جب وردان کا یہ لشکر انطاکیہ سے روانہ ہوا تو ہرقل اپنے امراء و حکام کے ساتھ دور تک اسے رخصت کرنے کے لئے آیا۔ وردان حجرات کے راستے حمات پہنچا اور وہاں سے ایک قاصد اجنادین بھیجا اور وہاں کی فوج کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ سب راستوں کی ناکہ بندی رکھیں اور عمرو بن العاصؓ کے لشکر کو خالدؓ بن ولید کے لشکر سے نہ ملنے دیں۔"

یہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ کہ کلوص اور عزرائیل کے قتل کے بعد حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا اور اس محاصرے کو تقریباً بیس دن گزر چکے تھے۔ جس وقت حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر اجنادین میں جمع ہو رہا ہے۔ تو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے باب جابیہ پر جا کر مشورہ کیا اور کہا کہ میری رائے میں رومیوں کو یہاں پہنچنے کا موقع دینے کی بجائے اجنادین میں جا کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا "اگر ہم یہاں سے جاتے ہیں۔ تو جو تنگی ہم نے دشمن پر ڈال رکھی ہے۔ وہ دور ہو جائے گی اور وہ رسد وغیرہ کا انتظام کر کے تازہ دم ہو جائے گا۔"

حضرت خالدؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے روانگی ملتوی کر دی۔ اور تمام سرداروں کو جو دمشق کے دروازوں پر متعین تھے یہ حکم دیا کہ شدت سے حملہ کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ہر طرف سے تابڑ توڑ حملے شروع کر دئے۔ یہ محاصرے کی اکیسویں رات تھی۔ محاصرے کی سختی سے اہلِ دمشق کا حال پتلا ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ جب انہوں نے بادشاہ کی طرف سے کوئی کمک آتے نہ دیکھی۔ تو صلح کا ارادہ کر لیا۔ اور اس شرط کے ساتھ صلح کا پیغام بھیجا کہ ایک ہزار اوقیہ چاندی۔ پانچ سو اوقیہ سونا اور کچھ پارچات ریشمی لے کر مسلمان چلے جائیں۔ لیکن حضرت خالدؓ نے یہ شرط نہ مانی اور کہلا بھیجا۔ "ہم سونے چاندی کے لالچ میں یہاں نہیں آئے۔ ہمارے یہاں آنے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ اس مشرکانہ نظام کی

جگہ ایک صالح نظام قائم کریں جس میں سب کو برابری کا درجہ حاصل ہو اور سب کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

جنگ بیت لہیا

اگلے دن حضرت خالدؓ نے فوج کو لڑنے کا حکم دیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اہل دمشق شہر پناہ پر تالیاں بجا کر بچوں کی طرح اچھل رہے ہیں اور پہاڑ کی جانب دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ اسی اثناء میں غلہ فروشوں نے آ کر یہ خبر دی۔ کہ ہم نے پہاڑ کی گھاٹی کی جانب رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دیکھا ہے۔

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے فوجی سرداروں سے مشورہ کیا اور باہمی مشورے سے قرار پایا کہ کسی ہوشمند اور دلیر سردار کو پانچ سو سواروں کے ساتھ اس لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے حضرت ضرارؓ بن ازور کو اس مہم کے لئے منتخب فرمایا اور سب نے اس کی تائید کی۔ چنانچہ حضرت ضرارؓ بن ازور کو بیت لہیا کی جانب روانہ کیا گیا۔

حضرت ضرارؓ بیت لہیا تک پہنچ گئے۔ کیونکہ انہیں ایسی ایسی شواہی مہمات کے سر کرنے کا بہت شوق تھا۔

مسلمانوں نے دشمن کے لشکر کو دیکھا۔ کہ وہ پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی کی طرح پہاڑ کی گھاٹی سے اتر رہا ہے۔ تو مشورہ دیا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ہم تھوڑے ہیں۔ ہمیں واپس ہو جانا چاہیئے لیکن حضرت ضرارؓ نہ مانے۔ آپ نے فرمایا "جب ہمارا مقصد ہی شہادت کا درجہ حاصل

کرتا ہے۔ تو دشمنوں کی کثرت و قلت کا کیا ذکر۔ ہمیں کسی حالت میں بھی پیٹھ پھیر کر بھاگنا نہیں چاہیئے۔ ہمیں تعداد کی وجہ سے فتح نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ تمہیں صبر سے کام لینا چاہیئے چنانچہ حضرت ضرارؓ نے اپنے لشکر کو کمین گاہ میں بٹھا دیا اور جس وقت دشمن کی فوج زد میں آ گئی۔ تو مسلمان حملہ آور ہوئے اور شدت کی لڑائی ہونے لگی۔ حضرت ضرارؓ نے قلب لشکر میں گھس کر اس سوار کے جو صلیب بردار تھا۔ ایسا نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا اور صلیب اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ جب وردان نے صلیب کی طرف دیکھا تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس نے گھوڑے سے اتر کر صلیب اٹھانا چاہی لیکن مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ وردان نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر قلب لشکر سے فرار ہونا چاہا۔ تو اس کے ساتھیوں نے پوچھا "کہاں جاؤ گے؟" اس نے حضرت ضرارؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ میں اس جری آدمی سے بھاگتا ہوں۔ کیا تم نے اس شخص سے زیادہ ہیبتناک اور ڈرانے والا کوئی دیکھا ہے؟

حضرت ضرارؓ کی گرفتاری

حضرت ضرارؓ نے وردان کو بھاگتے دیکھ کر اس کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ اس کے بیٹے حمران نے ایک نیزہ حضرت ضرارؓ کے مارا جس سے آپ کو معمولی زخم آیا۔ لیکن آپ نے حمران پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

حضرت ضرارؓ کی عادت تھی کہ آپ خطرات سے بے پرواہ ہو کر دشمن

کی صفوں میں دُور تک گُھس جاتے تھے۔ اس لڑائی میں بھی آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ جب رومیوں نے یہ دیکھا۔ تو چاروں طرف سے نرغہ میں لے کر گرفتار کر لیا۔ حضرت ضرارؓ کی یہ پہلی گرفتاری تھی۔ یہ گرفتاری لشکرِ اسلام پر بہت شاق گزری چنانچہ انہوں نے دشمن پر تابڑ توڑ حملے کئے اور حضرت ضرارؓ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی صُورت ان کے چھڑانے کی نظر نہ آئی۔

جب حضرت خالدؓ کو حضرت ضرارؓ کی گرفتاری اور مسلمانوں کی لڑائی کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے میسرہ بن مسروق العبسی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ اپنی جگہ متعین کیا اور خود لشکر لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ نیزے سیدھے کر لو اور جب دشمن کے قریب پہنچو تو سب یکبارگی حملہ کر دو۔ شاید اس تدبیر سے ہم حضرت ضرارؓ کو چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں۔

حضرت خالدؓ نے راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص بلند قامت گھوڑے پر سوار۔ نیزہ ہاتھ میں اٹھائے جا رہا ہے۔ اور گھوڑے کی زین پر ایسے جما بیٹھا ہے گویا اس کے ساتھ چسپاں ہے۔ حضرت خالدؓ نے اس کے متعلق معلوم کرنا چاہا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

آپ میدانِ جنگ میں اس وقت پہنچے جب رافعؓ اور انکے ہمراہی استقلال کے ساتھ رومیوں سے لڑ رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ وہی سوار رومی لشکر پر اس طرح حملہ کرتا ہے۔ جیسے باز اپنے شکار پر۔

حضرت رافع سمجھے کہ یہ خالدؓ بن ولید ہیں۔ کیونکہ ایسے حملے بجز خالدؓ کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ لیکن جب حضرت خالدؓ کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ "یہ سوار کون ہے؟" انہوں نے کہا "میں خود یہ جاننا چاہتا ہوں"۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سوار خون سے لتھڑا ہوا باہر نکلا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ خولہ بنت ازور ہیں۔ انہوں نے حضرت خالدؓ کے اصرار پر اپنا نام بتایا اور کہا کہ "میں قوم مزحجہ کی عرب عورتوں میں بیٹھی تھی۔ کہ مجھے اپنے بھائی ضرار کی گرفتاری کا علم ہوا۔ چنانچہ میں فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف چل دی۔"

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے انہیں تسلّی دی اور کہا "ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ہم تمہارے بھائی کو چھڑا لائیں گے۔"

جب حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کیا تو رومی لشکر پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ وردان نے اپنے لشکر کو سنبھالنا چاہا لیکن حضرت خالدؓ نے ایک حملہ اس شدّت سے کیا کہ رومی لشکر کائی کی طرح پھٹ گیا۔ یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی مگر اب تک حضرت ضرار بن ازور کا کوئی پتہ نہ چلا اور دونوں لشکر اپنی اپنی فرودگاہوں کو لوٹ گئے۔ حضرت خولہؓ اپنے بھائی کا پتہ نہ چلنے سے مایوس ہو کر رونے لگیں۔ تو حضرت خالدؓ نے متاثر ہو کر پھر حملے کا ارادہ کیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے دیکھا کہ رومی فوج کے میمنہ سے ایک گروہ سواروں کا ان کی طرف آرہا ہے۔ مسلمان ان کے مقابلہ کو تیار تھے۔ لیکن انہوں نے

نزدیک آکر اپنے ہتھیار پھینک دئیے اور گھوڑوں سے اتر کر امان طلب کی
حضرت خالدؓ نے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے جواب دیا کہ "ہم وردان
کے لشکری اور حمص کے باشندے ہیں۔ ہم آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور
اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو امان دیں اور
ہمیں ان لوگوں میں شمار کریں جن سے آپ نے صلح کی ہے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "جب ہم حمص پہنچیں گے تو صلح کر لیں گے
لیکن تم لوگ ہمارے ساتھ رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اور دشمن
کے درمیان فیصلہ کر دے۔" پھر انہیں نگرانی میں رکھنے کا حکم دیا اور ان
سے پوچھا کہ تم نے ہمارے اس ساتھی کو بھی دیکھا ہے جس نے وردان
کے بیٹے کو قتل کیا ہے؟" انہوں نے کہا "وردان نے ان کو اونٹ پر
سوار کر کے ایک سو سواروں کی نگرانی میں حمص کی جانب ہرقل کے پاس روانہ
کیا ہے۔"

حضرت خالدؓ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور حضرت رافعؓ کو بلا کر کہا۔
"تمہاری دانائی اور تدبر سے ہم نے ارضِ سماوہ وغیرہ کو بآسانی طے کیا تھا
تم اس ملک کے راستوں سے خوب واقف ہو۔ اب مسلمانوں کو ساتھ لے کر
رومیوں کے پیچھے جاؤ۔ ممکن ہے کہ تم ضرارؓ کو چھڑا لاؤ۔"

حضرت ضرارؓ کی رہائی

یہ سنکر حضرت رافعؓ ایک سو سوار کے ساتھ
روانہ ہو گئے۔ خولہ بنت ازور بھی ان کے
ہمراہ تھیں۔ جب مسلمان سلمنیا میں پہنچے تو رافعؓ نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر

دشمن کا کوئی نشان نہ پایا۔ تب انہوں نے مسلمانوں سے کہا "شاید رومی لشکر ابھی تک یہاں نہیں پہنچا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو ایک پوشیدہ مقام پر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر میں رومی حضرت ضرارؓ بن ازور کو گھیرے میں لئے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ حضرت رافعؓ اور ان کے ہمراہی نعرہ تکبیر کہہ کر کمین گاہ سے نکلے اور یکدم دشمنوں پر جا پڑے اور آن کی آن میں ان کا صفایا کر کے حضرت ضرارؓ کو چھڑا لیا۔

حضرت رافعؓ کی روانگی کے بعد حضرت خالدؓ نے وردان کی فوج پر اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ رومی لشکر اس سختی کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلا۔ وردان ان کے آگے آگے تھا حضرت خالدؓ اور آپ کے لشکر نے وادی الحیات تک ان کا تعاقب کیا۔ وادی الحیات میں حضرت خالدؓ کی حضرت ضرارؓ۔ رافعؓ اور تمام مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اور سب مظفر و منصور دمشق کو روانہ ہوئے۔

جب وردان کی ہزیمت اور اس کے بیٹے کے مارے جانے کی خبر ہرقل کو پہنچی۔ تو اس نے وردان کو لکھا کہ تیری وہ شیخی کہاں گئی۔ جس کا تو نے روانگی کے وقت اظہار کیا تھا۔ ان بھوکے ننگے عربوں نے تیرے بیٹے کو مار ڈالا اور تجھے میدان سے بھگا دیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب تو اجنادین کی طرف روانہ ہو جا میں نے عربوں کے مقابلہ کے لئے وہاں نوّے ہزار فوج جمع کر رکھی ہے۔ تو اپنے سرداروں کے ذریعے ایسا انتظام کر کہ جو عرب فلسطین میں عمرو بن عاص کے ساتھ ہیں وہ مسلمانوں کے

سردار خالدؓ کے ساتھ دمشق میں ملنے نہ پائیں۔ وردان یہ خط ملتے ہی اجنادین کی طرف روانہ ہوگیا۔

خالدؓ بن ولید اپنے ساتھیوں سمیت وردان کی مہم سے دمشق واپس آئے۔ تو اسی وقت عباد بن سعید حضرمی حضرت شرجیل بن حسنہؓ کے فرستادہ ہوکر بصریٰ سے آئے اور حضرت خالدؓ سے کہا کہ ہرقل نے اجنادین میں نوے ہزار فوج جمع کی ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور طے پایا کہ مسلمان سرداروں کو لکھ کر تمام اسلامی سپاہ ایک جگہ جمع کی جائے۔

چنانچہ حضرت شرجیلؓ کو بصریٰ سے۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو ارض حوران سے، یزید بن ابی سفیان کو ارض بلقا سے، نعمان بن قازن کو تدمر سے اور عمرو بن العاص کو فلسطین سے خط لکھ کر بلا لیا گیا۔ تمام خطوط کا ایک ہی مضمون تھا جس کے الفاظ یہ تھے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ اما بعد فاخوانک المسلمین قد اعولوا علی المسیر الی اجنادین فان ھناک من العدو تسعین الفا وھم یریدون مسیر الینا لیطفؤا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون فان وصل الیک	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ تمہارے بھائی مسلمانوں نے اجنادین کی طرف روانگی کا ارادہ کیا ہے جہاں دشمنوں کی نوے ہزار فوج موجود ہے جو ہماری طرف آنے کا قصد رکھتی ہے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالےٰ اپنے نور کو پھیلانے والا

كتابي هذا فاقدم مع من معك من المسلمين الى اجنادين فانك تجدنا هنالك ان شاء الله تعالى والسلام عليك وعلى من معك من المسلمين ـ

ہے۔ اگرچہ کفار اس سے کتنی ہی کراہت کریں پس جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تم اپنے ہمراہی مسلمانوں کو لے کر اجنادین میں آجاؤ۔ انشاء اللہ تم ہمیں بھی وہاں پاؤ گے اور سلام ہو تم پر اور تمہارے ساتھی مسلمانوں پر ؏

اس کے بعد لشکرِ اسلام کو کوچ کا حکم ہوا۔

جنگِ شحورا

جب مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو اہلِ دمشق نے خوشیاں منائیں اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر مسلمانوں کا رُخ بعلبک کی طرف ہے تو بعلبک اور حمص کی فتح کا ارادہ ہے۔ اگر مرج شحورا کی طرف مسلمانوں کا رُخ ہے تو سمجھو کہ مسلمان رومیوں کے خوف سے حجاز بھاگے جا رہے ہیں۔ پس سب لوگ مل کر بولص کے پاس گئے۔ جو بڑا بہادر اور ہرقل کے نزدیک بڑا موقّر اور ممتاز تھا اور اس سے کہا کہ اگر تو اس وقت ہمارے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے لشکر کے پچھلے حصہ پر حملہ کر کے قابو پالے تو اس ملک میں بہت نامور ہو گا اور بادشاہ تجھ سے بہت خوش ہو گا۔ چنانچہ چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل سپاہ لے کر وہ حملہ کرنے کے لئے چل دیا اور اپنے بھائی بطرس کو پیدل سپاہ پر افسر مقرر کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح مال و اسباب اور مستورات کی

حفاظت کے لئے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اچانک آپ کے ایک ہمراہی کو دمشق کی طرف غبار نظر آیا۔ اس نے کہا کہ یہ دشمن کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا "وہ یقیناً اہل دمشق ہیں۔ اور ہماری موجودہ حالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے آئے ہیں۔ پس آپ ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ مستورات اور مال و اسباب کے اونٹ آپ سے آملے۔

تھوڑی دیر میں بولص اور بطرس اپنا اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے اور لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت خالدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے حضرت رافع کو ایک ہزار سوار دے کر مستورات کی حفاظت کے لئے روانہ کیا۔ پھر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کو۔ ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت ضرار کو اور ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت قیس بن ہبیرۃ المرادی کو یکے بعد دیگرے روانہ کیا۔ اس کے بعد آپ خود باقی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بولص سے لڑ رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کا لشکر وہاں پہنچ گیا اور شکست دے کر بولص کو گرفتار کر لیا۔

جب بولص نے اپنے سواروں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ تو اس کے بھائی بطرس نے جو دس ہزار سوار اور پیدل سپاہ کا افسر تھا۔ کچھ عورتوں کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر نہر استریاق پر بولص کی لڑائی کا انجام دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا

ان گرفتار شدہ عورتوں میں خولہ بنت ازور بھی تھیں رجب بولص کی لڑائی ختم ہوئی۔ تو حضرت ضرارؓ کو معلوم ہوا کہ آپ کی بہن بھی قیدیوں میں ہیں آپ پریشان اور رنجیدہ ہو کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور صورتِ حال سے آگاہ کیا حضرت خالدؓ نے انہیں تسلی دی اور اسی وقت دو ہزار فوج کے ساتھ نہر استریاق کی جانب روانہ ہوئے اور بقیہ لشکر اور مستورات کو حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ آپ نے تمام لشکر ابوعبیدہؓ کے ساتھ اس لئے روانہ کر دیا کہ کہیں راستہ میں وردان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو مقابلہ ہو سکے۔

جنگِ نہر استریاق

جب مسلمان عورتیں پطرس کے ساتھ نہر استریاق پر پہنچیں تو رومیوں نے انہیں بے کس و مجبور سمجھ کر اپنی زوجیت میں لینے کا مشورہ کیا۔ خولہ بنت ازور کو جو بہت خوش شکل تھیں۔ پطرس نے اپنے لئے منتخب کیا اور ان سے کہا "اے عربیہ میرے ذمہ تمہاری تعظیم ہے اور میری ملکیت میں زر اور زمین سب کچھ ہے۔ اور ہرقل کے نزدیک میرا رتبہ بہت بلند ہے۔ یہ سب چیزیں تمہارے لئے ہیں اگر تم مجھے اپنا مالک بنا لو۔"

حضرت خولہ نے جواب دیا" اگر میں تجھ پر غلبہ پاؤں تو اس چوب سے تیرا سر توڑوں گی۔ میں تو تجھے اپنی بکریوں کا چرواہا بنانے کے لئے بھی راضی نہیں۔"

حضرت خولہؓ نے سب عرب عورتوں کو غیرت دلائی کہ اگر ان

نصرانی کتوں کے مقابلے کے لئے تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو خیمہ کی چوبیں تو ہیں۔ انہیں سے ان کے سر توڑ دو اور اپنی قومی حمیت عصمت اور وقار قایم رکھنے کے لئے جان دے دو۔" چنانچہ سب عورتوں نے جان پر کھیل کر خیموں کی چوبیں نکالیں اور رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اور جس رومی سوار کو حملہ آور ہوتے دیکھا۔ مار گرایا۔ اس طرح سے تیس رومی سواروں کو ختم کر دیا۔

جب بطرس نے یہ حال دیکھا۔ تو مع اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں پر سے اترا اور تلواروں اور نیزوں سے عورتوں پر حملہ کر دیا۔ یہ عورتیں مشرکین کے مقابلہ پر نہایت ثابت قدمی اور استقلال سے جمی رہیں۔ دفعۃً حضرت خالدؓ بن ولید مع لشکر کے وہاں آ پہنچے اور اپنے ساتھیوں میں سے حضرت رافعؓ کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔ حضرت رافع نے رومی لشکر سے عورتوں کے مقابلے کا حال بیان کیا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ حضرت ضرارؓ سب سے آگے تھے اور رومیوں سے لڑنے کے لئے سخت بے قرار تھے۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کو حکم دیا کہ منتشر ہو کر رومیوں کو گھیر لو۔ چنانچہ جب رومی عورتوں سے لڑ رہے تھے لشکرِ اسلام ان پر جا پڑا اور چند ساعتوں میں رومیوں کو مار بھگایا۔ اسکے بعد اسلامی لشکر متحد ہو کر اجنادین کی طرف روانہ ہو گیا*

جنگِ اجنادین

یہ لڑائی جمادی الاول سنہ ۱۳ھ میں ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے جن سرداروں کو بلانے کے لئے خط لکھے تھے۔ وہ بعجلت تمام ایک ہی وقت میں اجنادین میں جمع ہو گئے۔ ادھر رومیوں کی کثیر التعداد فوج سے میدانِ جنگ پٹا پڑا تھا۔ ان کی نوّے صفوں میں ایک ایک ہزار آدمی تھے۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد پینتالیس ہزار تھی۔ اگلے دن جب لڑائی کے لئے صف آرائی ہونے لگی تو حضرت خالدؓ نے مسلمانوں سے کہا۔ کہ اس سے زیادہ اور کوئی لشکر تمہارے مقابلے کے لئے نہیں آئے گا۔ پھر آپ نے حضرت ضرارؓ کو حکم دیا کہ دشمن کی فوج کا جائزہ لو اور اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو احتیاط سے کام لینا اور دشمن کے قریب میں نہ آنا۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے نفس پر غرور کر کے بے جا جرأت سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ — اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

حضرت ضرارؓ دشمن کی فوج کے قریب پہنچے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لڑنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔ وردان نے اپنے سواروں کو آپ کے مقابلے کے لئے کہا۔ اور تیس سوار آپ کے مقابلے کو آئے۔ حضرت ضرارؓ نے مقابلے سے اجتناب کیا۔ وہ سوار سمجھے کہ بھاگے جاتے ہیں۔ اس لئے تعاقب کیا۔ حالانکہ حضرت ضرارؓ کا مطلب یہ تھا کہ لشکر سے دور لے جا کر

اُن سے لڑیں۔ جب لشکر سے کچھ فاصلے پر آ گئے۔ تو آپ نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چند حملوں میں انہیں کا کام تمام کر دیا۔ اور بقیہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد آپ لشکرِ اسلام میں واپس آ گئے۔

حضرت خالدؓ نے حقیقتِ حال سے مطلع ہو کر فرمایا: "میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ فریبِ نفس میں نہ آنا۔ اور ان پر حملہ نہ کرنا" حضرت ضرارؓ نے جواب دیا "ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اس خیال سے کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھاگتا نہ دیکھے۔ ان سے خلوصِ قلب کے ساتھ لڑائی کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے ان پر غالب کیا اور اگر آپ کی ملامت کا خوف نہ ہوتا۔ تو میں دشمن کے کل لشکر پر حملہ کرتا۔"

مشہور مؤرخین کی روایت کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید نے دشمن کے مقابلہ میں اپنی صفوں کو اس طرح مرتب کیا کہ میمنہ پر معاذؓ بن جبل میسرہ پر سعیدؓ بن عامر، دائیں بازو پر نعمانؓ بن منقرن، بائیں بازو پر شرجیلؓ بن حسنہ اور ساقہ میں یزیدؓ بن ابی سفیان کو چار ہزار سوار کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر مقرر کیا اور پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تمہارے جذبے سے خدا اور رسولؐ راضی ہو گئے اور تمہارے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے اگر رومیوں کا کوئی گروہ تم سے لڑے تو تم اس سے لڑو۔ اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی راہِ فرار اختیار کرے تو اس کو غیرت دلاؤ۔"

عورتوں میں خولہ بنت ازور۔ مزروعہ بنت عملوق اور سلمہ بنت

زار کے علاوہ عفیرہ بنت غفار اور ام ابان بنت عقبہ بن ربیعہ بھی موجود تھیں۔ عفیرہ بنت غفار اور ام ابان بنت عقبہ کا ابھی دنوں نکاح ہوا تھا اور ابھی ہاتھوں سے مہندی کا رنگ بھی نہیں اترا تھا۔

عفیرہ بنت غفار نے کہا "اے سردار۔ ہماری تو خواہش ہے کہ ہمیں صف اول میں کھڑا کر دو۔ تاکہ ہم رومیوں کے منہ پر تلواریں ماریں یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے"

خولہ بنت ازور نے کہا "اے امیر قسم ہے خدا کی ہمیں کسی سختی اور مصیبت کی پروا نہیں ہے۔"

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے ان کو دعا دی اور اپنی صفوں کی طرف چلے گئے۔ آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں سے خطاب کیا:۔

"مسلمانو! اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دو۔ کیونکہ خدا نے تمہارے مال و جان کے عوض تمہیں بہشت عطا کیا ہے۔ اور شانہ سے شانہ ملا کر صفوں کو سیدھا کرو۔ تمہاری کمانوں سے اس طرح ایک ساتھ تیر نکلیں گویا ایک ہی کمان کے تیر ہیں۔ کفر اپنی تمام طاقتیں مجتمع کر کے میدان میں آیا ہے۔ کافروں کی خواہش ہے کہ اسلام کے نور کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کفر کی تاریکی کے سمندر میں غرق کر دیں۔ کیا تم ان کا منصوبہ پورا ہونے دو گے۔ کیا اس بات کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ کافر فتحیاب ہوں اور اسلام کو شکست ہو جائے۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بھی نہیں ہو سکا جب فاران کی چوٹیوں پر اسلام کی پہلی کرن نمودار

ہوئی تھی۔ کفر بار بار اپنی قوت آزما چکا ہے۔ نہ اس سے پہلے کبھی کامیابی حاصل ہوئی نہ اب ہوگی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی جگہ مضبوط اور متحد رہیں اور پوری قوت سے دشمن پر ضرب لگائیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی تقریر سے مسلمانوں کا جوشِ جہاد بھڑک اُٹھا۔ انہوں نے لڑائی کے لئے تلواریں نکال لیں اور تیر و کمان کو درست کیا۔ آپ عمروؓ بن عاص۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر۔ قیس بن ہبیرہؓ اور رافعؓ وغیرہ کے ساتھ قلب لشکر میں ٹھہرے۔

جب میدانِ اجنادین میں مشرکین و مومنین کی فوجیں لڑائی کے لئے آمنے سامنے ہوئیں تو ایک بوڑھا راہب رومی لشکر سے نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر عربی زبان میں پوچھا۔ "تم میں سے سردار کون ہے؟ جو مجھ سے گفتگو کرے۔" حضرت خالدؓ بن ولید اس کے قریب آئے تو اس نے سوال کیا۔ "تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ "ہاں مسلمان مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں جب تک کہ میں اطاعتِ خدا اور طریقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قایم ہوں۔ اور اگر مجھ میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو جائے تو ان پر میری سرداری باقی نہ رہے گی۔"

راہب نے کہا۔ "تم اسی وجہ سے ہم پر غالب آگئے ہو۔" پھر اس نے کہا۔ "تم نے ہمارے شہروں کو فتح کر لیا۔ غلبہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اب ہمارے سردار نے مجھے ازراہِ شفقت تمہارے پاس اسلئے بھیجا ہے کہ تم یہاں سے

چلے جاؤ۔ ہم تمہارے لشکر کے ہر فرد کو ایک ایک کپڑا اور عمامہ اور دو دینار اور تمہیں ایک سو دینار اور دس کپڑے اور تمہارے خلیفہ ابوبکر کو ایک ہزار دینار اور سو کپڑے دیں گے۔ ہماری تعداد چیونٹیوں کی مانند ہے اور اس لشکر میں بڑے بڑے نامور اور جنگ آزمودہ موجود ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ یہ گروہ بھی مثل ان اشخاص کے ہے۔ جن سے تم کل لڑ چکے ہو۔"

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے کہا: "ہم یہاں سے اسی وقت واپس ہونگے۔ جب تم تین شرطوں میں سے کسی ایک کو قبول کرو گے اور وہ یہ ہیں کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو ورنہ ہم سے لڑو اور ہم تمہاری کثرت سے خائف نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے ہم سے امداد کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور مال و زر کا لالچ جو تم ہمیں دیتے ہو۔ تو عنقریب تم دیکھو گے کہ ہم میں کا ہر ایک آدمی دنیا کے مقابلے میں آخرت کا کس قدر خیال رکھتا ہے اور خدا کی منشا کے مطابق اپنی جان دینے کے لئے کس قدر بیتاب ہے۔"

اس پر راہب نے کہا: "میں آپ کی گفتگو سے اپنے سردار کو مطلع کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس نے وردان کو حضرت خالدؓ کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ وردان نے کہا: "وہ ہمیں انہی لوگوں کی طرح سمجھتے ہیں جن سے ان کا کل مقابلہ ہوا تھا اور انہیں ہمارے ساتھ مقابلے کا حوصلہ

اسلئے ہوا کہ ہم نے لڑائی میں کمی کی۔"

اس کے بعد وردان نے اپنے لشکر کو مرتب کیا اور آمادہ جنگ ہو کر آگے بڑھا۔ ادھر حضرت خالدؓ نے بھی صفیں مرتب کیں اور فرمایا "لڑائی کو عصر کے وقت تک طول دو۔ کیونکہ وہ ایسی ساعت ہے۔ کہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ حاصل ہوا ہے اور میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرو۔"

اس پر حضرت ضرارؓ نے کہا کہ "ہمارے بے کار کھڑے رہنے کا کوئی سبب نہیں۔ آپ ہم میں سے کچھ آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ فرداً فرداً نکل کر لڑائی کو طول دیں۔ تب حضرت خالدؓ نے حضرت ضرارؓ کو لڑنے کا حکم دیا۔ آپ نے مسلح ہو کر کفار سے کہا: "میں ضرار بن ازور ہوں اور میں ہر جگہ تمہارا لڑنے والا ہوں۔"

یہ سنکر وردان نے کہا: "یہی میرے بیٹے کا قاتل ہے۔ کون ایسا شخص ہے۔ جو اس سے میرا انتقام لے گا۔"

یہ سنکر حاکم طبریہ نے کہا۔ کہ "میں تمہارا انتقام لوں گا" اور اس نے ضرارؓ پر حملہ کیا۔ حضرت ضرارؓ نے نیزہ مار کر اس کی تندہ پھاڑ ڈالی وہ بیہوش ہو کر زمین پر گرا اور مر گیا۔

وردان نے یہ حیرت انگیز کارنامہ دیکھ کر کہا کہ: "وہ ضرار کو میرے پاس نہ لایا اور خود ہی مارا گیا۔ اگر وہ ضرارؓ کو مجھ تک لے بھی آتا تب بھی میں یقین نہ کرتا۔ کیونکہ آدمی جن سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں

بجز اپنے اور کسی کو اس کا مقابل نہیں پاتا۔" یہ کہہ کر وہ جنگ کے لئے تیار ہوا
اتنے میں حاکم عمان جس کا نام اصطفان تھا۔ سامنے آیا اور کہا
"میں تیرا بدلہ لوں گا۔ بشرطیکہ تو اپنی لڑکی میری زوجیت میں دے دے۔"
وردان نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔"

چنانچہ اصطفان مقابلے کے لئے نکلا اور حضرت ضرارؓ پر حملہ کرتے وقت اپنی صلیب سے اعانت چاہی۔ حضرت ضرارؓ نے کہا کہ "اگر تو صلیب سے اعانت طلب کرتا ہے تو میں اللہ تعالےٰ سے امداد چاہتا ہوں۔ جس کی خوشنودی کے لئے میں اس کے دشمنوں سے لڑ رہا ہوں" یہ کہہ اس پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی دوپہر تک جاری رہی۔ اصطفان پسینہ سے شرابور اور تھکاوٹ سے چور ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں اس نے حضرت ضرار کو پیدل ہو کر لڑائی کرنے کا اشارہ کیا۔ لیکن دفعتہً اس کا غلام اس کیلئے ایک کوتل گھوڑا لے آیا حضرت ضرارؓ نے لپک کر اس غلام کو قتل کر دیا اور وہ گھوڑا لے لیا۔ اس کے بعد سوار ہو کر لڑنے لگے جب وردان کو اصطفان کی مغلوبیت کا یقین ہو گیا تو اس نے چلا کر کہا کہ "یہ شیطان میرے جگر پاروں کو کھائے جاتا ہے۔ اگر میں اسے نہ ماروں گا۔ تو خود ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس کے قسم دینے پر دس سردار اس کے ساتھ اصطفان کی امداد کے لئے نکلے۔ وردان تاج پہنے ہوئے آگے آگے تھا۔

جب حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ دس سوار اصطفان کی امداد کو نکلے ہیں اور ایک شخص کے سر پر تاج ہے تو آپ بھی جلدی سے دس آدمیوں کے

ہمراہ حضرت ضرارؓ کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور ہر آدمی ایک ایک کافر کے مقابل ہو گیا۔

حضرت خالدؓ نے وردان کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا اسکے بعد رومیوں نے عام حملہ کر دیا۔ اور شدت کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی عصر تک جاری رہی۔ اگرچہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور مسلمان کم تھے لیکن رومیوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

عصر کے بعد دونوں لشکر میدان سے ہٹ گئے جب وردان اپنے خیمے میں واپس آیا تو بہت رنجیدہ اور خوفزدہ تھا۔ اس نے اپنے مشیروں سے کہا کہ میں اہل عرب کو غالب پاتا ہوں۔ ان کی تلواریں کاٹنے والی ہیں اور تمہاری تلواریں کند ہیں۔ ان کے آدمی لڑائی میں ثابت قدم اور دلیر ہیں اور تمہارے آدمی بھگوڑے اور بزدل ہیں اور یہ غلبہ انہیں پروردگار عالم کی اطاعت اور اپنے نبی کی فرمانبرداری سے حاصل ہوا ہے اور تمہاری ذلت و خواری تمہاری لامذہبیت اور فسق و فجور سے ہے

اس تقریر سے رومی بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے آخری دم تک لڑائی لڑنے کا عہد کیا۔ لیکن ایک بطریق نے وردان سے کہا۔ آپ کبھی ان اہل عرب پر فتحیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا ایک ایک آدمی ہمارے لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے اور جب تک بہت سے آدمیوں کو قتل نہیں کر لیتا۔ واپس نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے پیغمبر نے انہیں یقین دلایا ہے کہ جو شخص تم میں سے مارا جائے گا وہ بہشت

میں داخل ہوگا۔ اسلئے وہ لوگ بے جگری سے لڑتے ہیں۔ ان کے پیغمبر نے موت کا خوف ان کے دل سے نکال کر موت کو ان کے لئے محبوب بنا دیا ہے۔ اسکے علاوہ یہ لوگ اپنے سردار کا حکم دل و جان سے مانتے ہیں۔ میری رائے میں اگر کسی صورت سے ان کے سردار پر قابو پالیا جائے تو یہ لوگ پریشان ہوکر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

وردان نے پوچھا کہ "اُسے پکڑنے کا کیا طریقہ ہے؟"

بطریق نے کہا: "آپ ان کے سردار کو صلح کی گفتگو کے بہانے سے کسی تنہا مقام پر بلائیے اور اس سے پہلے آپ کسی کمین گاہ میں اپنے آٹھ دس آدمی چھپا کر بٹھا دیجئے۔ جب مسلمانوں کا سردار تنہا آپ کے پاس آئے تو اسے گرفتار کر لیجئے۔ اس ترکیب سے مسلمانوں کا لشکر بہت آسانی سے منتشر ہو جائے گا۔"

وردان نے اس مشورہ کو پسند کیا اور ایک خوش بیان شخص داؤد نصرانی کو جو حمص کا باشندہ تھا۔ بُلایا اور کہا کہ "تو عربوں کے سردار کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ آج بقیہ دن کے لئے لڑائی ملتوی کی جائے اور کل صبح ان کا سردار مجھ سے تنہا آکر ملے۔ تاکہ میں اس سے صلح کی بات چیت کروں اور جس قدر مال و اسباب پر تصفیہ ہو انہیں دیکر خونریزی کو بند کرا دوں۔"

یہ سنکر داؤد لشکرِ اسلام میں پہنچا اور حضرت خالدؓ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت خالدؓ بن ولید گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اس سے کہا۔ کہ "اپنا پیغام سُنا اور پیغام رسانی میں راستی سے کام لے۔ کیونکہ دروغگو اپنے کیفرِ کردار کو پہنچتا ہے"۔

داؤد نے جواب دیا "ہمارا سردار کہتا ہے۔ کہ آج کے باقی دن تک لڑائی موقوف رکھی جائے اور کل صبح آپ ہمارے سردار سے تنہا ملاقات کریں۔ ہمارا سردار بھی تنہا ہو گا۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر آپ دونوں سردار کسی فیصلہ پر پہنچ جائیں تو خلقت کو خونریزی سے نجات مل جائے گی۔ فیصلے کی شرائط آپ کی مرضی اور اتفاق رائے سے طے ہونگی"۔

حضرت خالدؓ نے کچھ دیر تک سوچا اور اپنی خداداد ذہانت اور دور اندیشی سے سمجھ گئے۔ کہ اس گفتگو کے پس پردہ کوئی سازش ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ "اگر تیرا سردار واقعی صلح کے لئے تیار ہے تو خیر ورنہ صلح کے پردہ میں وہ کسی فریب کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے کہہ دینا کہ ہم فریب کو سمجھنے والے ہیں۔ اور اس کا فریب اسی کے لئے وبالِ جان ہو جائیگا"۔

داؤد نے دل میں سوچا کہ ان لوگوں پر کوئی فریب کارگر نہ ہوگا۔ اور دوسروں کے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔ اس لئے وردان کے فریب کو ان پر ظاہر کر کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان لینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے حضرت خالدؓ بن ولید سے کہا۔

"میں ایک بات کہنی بھول گیا تھا"۔

حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ "وہ کیا ہے؟"

داؤد نے کہا: "وردان آپ سے فریب کرنا چاہتا ہے۔ کل صبح اس نے آپ کو جس جگہ بلایا ہے۔ اس کے قریب اس کے دس آدمی چھپے ہونگے اور آپ کو اکیلا پاکر اچانک آپ پر حملہ کریں گے۔"

اس کے بعد داؤد نے اپنے اہل وعیال کے لیئے امان طلب کی۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ تیرے اور تیرے اہل وعیال کے لیئے امان ہے۔ بشرطیکہ تو اپنی قوم کو اس بات سے خبردار نہ کرے۔

اس نے کہا کہ اگر مجھے فریب کرنا منظور ہوتا۔ تو آپ سے یہ بات نہ کہتا۔"

پھر حضرت خالدؓ نے کمین گاہ کا موقع محل معلوم کیا۔ اس نے کہا کہ رومی لشکر کے دائیں جانب ریت کا جو ٹیلہ ہے۔ وہی کمین گاہ ہے اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے پوچھا: "آپ کا کیا ارادہ ہے؟" آپ نے فرمایا "میں تنہا اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا: "بے شک آپ اکیلے ان کے لیئے کافی ہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ بلکہ اس نے تو یہ فرمایا ہے کہ واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم (یعنی حتی الامکان قوت کے فراہم کرنے اور ظاہری

سازوسامان اور گھوڑوں کے رکھنے سے خدا کے اور اپنے دشمنوں پر رعب داب قائم رکھو) جب اس نے آپ کے مقابلے کے لئے دس آدمی مقرر کیے ہیں تو آپ بھی دس آدمی اس کے قریب کمین گاہ میں بٹھا دیں اور جب وہ اپنے آدمیوں کو بلائے تو آپ اپنے آدمیوں کو پکاریں تاکہ ٹھیکر کا جواب ٹھیکر سے ملے۔ ادھر ہم سب حملے کے لئے تیار رہیں گے۔ آپ جس وقت اس دشمن خدا کے کام سے فارغ ہوں گے ہم سب حملہ کر دیں گے۔"

حضرت خالدؓ نے اس مشورہ کے بموجب حضرت ضرارؓ، حضرت رافعؓ، حضرت مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری وغیرہ دس اصحاب کو حکم دیا کہ تم اس ریت کے ٹیلہ کے ایک طرف چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ جب میں تمہیں آواز دوں تو فوراً ہر آدمی اپنے مقابل سے لڑے۔ وردان سے میں خود نبٹ لوں گا اگر اللہ نے چاہا تو میں اس کے لئے کافی ہوں گا۔"

حضرت ضرارؓ تجویز کے مطابق اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ایک تہائی رات گئے روانہ ہو گئے۔

وردان کا انجام

صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور سرخ ریشمی عبا پہن کر اور زرد عمامہ باندھ کر مسلح ہوئے اور لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں رومیوں کی صف سے ایک سوار آیا اور کہنے لگا: "کیا تم نے بدعہدی کی۔ ہمارا سردار کل کی قرارداد کے مطابق آپ کا منتظر ہے۔" حضرت خالدؓ نے کہا کہ اس سے کہہ دے کہ ہمارا شیوہ بدعہدی نہیں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ سنکر وہ سوار چلا گیا اور وردان زرہ میں لپٹا ہوا اور سر پر تاج رکھے۔ مقررہ جگہ کی طرف چل دیا۔ حضرت خالدؓ بھی حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے:۔

علیك الٰھی فی الامور المتكل	اے خدا میں اپنے جملہ امور میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں
فاغفر الٰھی ان دنا منی الاجل	پس اے خدا۔ اگر میری موت آگئی ہے تو مجھے بخش دے
وفقنی الٰھی الی خیر العمل	اور اے خدا مجھے بہتر کام کی توفیق عطا فرما۔
واغفر الٰھی ما علمت من زلل	اور میری لغزش کو جو تو جانتا ہے بخش دے
واقمع بسیفی الشرك حتی یضمحل	اور میری تلوار سے شرک کی بنیاد کو کھود ڈال۔ یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہو جائے۔
مالی سواك فی الامور من متكل	میرا بھروسہ اپنے کاموں میں تیرے سوا کسی پر نہیں ہے

ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچ کر وردان اپنے اونٹ سے اترا۔ حضرت خالدؓ نے وردان سے کہا کہ اپنی گفتگو میں راستی اختیار کر اور مکر و فریب سے اجتناب کر۔ کیونکہ ہم چالبازی کو سمجھنے والے ہیں اور دشمنوں کے مکر و فریب کا جواب تلوار سے دیتے ہیں۔"

وردان نے کہا۔" تم اپنی خواہش ظاہر کرو۔ کہ تم کیا چاہتے ہو اگر تم مال میں سے کچھ لینا چاہتے ہو تو میں اس کو بطور صدقہ و خیرات تمہیں دینے سے بخل نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم لوگ قحط کے مارے ہوئے بھوکے ننگے اور قابل رحم ہو۔ ہمارے نزدیک تم سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں ہے لیکن تم ہم سے تھوڑے پر اکتفا کرو۔"

حضرت خالدؓ وردان کی باتوں سے بہت برہم ہوئے اور فرمایا۔ اللہ غالب اور بزرگ نے ہمیں تمہارے صدقہ و خیرات سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور تمہارے مال و اسباب اور دولت کی ہم پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتے۔ ہماری جدوجہد کا صرف ایک مقصد ہے۔ اور وہ ساری دنیا میں ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام قایم کرنا۔ اس لئے ہماری تین شرطیں ہیں۔

۱۔ اسلام جو کہ ایک اعلےٰ درجے کا مذہبی اور معاشی نظام ہے قبول کر کے اپنے اور دنیا کے لئے رحمت بن جاؤ۔

۲۔ دنیاوی امور میں اسلام کی بالادستی قبول کرو۔ یعنی جزیہ دو۔

۳۔ لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی آخری چارۂ کار ہے۔ تم لوگوں کو اب اس بات کی آزادی نہیں دی جا سکتی کہ مخلوق کے ساتھ جس طرح چاہو۔ سلوک کرو۔

پس اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں یہاں اکیلا اور اپنی قوم سے جُدا ہُوں۔ تو جس کام کا تُو ارادہ رکھتا ہے وہ کر۔ میں بفضلہٖ تعالےٰ تیرے لئے کافی ہوں۔"

جب وردان نے حضرت خالدؓ کی یہ باتیں سُنیں تو اُٹھ کھڑا ہُوا اور اس اعتماد پر کہ اس کے آدمی اس کی آواز پر کمین گاہ سے نکل کر آئیں گے۔ آپ کے دونوں بازو پکڑ کر لپٹ گیا اور چلّا کر اپنے آدمیوں کو بلایا۔ ادھر حضرت خالدؓ کے ساتھی مدد کے لئے پہنچ گئے اور مسلمانوں نے

رومیوں کو نہایت آسانی سے زیر کر لیا۔

یہ حال دیکھ کر وردان کانپنے لگا اور حضرت خالدؓ سے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا "امان صرف اس شخص کو دی جاتی ہے جو امان کا مستحق ہوتا ہے۔ تو وہ شخص ہے کہ جس نے مصالحت کے پردے میں ہم سے فریب اور دھوکا کیا۔ تاکہ ہمیں قتل کر سکے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خیر الماکرین یعنی بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔"

جب حضرت ضرارؓ نے حضرت خالدؓ کا یہ کلام سنا۔ تو یہ سمجھ کر کہ قتل کی اجازت ہے۔ اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں کے تمام لشکر نے تکبیر کہہ کر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے جم کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب اپنے سردار کو غائب پایا تو بھاگ کھڑے ہوئے مسلمان ان کے تعاقب میں دور تک چلے گئے واقدی کی روایت کے مطابق اس لڑائی میں پچاس ہزار رومی مارے گئے اور باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ حضرت خالد نے حکم دیا کہ دمشق کی فتح سے پہلے مال غنیمت تقسیم نہ کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو فتح اجنادین کے بارے میں یہ خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من خالد بن ولید الی خلیفۃ	یہ خط خالد بن ولید کی جانب سے خلیفہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
سلام علیکم فانی احمد اللہ	سلامتی ہو آپ پر پس تحقیق میں تعریف کرتا

الذی لا الٰہ الا ھو و
اصلّی علی نبیّہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ثمّ ازید
حمدًا وشکرًا علی
سلامۃ المسلمین ودمار
المشرکین واطفاء جمرتھم
والصدام بیضتھم وانّا لقینا
جموعھم باجنادین مع وردان
صاحب حمص وقد نشروا اکنافھم
ورفعوا صلبانھم وتقاسموا
بینھم ان لا یفرّون
ولا ینھزمون۔ فخرجنا
الیھم واثقین باللہ
متوکّلین علی اللہ فعلم
ربنا ما اضمرناہ فی افئدتنا
وسرائرنا فاورثنا
الصبر وایّدنا بالنّصر
وکُبت اعداء اللہ بالقھر
فقتلنا منھم فی کلّ فجّ وشعب

ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے اور درود بھیجتا ہوں میں اللہ کے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر میں اسکے
واسطے حمد اور شکر کو زیادہ کرتا ہوں مسلمانوں
کی سلامتی اور مشرکین کی ہلاکت پر اور انکی
آگ کو بجھا دینے اور انکے خودوں کے
پھاڑ ڈالنے پر اور میں ان کی ایک جماعت سے
اجنادین میں ملاقی ہوا مع وردان حاکم
حمص کے۔ بتحقیق انہوں نے لشکر کو ظاہر
کیا اور صلبان کو بلند کیا اور آپس میں
اپنے دین کی قسم کھائی تھی کہ نہ فرار ہونگے
وہ میدان جنگ سے اور نہ ہزیمت اٹھائینگے
ہمارے مقابلہ میں۔ پس ہم ان کی طرف
نکلے اور ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا اور
یقین کیا تھا۔ پس جان لیا اللہ تعالیٰ نے
اسکو جو ہمارے قلوب میں تھا پس اس
نے ہمیں صبر دیا اور ہماری امداد کی اور
دشمنان خدا مقہور کئے گئے پس ہم نے
ان کو ہر راستہ اور ہر گھاٹی اور میدان میں

دوادی وجملة من احصينا من الروم	قتل کیا اور ان میں سے پچاس ہزار آدمی
ممن قتل خمسون الفا وقتل من	مارے گئے چار سو پچہتر مسلمان شہید ہوئے
المسلمين فی اول يوم وثانية اربع مائة	دو یوم کی لڑائی میں اور جس دن میں نے یہ
وخمسة وسبعون رجلا ختم الله لهم	خط آپ کو لکھا ہے وہ جمعرات کا دن اور
بالشهادة ويوم كتبت اليك هذا الكتاب	۲۵ جمادی الآخر ہے اور اب ہم دمشق کو
وهو يوم الخميسين ليلتين مضتنا من	جاتے ہیں پس آپ اللہ تعالے سے ہمارے
جمادى الآخرة ونحن راجعون الى دمشق	لئے امداد طلب کریں اور سلام ہو آپ پر
فادع الله لنا بالنصر والسلام عليك وعلى	اور سب مسلمانوں پر۔
جميع المسلمين۔	

یہ خط عبد الرحمٰن بن حمید کو دے کر فوراً مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا گیا جب یہ خط حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور فرط مسرت سے تین دفعہ خط پڑھا مسلمانوں نے خط سُن کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس فتح سے قبائل عرب میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور مکہ معظمہ و دیگر مقامات سے لشکر جمع ہوا۔ جن میں ابوسفیان اور عیداق وغیرہ بھی تھے۔ جب یہ لشکر سات ہزار کی تعداد کو پہنچ گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اس لشکر کو روانہ کرتے وقت حضرت خالدؓ کو حسب ذیل خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من ابی بکر خلیفة رسول الله	یہ خط از جانب ابوبکر خلیفہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد
بن ولید المخزومی ومن معہ من
المسلمین - اما بعد فانی احمد اللہ
الذی لا الہ الا ھو واصلی علی نبیہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم وامرک
بتقوی اللہ فی السر والجھر والرفق
بالمسلمین والحمل لضعیفھم التجاوز
عن مسیئھم والمشاورۃ بھم و
قد فرحت بما فتح اللہ علیکم
وافاء اللہ علیکم من النصر وھزیمۃ
الکفار فاجعل السیر وابلغ الی ان
تطاء واقصا ارضھم وانزل الی جنۃ
الشام الی ان یاذن اللہ تعالی
بفتحھا علی ایدیک ثم الی حمص
والمعرات واطلب انطاکیہ والسلام
علیک وعلی من معک من المسلمین
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وقد نفذت
الیک ابطال الیمن ولیوث النخع
وافیال مکۃ یکفیک عمرو بن معدیکرب

صلی اللہ علیہ وسلم بنام خالد بن ولید رض
مخزومی - اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے
ہے - بہ تحقیق میں تعریف کرتا ہوں
اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اور درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر اور تم کو خوف خدا کے ساتھ ہر حال
ظاہر و باطن میں حکم کرتا ہوں اور نیز مسلمانوں کے
ساتھ نرمی کرنے اور ضعیف مسلمانوں کے بار اٹھانے
اور ان کی برائی سے درگذر کرنے کا اور انکے ساتھ
مشورہ کرنے کا حکم دیتا ہوں اور میں اس سے خوش ہوا
کہ اللہ نے تمکو فتح دی اور تمام کیا تمپر فتح کو اور
کفار پر ہزیمت کو پس چلو تم اپنی سواریوں پر یہاں تک
کہ انتہائے ملک کفار کو طے کر لو اور باغہائے شام میں پہنچ
تا آنکہ اللہ تمکو اسکی فتح کا تمہارے ہاتھ پر حکم دے پھر حمص
اور معرات کی طرف جاؤ اور طلب کرو انطاکیہ کو سلامتی
و رحمت و برکت اللہ تمکو پہنچے اور تمہارے ساتھیوں
کو دے - اور میں نے تمہاری طرف بھیجے ہیں
یمن شیران نخع اور سرداران مکہ کو تمہارے کام
کیلئے روانہ کیا ہے - اور تمہارے کام کے لئے تمکو

ومالک اشتر وان نزلت
علی المدینة العظمی ذات
الجبل المطل انطاکیه فان الملک
هنالک فان صالحک فصالحه
وان حاربک فحاربه ولا تدخل
الدروب الا ان تکاتبنی بذالک
ثم انی اظن ان الاجل قد اقترب
هرقل، پھر لکھا کل نفس ذائقة
الموت - والسلام ۔

عمرو بن معدی کرب اور مالک اشتر کافی ہیں
اور جب تم بڑے پہاڑ یعنی حوالیِ شہر انطاکیہ
پر اترو اور بادشاہ وہاں ہو تو اگر وہ تم سے
مصالحت کرے تو تم بھی اس سے مصالحت کر لو
اگر وہ لڑے تو تم اس سے لڑو اور تم بغیر میری
اطلاع کے پہاڑوں کے درّوں میں نہ جاؤ اور میں
گمان کرتا ہوں کہ ہرقل کی موت قریب آگئی ہے۔
پھر لکھا۔ کہ ہر ذی روح موت کا ذائقہ چکھنے
والا ہے ۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط روانہ کرنے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید مع لشکر دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔ اہلِ دمشق اجنادین کی خوفناک ہزیمت سے خوفزدہ ہو کر دمشق میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور سامانِ حرب سے آراستہ تھے۔

دمشق کو کم سے کم نقصان کے ساتھ جلدی سے جلدی فتح کرنے کے لئے حضرت خالد نے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے مختلف دروازوں پر متعین فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو باب جابیہ پر اترنے کا حکم دیا اور تاکید کی کہ دشمن کو امان دینے میں زیادہ فراغدلی سے کام نہ لیجئے گا۔ ایسا نہ ہو وہ پھر آپ کے ساتھ کوئی فریب کریں۔

یزید بن ابی سفیان کو باب الصغیر پر اترنے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر شہر سے کوئی جماعت ایسی آئے جس کے مقابلہ کی تم تاب نہ لا سکو تو مجھے

کمک کے لئے مطلع کرو۔

حضرت شرجیلؓ کو باب توما پر اور قیسؓ بن ہبیرہ کو باب کیسان پر متعین کیا۔

خود باب شرقی پر اُترے اور حضرت عمروؓ بن عاص کو باب فرادیس پر متعین کیا۔ حضرت ضرارؓ کو دو ہزار سواروں پر امیر مقرر کر کے حکم دیا کہ "تم بطور طلایہ لشکر کے چاروں طرف گشت کرو اور کوئی واقعہ رونما ہو تو مجھے مطلع کرو۔ تاکہ میں اس کا مناسب انتظام کروں"

اہلِ دمشق مسلمانوں سے جان توڑ کر لڑے۔ فریقین کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن حمید حضرت صدیق اکبرؓ کا خط لائے اور حضرت خالدؓ کو کمک کی آمد سے مطلع کیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد رات کے وقت یہ خط تمام اسلامی لشکر میں پھرایا گیا۔ جسے سنکر سب مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اہلِ دمشق رات کے وقت توما کے پاس آئے اور اس سے اپنی کمزوری اور بے سروسامانی کا اظہار کر کے مسلمانوں سے صلح کرنے کیلئے کہا۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ کچھ توقف کرو۔ میں ہرقل سے کمک طلب کرتا ہوں۔ مجھے مسلمانوں پر فتح پانے کی قوی امید ہے۔ وہ تو ہمارے مقابلہ میں لڑائی کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور میں اُن سے اپنی قوم کا انتقام لوں گا۔"

یہ سُنکر وہ کہنے لگے "اے سردار۔ تو نے اُن کی بہادری کو نظر انداز

کر دیا اور تاریک پہلو پر نظر کی۔ ان کا ایک ضعیف آدمی ہمارے دس بیس بہادروں سے تنہا لڑتا اور مقابلہ کرتا ہے۔ ان کا سردار ایسا سخت اور قوی ہے کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ یا تو اُن سے مصالحت کر لو ورنہ ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرو۔"

توما نے انہیں تسلی و تشفی دے کر اپنی فرمانبرداری پر رضامند کر لیا اور توما کی ہدایت کے مطابق وہ اگلے دن لڑنے کی تیاری کرنے لگے۔

دوسرے دن حضرت ابوعبیدہؓ باب جابیہ سے، حضرت رافعؓ باب شرقی سے، حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان باب الصغیر سے، حضرت قیسؓ بن ہبیرہ باب کیسان سے، حضرت شرجیلؓ باب توما سے اور حضرت عمروؓ بن عاص باب فرادیس سے بارادۂ جنگ نکلے۔ توما صلیبان و انجیل کے ساتھ اپنے لشکر کو لئے ہوئے باب توما سے نکلا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی بہت سے مسلمان کفار کے تیروں سے زخمی ہوئے۔

حضرت اُمِ ابان کی بہادری

حضرت ابانؓ بن سعید کے ایک زہر آلود تیر لگا اور آپ شہید ہو گئے۔ جب حضرت ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ زوجۂ ابان نے اپنے شوہر کی شہادت کی خبر سُنی تو وہ اُن کی نعش پر پہنچیں اور نہایت صبر کے ساتھ ان کی تجہیز و تکفین کی اور اس کے بعد مسلح ہو کر لڑائی میں شریک ہو گئیں حضرت خالدؓ نے ابانؓ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

جس وقت شرجیل بن حسنہ توما کے مقابلے میں نہایت دلیری اور

صبر سے لڑ رہے تھے۔ ام ابانؓ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ انہوں نے توما کی طرف اشارہ کر کے ایک مجاہد سے دریافت کیا کہ "یہ کون ہے؟" اس نے کہا۔ کہ "یہ تمہارے شوہر کا قاتل توما ہے" یہ سنکر انہوں نے نشانہ باندھ کر ایسا تیر مارا کہ سیدھا توما کی آنکھ میں لگا اور وہ درد سے چلاتا ہوا شہر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ باوجود کوشش کے تیر کا پھل اس کی آنکھ سے نہ نکلا۔

ادھر لڑائی بدستور جاری رہی اور مسلمانوں نے توما کی صلیب پر جو گر گئی تھی قبضہ کر لیا۔

حضرت شرجیلؓ نے کمک کے لئے حضرت خالدؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ جو دروازہ شرقی پر لڑائی میں مشغول تھے۔ حضرت خالدؓ توما کی آنکھ میں تیر لگنے، اس کے بھاگ جانے اور صلیب کے گرنے کی خبر سنکر بہت خوش ہوئے اور قاصد سے کہلا بھیجا کہ تم صبر و استقامت کے ساتھ لڑو۔ ہر دروازہ پر اور ہر جگہ لڑائی ہو رہی ہے اور ہر مجاہد اپنے کام میں مشغول ہے۔ میں تم سے نزدیک ہوں اور ضرارؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ تمہاری نگرانی اور امداد کے لئے گشت کر رہے ہیں پس تم بالکل فکر نہ کرو اور لڑتے رہو۔ یہ لڑائی عصر تک جاری رہی اسکے بعد متحاربین میدانِ جنگ سے اپنی قیام گاہوں کی طرف واپس چلے گئے۔

لڑائی کے بعد اہالیانِ دمشق توما کے پاس جمع ہوئے۔ وہ لڑائی سے بہت پریشان تھے۔ توما نے کہا کہ "میں ان سے ضرور انتقام لونگا اور ایک آنکھ کی جگہ ان کی دو ہزار آنکھیں بے کار کروں گا اور اپنی صلیب

مسلمانوں سے واپس لوں گا۔ اگر میں نے اس کام میں غفلت کی تو مجھ پر بادشاہ کا عتاب نازل ہوگا۔

اہل دمشق نے کہا "اب مسلمانوں کی تعداد بھی بہت ہے اور وہ بہت جنگجو اور دلیر ہیں۔ اگر انہوں نے شدت سے حملہ کر دیا تو تجھ سے ان کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔" توما نے جواب دیا "میں نے آج ایک نئی تدبیر سوچی ہے وہ یہ کہ آج رات غفلت کی حالت میں ان پر شبخون مارا جائے۔ ان کا بڑا سردار خالدؓ بن ولید دیر غوطہ میں ہے۔ اس لئے ہم باب جابیہ پر شبخون ماریں گے۔ وہاں لڑنے والے غلام لوگ ہیں۔ ان کو ہم غلہ کی طرح پیس دیں گے اور ان کے سردار کے پہنچنے تک سب کا کام تمام ہو چکا ہوگا۔"

اس کے بعد اس نے سب خاص و عام کو جمع کیا اور کہا "تم لوگ ہر دروازہ پر اپنے بہادروں کو جمع کرو اور میں نامور بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ باب توما سے نکلوں گا۔ جس وقت تم ناقوس کی آواز سنو۔ فوراً دروازے کھول کر نکل پڑو اور اپنے دشمنوں پر بے خبری کی حالت میں ٹوٹ پڑو۔ ان کو قتل کر ڈالو اور اتنی مہلت نہ دو کہ وہ اپنے ہتھیاروں تک پہنچ سکیں اور جس کسی کے قبضہ میں سردار آجائے وہ اسے گرفتار کر لے۔ اور جہاں صلیب کو پاؤ۔ اس پر قبضہ کر لو۔ یا خبر دو۔ تاکہ میں اسے چھین لوں۔"

حاضرین نے توما کے حکم کو منظور کیا۔ اور اسی وقت ایک آدمی ناقوس بجانے پر متعین کر دیا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ فلاں وقت ناقوس

بجایا جائے۔ اس طرح مسلمانوں پر شبخون مارنے کا مکمل انتظام کر کے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

جب شبخون کا مقررہ وقت قریب آیا۔ رومیوں کے مختلف گروہ مسلح ہو کر مختلف دروازوں پر پہنچ گئے۔ جونہی ناقوس بجا سب نے اپنا اپنا دروازہ کھول کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اوّل تو لشکر کے کچھ مسلمان جاگ رہے تھے اور پھر ناقوس کی آواز سنکر سب بیدار ہو کر مسلح ہو گئے۔ لیکن اتنی مہلت نہ ملی کہ اپنی جماعتوں کو ترتیب دے سکیں۔ بے ترتیبی کی حالت میں دشمن سے لڑنے لگے حضرت خالدؓ بن ولید نے ناقوس کی آواز سنی تو فوراً اٹھے اور لشکر کا شور سن کر چلّا چلّا کر کہنے لگے۔

واغوثاہ واسلاماہ وامحمداہ اکید وقومی ورب الکعبۃ

اللّٰھم انظر علیھم بعینک التی لاتنام وانصرھم ولاتسلمھم الی عدوھم

اور پھر اپنی جگہ فتحان بن زید طائی کو چھوڑ کر بغیر زرہ وخود کھلے سر مع چار صد سواروں کے حملہ آوروں کی طرف جھپٹے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور مسلمانوں کے غم میں حسب ذیل رنج آمیز اشعار پڑھتے۔ تلوار کو گھماتے ہوئے سرپٹ جا رہے تھے۔

قد نام من وصی ولعدانی حزن	تحقیق میرے آنسو جاری ہوئے اور مجھے اندوہ نے آ گھیرا
وضاق صدری وبیرانی بشمن	اور تنگ ہوا میرا سینہ اور وہ مجھے اندوہگین دیکھتا ہے

فیا رب سلم من نزول المحن — اے پروردگار آزمائش کے نزول سے بچا

واحرص الاسلام یا ذوالمنن — اور اے ذوالمنن اسلام کی حفاظت کر

جس وقت حضرت خالدؓ بن ولید باب شرقی پر مع چار سو سواروں کے پہنچے تو رافعؓ بن عمیرہ نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر خوش ہوئے اور بلند آواز سے للکار کر کہا۔

"اے مسلمانو! بشارت ہو تمہیں کہ تمہارے پاس میں پروردگارِ عالم کی طرف سے امداد کے لئے آگیا ہوں۔ میں سوار ہلاک کرنے والا ہوں میرا نام خالد بن ولید ہے۔"

یہ کہہ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آپ رومیوں سے لڑتے جاتے تھے لیکن آپ کا دھیان حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف تھا۔ اور حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کی طرف سے بھی پریشان تھے۔ کیونکہ وہ باب توما پر متعین تھے اور لڑائی کا زیادہ زور اسی دروازہ پر تھا۔

حضرت شرحبیلؓ کو توما سے سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے بھی بہت سخت لڑائی کی۔ مشہور مؤرخ واقدی لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ اس رات ایسی بے مثل لڑائی لڑے کہ دشمن خود حیران تھے۔ آخر توما نہایت ذلت سے شکست کھا کر واپس ہوا۔

اس کے بعد رؤسائے دمشق اور عوام توما کے پاس آئے اور کہا: اے سردار! ہم نے تجھے لڑائی بند کرنے کے لئے کہا۔ مگر تو نہ مانا۔ جو کچھ ہم پر گزری ہے وہ تجھ پر بھی گزری ہے۔ ہم میں سے بہت سے آدمی

مارے گئے اور ہمیں مسلمانوں سے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ پس یا تو اُن سے مصالحت کرلے ورنہ ہم ان سے مصالحت کرلیں گے اور تجھے تیرے حال پر چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ ہمیں ان سے لڑنے میں سوائے نقصان کے کچھ نظر نہیں آتا۔"

اس پر توما نے کہا" اے لوگو۔ مجھے اتنی مُہلت دو کہ میں ہرقل کو تمام کیفیت سے آگاہ کر کے اس سے کمک کی درخواست کروں۔ اگر اس نے امداد کی تو بہتر ورنہ ہم صُلح کرلیں گے۔"

اس کے بعد توما نے ہرقل کو مفصل خط لکھا اور اس سے فوری امداد مانگی اور آخر میں لکھا کہ یا تو ہماری امداد کرو ورنہ ہمیں مسلمانوں سے صلح کرنے کی اجازت دے دو۔ اور یہ خط صبح ہونے سے پہلے روانہ کر دیا گیا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ نے اپنے سرداروں کو لڑائی کا حکم دیا اور ہر دروازہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ رومی تاب نہ لا سکے اور انہوں نے حضرت خالدؓ سے صُلح کے متعلق سوچنے کے لئے مُہلت چاہی

صُلح

صلاح مشورے کے بعد طے ہُوا کہ وہ سردار جو باب شرقی پر ہے، بہت جنگجو اور سخت ہے۔ اگر تم مطلب براری چاہتے ہو تو اس کے پاس جاؤ جو باب جابیہ پر ہے۔ اور اسی بات پر قوم نے اتفاق کیا چنانچہ رات کے وقت اہل شہر کا ایک وفد باب جابیہ سے نکلا اور حضرت ابو عبیدہؓ سے صُلح کی گفتگو کا ارادہ ظاہر کیا۔ جو منظور کر لیا گیا۔

رومی ایک سو علماء اور رؤسا کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم آپ سے اس شرط پر صلح کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے معابد ہمارے لئے چھوڑ دیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ کچھ اور معمولی شرائط پر صلحنامہ لکھا گیا لیکن حضرت ابو عبیدہ نے اس پر اپنا نام لکھا نہ کسی کی گواہی لکھی اور یہ اسلئے کہ امیر لشکر حضرت خالدؓ بن ولید تھے اور دشمن سے صلح کرنے نہ کرنے کے پورے اختیارات آپ ہی کو تھے۔ شہریوں نے آپ سے شہر میں چلنے کے لئے کہا اور پر امن طریقہ پر شہر کو آپ کے حوالہ کرنے کے لئے رضامند ہو گئے۔ چنانچہ آپ ایک سو ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر شہر کی طرف چل دئیے۔

روایت ہے کہ روانگی کے وقت آپ نے رومیوں سے اپنی حفاظت کی کوئی ضمانت نہ لی صرف اللہ تعالےٰ کی تائید پر بھروسہ کیا۔

۱۱ رجمادی الثانی سنہ ۱۳ھ کو رات کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ مع ایک سو ساتھیوں کے دمشق میں داخل ہوئے۔ ان کے آگے آگے قسیس اور راہب تھے جو انجیل پڑھتے اور خوشبو کی دھونی دیتے جاتے تھے۔ لڑائی کے بعد مسلمانوں کے اس فاتحانہ داخلہ کو وہ اپنے لئے باعث رحمت سمجھتے تھے۔ اس صلح سے جو حیرت انگیز طریقے پر یکایک عمل میں آئی حضرت خالدؓ بن ولید بالکل بے خبر تھے۔ وہ باب شرقی پر نہایت شدید لڑائی میں مصروف تھے۔ کہ اسی رات

ایک شخص جس کا نام یوشع بن مرقس تھا۔ اور جس کا مکان شہر پناہ سے ملا ہوا تھا۔ اپنے مکان میں نقب لگا کر باہر آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ "میرے ساتھ اپنے ساتھیوں کو بھیج دیجیے میں آپ کی فوج کو شہر میں داخل کرا دوں گا۔ اور یہ شہر فتح ہو جائے گا میں شہر پناہ کی دیوار توڑ کر آیا ہوں۔ آپ میرے اہل و عیال کو امان دے دیجیے۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ نے اسے پناہ دی اور ایک سو مجاہد اس کے ہمراہ کئے۔ انہوں نے اندر داخل ہو کر تکبیر کہی اور دروازے کا قفل توڑ ڈالا۔ ادھر سے حضرت خالدؓ مع لشکر تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے دروازے سے داخل ہو گئے۔ اور رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے کنیسۂ مریم تک پہنچ گئے۔

دوسری طرف سے راہب و قس اور دمشق کے عوام جلوس کی شکل میں چلے جا رہے تھے۔ حضرت خالدؓ یہ دیکھ کر کہ حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ہمراہی چپ چاپ ان کے ساتھ ہیں۔ سخت متحیر ہوئے اُدھر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ اور ان کے لشکر کو لڑتے دیکھ کر کہا۔ "اے ابا سلیمان! اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو از روئے صلح میرے ہاتھ سے فتح کیا اور میرے ذریعہ سے صلح کی تکمیل ہو گئی ہے اسلیئے لڑائی سے ہاتھ روک لیجیے۔"

حضرت خالدؓ کو یہ بات سخت ناگوار معلوم ہوئی کہ ان کی اجازت

کے بغیر اور منشا کے خلاف اہلِ دمشق سے صلح کر لی گئی۔ پھر کس وقت! جب مسلمان اپنی قوت کے بل پر شہر فتح کر چکے تھے۔ لیکن آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طے کی ہوئی شرائط کا احترام کیا اور جنگ بند کر دی۔

اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ یقیناً اپنی نوعیت میں بے مثال ہے کوئی قوم یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ اس کے کسی جرنیل نے کسی شہر کو نوک شمشیر سے فتح کرنے کے بعد اپنے ایک ساتھی کی بات کا اس طرح احترام کیا ہو۔

حضرت خالدؓ نے دریافت کیا توما اور ہربیس کہاں ہیں؟"

اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا۔ "توما اور ہربیس بھی شہر میں ہیں۔ اور میں نے تمام شہریوں کو امان دینے کا وعدہ کیا ہے" اور حضرت خالدؓ نے انہیں بھی امان دے دی۔ مگر یہ شرط لگا دی کہ وہ دونوں شہر سے نکل جائیں اور بجز اشیائے خوردنی اپنے ساتھ کچھ نہ لے جائیں لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کے کہنے سے انہیں مع اپنے مال و اسباب کے شہر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن یہ طے ہوا۔ کہ اپنی حفاظت کے لئے وہ صرف ایک ایک ہتھیار ساتھ لے جائیں گے۔

توما و ہربیس نے اس قرارداد کے بعد کہا کہ "ہمیں تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ اس عرصہ میں ہم اپنا مال و اسباب لے کر چلے جائیں اور تین دن کے بعد اگر ہم آپ کو کہیں مل جائیں تو آپ کو حق

ہوگا۔ کہ ہمیں قتل کر دیں۔ یا غلام بنالیں"۔

اس کے بعد توما اور ہرلیس اپنا سب سامان جمع کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے انطاکیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہرقل کی بیٹی زوجۂ توما بھی تھی۔ ان کے شہر سے نکلنے کے بعد گندم اور جو کے ذخائر پر جو شہر میں تھے۔ اختلاف رائے ہوا حضرت خالدؓ نے انہیں مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا۔ لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا۔ کہ یہ کفّار کی ملکیت ہیں اور ہم انہیں اپنے تصرّف میں نہیں لا سکتے۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ یہ قضیہ خلیفۃ المسلمین کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کا فیصلہ اس معاملہ میں قطعی ہوگا۔

دربار خلافت نے گندم اور جو کے ان ذخائر کو کفار کی ملکیت قرار دیا اور اس طرح سے یہ معاملہ طے ہو گیا۔

فتح کے بعد مسلمان شہر کے انتظام میں مصروف تھے۔ کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک دن ایک رومی نے حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ کہ "توما جاتے ہوئے اپنے مال اسباب کے علاوہ بہت سے دوسرے آدمی اور مال و اسباب کو بھی لے گیا ہے اور انہی میں میری بیوی بھی ہے۔"

حضرت خالدؓ نے معاملے کی تحقیق کی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ توما نے مسلمانوں کی فراخ دلی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مال اور اپنے عزیزوں کے سوا دوسرے لوگوں کو بھی زبردستی اپنے

ساتھ لے لیا ہے تو ضروری معلوم ہوا۔ کہ اسے اس شرارت کی سزا دی جائے چنانچہ چوتھے دن حضرت خالدؓ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

جنگ مرج الدیباج

حضرت خالدؓ حضرت ابوعبیدہؓ کو دمشق ہی میں چھوڑ کر چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ توما اور ہربیس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے اور جبلہ اور لاذقیہ کو طے کر کے ایک دریا کے کنارے پہنچے۔ معلوم ہوا۔ بادشاہ نے اسے انطاکیہ آنے سے روک دیا ہے اور وہ قسطنطنیہ چلا گیا ہے۔ حضرت خالدؓ بھی بعجلت تمام اس طرف کو روانہ ہو گئے اور دوسرے دن ایک پہاڑ کے دامن میں توما اور اس کے قافلہ کو جا لیا۔ توما اور ہربیس کے ساتھ رومیوں کی کافی جمعیت تھی۔

حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے کو مختلف سمت سے روانہ کیا۔ تاکہ دشمن کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے۔ توما پانچ ہزار رومی سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو آیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے دیکھتے ہی حملہ بول دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے بہ نفسِ نفیس توما پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

ازاں بعد ہربیس کی تلاش شروع کی۔ ہربیس اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کے ساتھ دست و گریباں چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا اور میدان جنگ سے کافی دور ایک پہاڑی پر چڑھ رہا تھا حضرت خالدؓ نے محسوس کیا

کہ ہربیس کا بچ نکلنا ہزاروں فتنے کھڑے کر دے گا۔ اس لئے تن تنہا اس پر جھپٹے اور اس کے سر پر پہنچ کر للکارے "میں شہسوار اور زبردست ہوں۔ میں دلیر اور سردار ہوں۔ میرا نام خالدؓ بن ولید ہے"۔

ہربیس نے حضرت خالدؓ کا یہ کلام سُنا تو مارے خوف کے گھوڑے کی زین پر سمٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا "یہ وہ شخص ہے جس نے ملکِ شام کو وہاں کے لوگوں پر پلٹ دیا ہے۔ یہ فاتح ارکہ، حوران، سخنہ، تدمر اور بصرہ و دمشق ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہمارے نرغہ میں آگیا ہے۔ پس جس طرح ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے قابو میں لے لو تاکہ تمہاری کھوئی ہوئی عزت و آبرو واپس آجائے اور اس کے ذریعے تم اپنے مقتولین کا انتقام لے سکو"۔

یہ مقام جہاں حضرت خالدؓ تن تنہا دشمنوں میں گھرے کھڑے تھے۔ گھنے درختوں کے درمیان تھا۔ جہاں نہ گھوڑا دوڑانے کا موقع تھا اور نہ لڑائی کی گنجائش تھی۔ ادھر دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تھا اور دانت پیس پیس کر حملہ کر رہے تھے۔ مگر حضرت خالدؓ شیر نر کی طرح ان پر جھپٹ رہے تھے۔ جب گھنے درختوں کی وجہ سے گھوڑے کی سواری ممکن نہ ہو سکی۔ تو آپ پیادہ پا ہو کر لڑنے لگے۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا تھا اس وقت ہربیس نے تلوار کا ایک وار کیا جو آپ کا خود کاٹ کر عمامہ تک پہنچا۔

عین اس حالت میں عربوں کے شور کی آواز آئی اور حضرت

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ساتھیوں سمیت وہاں آ پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے
ان کی طرف توجہ کی اور نہایت استقلال و جوانمردی سے دشمنوں کا مقابلہ
کرتے رہے، جب ہربیس نے لشکرِ اسلام کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے
لگا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے اسے بھاگنے کی مہلت نہ دی اور تلوار کی
ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کا جائزہ
لیا۔ تو معلوم ہوا کہ قیدیوں میں قیصرِ روم ہرقل کی لڑکی بھی ہے۔ آپ نے
اسلام کی روایات کے مطابق اس کے ساتھ نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔
اور بعد میں ہرقل کی درخواست پر اسے رہا کر دیا۔

ہرقل حضرت خالدؓ کی اس دریادلی سے بہت متاثر ہوا اور
کہنے لگا۔ "ان کا غلبہ پروردگارِ عالم کی طرف سے اور زیادہ ہوگا۔"

دمشق پہنچ کر حضرت خالدؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو ایک خط
فتح اور مالِ غنیمت کے متعلق لکھا۔ خط کا مضمون حسبِ ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لعبد اللہ خلیفہ رسول اللہ	یہ خط ہے بنام عبد اللہ خلیفہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من عاملہ علی	صلی اللہ علیہ وسلم کے خالد بن ولید المخزومی
الشام خالد بن ولید المخزومی اما بعد	حاکم شام کی طرف سے۔ بعدہٗ میں تحقیق تعریف
فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو	کرتا ہوں خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود
واصلی علی نبیہ	نہیں ہے۔ اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی

حضرت خالدؓ کی معزولی

مسلمان فوجیں دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں کہ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ کے نصفِ اول میں کُل تیرہ دن بیمار رہ کر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور جمہور مسلمین کی خواہش اور حضرت صدیق اکبرؓ کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے۔

اگرچہ مرکز میں یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا لیکن شام میں لڑنے والی فوجوں کے نظام پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔ جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ حضرت خالدؓ کی معزولی کا حکم لکھنا ہے۔" محض افسانہ طرازی کی ہے۔ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ فتحِ دمشق سنہ ۱۴ھ کے بعد کافی عرصہ تک حضرت خالدؓ بدستور اسلامی سپاہ کے سالارِ اعلیٰ رہے۔

اس واقعے کے متعلق مؤرخوں کی دو رائیں ہیں۔ کچھ کا تو یہ خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے فوراً بعد حضرت خالدؓ کو ان کے منصب سے معزول کر دیا اور کچھ اس بات پر متفق ہیں کہ بعض اختلافات کی بنا پر ۱۳ھ میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کر دیا تھا۔ اس کے بعد ۱۷ھ میں جب دربار خلافت میں یہ رپورٹ پہنچی۔ کہ حضرت خالدؓ نے اپنی شان میں ایک قصیدہ سن کر ایک شاعر کو دس ہزار روپے انعام دیئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر کے مدینہ آنے کا حکم دیا۔

خاص طور پر ابن اثیر کے بیان سے اس دوسرے نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ اس نے ۱۳ھ کے واقعات میں حضرت خالدؓ کی معزولی کا ذکر کرنے کے بعد ۱۷ھ میں پھر ان کا معزول ہونا بیان کیا ہے اور ہمارے خیال میں اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ۱۳ھ میں انہیں حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت کیا گیا ہو گا اور ۱۷ھ میں بالکل معزول کر کے مدینہ طلب کر لیا گیا ہو گا۔

معزولی کے سن کے اختلاف کے علاوہ تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یوں ہے۔

"جب حضرت عمرؓ کو حضرت خالدؓ کی بعض بے اعتدالیوں کی اطلاع پہنچی۔ تو انہوں نے ان کی معزولی کا حکم نامہ لکھ کر ایک قاصد کے ہاتھ شام بھیج دیا۔ قاصد کو تاکید کی گئی کہ وہ پہلے حضرت خالدؓ سے

جواب طلب کرے اور جب وہ معقول جواب نہ دے سکیں تو انہیں معزول سمجھا جائے۔

چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا قاصد حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت خالدؓ مقام قنسرین میں تھے۔ خلیفۃ المسلمین کا حکم پڑھ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور قاصد نے جواب طلب کیا۔ کہ آپ نے یہ اشرفیاں کہاں سے دی ہیں؟ دو بار پوچھنے پر بھی حضرت خالدؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے معزولی کی نشانی کے طور پر ان کے سر سے عمامہ اتار دیا اور اس سے ان کے ہاتھ باندھ دئیے اور پھر انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت خالدؓ نے حضرت عمرؓ کے تمام شکوک رفع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: "خدا کی قسم خالدؓ! تم مجھے بہت محبوب ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر و عزت کرتا ہوں"۔ اس کے بعد خلیفہ نے تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھ بھیجا کہ خالدؓ کی معزولی کسی رنجش یا بددیانتی کی وجہ سے نہ تھی۔

حضرت خالدؓ کی معزولی کے اسباب

یہ واقعہ کیوں وقوع پذیر ہوا؟ جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ تو مندرجہ ذیل متضاد جوابات ہمیں نظر آتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت ہی سے حضرت

خالدؓ کے خلاف تھے۔ اس لئے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد انہوں نے اس اختلاف کی بناء پر انہیں معزول کر دیا۔

۲۔ حضرت خالدؓ فوجی اخراجات کا باقاعدہ حساب نہیں پیش کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے حساب پیش کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو وہ آمادہ نہ ہوئے اور یہ عذر پیش کیا کہ "میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی حساب پیش نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا اب بھی حساب نہیں دوں گا۔" اور حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر دیا

۳۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی تعریف میں قصیدہ سن کر ایک شاعر کو دس ہزار روپیہ دے دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے باز پرس کی اور معقول جواب نہ پا کر انہیں معزول کر دیا

۴۔ حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کو ناپسند کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت خالدؓ اپنے محیر العقول کارناموں کی وجہ سے عامۃ المسلمین میں مقبول ہوتے جاتے تھے۔ اس لئے انہوں نے انہیں معزول کر دیا۔

اگر ان چاروں باتوں پر غور کیا جائے تو چار الگ الگ نتیجے مرتب ہوتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو معزول کیا۔

۲۔ حضرت خالدؓ فوجی معاملات میں دربار خلافت کو قوت بالا خیال

Consult from Jamia Asharfia Muslim Town Lahore LHR.

نہیں کرتے تھے اور اسلئے انہوں نے حساب کتاب دینا ضروری خیال نہ کیا اور ان کی یہ کوتاہی ان کے عزل کا باعث بنی۔

۳۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مصرف [illegible] اور مال غنیمت میں سے اپنے حصہ سے زیادہ رکھ لیتے تھے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوف تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ہر دلعزیزی کہیں مسلمانوں کے لئے کوئی فتنہ نہ بن جائے۔

جہاں تک پہلی تین باتوں کا تعلق ہے ہمارے خیال میں ان کے اندر بہت کم صداقت ہے۔ یہ ان مؤرخوں کی تصنیف معلوم ہوتی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بہتان طرازیوں اور غلط تاویلوں سے اسلام اور مسلمانوں کے کارناموں کو ہر قیمت پر غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ان روایتوں کو اکثر مستند مسلمان مؤرخوں نے بھی بیان کیا ہے اور اپنے طور پر ان کی تاویلیں بھی کی ہیں لیکن درایت کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ان کی صحت سے انکار ہی کرنا پڑتا ہے۔ عقل اس بات کو کسی طرح تسلیم نہیں کرتی کہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کا شرف رکھنے والے اور اسلام کے اصولوں کی روح سے آشنا یہ دونوں بزرگ اسلام کے پہلے دور ہی میں مومن کے مقام سے گر کر اس قدر پست ہو چلے تھے کہ اضراف۔ حکم عدولی۔ اور ذاتی رنجش جیسے گھٹیا جذبات و اعمال کا اثر ان کی قومی زندگیوں پر پڑتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قومی معاملات میں ان دونوں بزرگوں نے اپنی

ذات کو اس قدر الگ کر دیا تھا کہ آج ہمیں ان کے کارنامے معجزہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہی حضرت عمرؓ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو معزول کیا۔ اپنی پوری اسلامی زندگی میں انتہائی مخلص اور بے غرض نظر آتے ہیں۔ ان کی غیر جانبداری اور صاف گوئی کی دھاک موافقوں اور مخالفوں سب کے دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ قومی معاملات میں وہ اس قدر محتاط اور پاکباز ہیں کہ جب ان کی وفات کے وقت ایک شخص خلافت کے لئے ان کے بیٹے کا نام پیش کرتا ہے تو وہ نفرت سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت خالدؓ کا معاملہ ہے۔ شام و عراق کے ظلمتکدوں میں اسلام کی روشنی پھیلانے والا یہ مخلص مسلمان، صاحب تدبیر جرنیل اور جری سپاہی زندگی کے ہر لمحے میں ہمیں شہادت کی موت کے لئے بے تاب نظر آتا ہے۔ اس کی پوری اسلامی زندگی سفر، جنگ، دوڑ دھوپ اور بے آرامی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ شہادت کی تلاش میں دشمن کی ٹڈی دل فوجوں کے اندر اس طرح گھس جاتا ہے جس طرح طویل سفر کے بعد کوئی مسافر اپنے گھر کے صحن میں داخل ہوتا ہے۔

انسانی نفسیات کے ماہر یقیناً اس بات کو درست تسلیم کریں گے کہ بے خوفی اور جسارت کے ان کارناموں کا اظہار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو دنیا کی لذتوں، تعریفوں اور خوشامدوں سے بے نیاز ہو چکا ہو جسے اپنا وہ مقصد سب سے زیادہ عزیز ہے جس کے لئے وہ جدوجہد کر رہا ہو۔

البتہ چوتھی بات اس لئے قابلِ تسلیم ہے کہ یہ روحِ اسلام کے عین مطابق ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حضرت خالدؓ کے بہادرانہ کارنامے دیکھ دیکھ کر لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا ہو کہ مسلمانوں کی یہ فتحمندیاں صرف حضرت خالدؓ کی وجہ سے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی نصرت کا راز یہ تھا کہ وہ اپنی قوّتِ بازو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کی رحمت پر تمام باتوں سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اس بات کو محسوس کیا اور انہیں معزول کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کا نور کسی عمرؓ اور خالدؓ کا محتاج نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ایک قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت جب شام کا صدر مقام فتح ہو چکا تھا۔ وہاں کے باشندوں کا دل مٹھی میں لینے کے لئے حضرت خالدؓ جیسے گرم مزاج سپاہی کی جگہ حضرت ابو عبیدہؓ جیسے نرم دل مدبّر کی ضرورت تھی۔

غرض جہاں تک حضرت خالدؓ کے اصراف، نافرمانی اور خیانت یا حضرت عمرؓ کی ذاتی رنجش یا بدگمانی کا تعلق ہے۔ اس قسم کے تمام افسانوں کو بہتان سمجھنا چاہیئے۔

اس تمام بحث سے قطع نظر اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم اس بات پر غور کریں۔ تو حضرت خالدؓ کی معزولی کوئی ایسا اہم واقعہ نہ تھا جسکو اس قدر اہتمام کے ساتھ پیش کیا جاتا۔ زندہ قوموں کے افراد کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنی ذات کے مقابلے میں اپنی قوم کے مفاد کو

منفرد جانتے ہیں۔

حضرت خالدؓ نے اپنی معزولی کی خبر سن کر کوشش جہاد میں ذرہ بھر کمی نہیں کی۔ بلکہ اس معزولی کے بعد ہی انہیں ویرانی حصن القدس کی مہم پر حضرت عبداللہ بن جعفر کی کمک کے لئے جانا پڑا جس میں آپ نے نہایت جانبازی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو آپ کی معزولی پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اب حضرت خالدؓ دشمن کے مقابلہ میں پہلی سی گرمجوشی نہ دکھائیں گے لیکن حضرت خالدؓ نے اپنی معزولی کو محسوس تک نہ کیا اور آپ کے ارادوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ حالانکہ حضرت ابوعبیدہؓ کا قیاس انسانی نفسیات کے عین مطابق تھا۔ ایک دریا جو تیزی سے بہ رہا ہو اگر اس پر بند باندھ دیا جائے تو یقیناً اس کے پانی کی روانی موقوف ہو جائے گی۔ اسی طرح سے انسان کی طبیعت کی تیزی اور جولانی اس کے کام کی قدر دانی پر زیادہ ہوتی ہے لیکن جب اس کے شاندار کارناموں کو نظر انداز کر کے اسے اس کے مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے تو وہ اپنے فرائض کی انجام دہی سے دستکش ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے یہ ایسا وقت تھا کہ اگر حضرت خالدؓ اپنے کام سے دست بردار ہو جاتے تو انہیں الزام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن آفرین ہے حضرت خالدؓ پر کہ انہوں نے اپنی معزولی کا رنج دہ حکم سن کر فرمایا۔ "اگر حضرت عمرؓ میرے اوپر کسی حبشی غلام کو بھی سردار بنا دیتے تو میں اس کی زیر کمان بھی اسی جوش سے جہاد کرتا جیسے کہ اب تک

کرتا رہا ہوں۔"

دنیا کی کوئی تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ کہ کسی جرنیل کو جس نے اپنی شجاعت کا سکہ اپنوں اور غیروں پر بٹھا دیا ہو اور جنگی فنون میں اس کی قابلیت ہر فریق کے نزدیک مسلّم ہو۔ معزول کر دیا جائے اور پھر معزولی کے بعد اس نے فوجی نظام کو ماتحتی کی حالت میں اپنی خداداد قابلیت اور دلیری سے اور بہتر و برتر بنا دیا ہو اور حاکمِ اعلےٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہو۔

یہ حضرت خالدؓ بن ولید ہی تھے۔ جنہوں نے اس طرح کی مثال قایم کی۔ کیونکہ جس اسلامی نظام سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ والبستہ تھے۔ وہ قرآنی تعلیم کے ماتحت چل رہا تھا۔ جس کا ارشاد یہ ہے

ونزعنا ما فی صدورھم من غلّ

(ان مومنین کے دلوں میں) قبل از اسلام جو کھوٹ اور برائی تھی۔ وہ ہم نے نکال ڈالی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تمام جدوجہد اور جانبازی اللہ ہی کے واسطے تھی۔ ان فتوحات سے وہ ذاتی افتخار اور ناموری کے خواہاں نہ تھے۔ ان کے دل میں نفسانی خواہشات۔ کینہ پروری جاہ طلبی اور ہوا و ہوس کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔

حضرت خالدؓ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ "میں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں ہبہ کر دیا ہے۔" وہ تمنائے شہادت میں ہزاروں کفّار کے اوپر تن تنہا شیر کی طرح جا پڑتے تھے۔ ان کے جسم کا ہر قطرۂ خون

خدا کی راہ میں بہنے کے لئے تیار تھا۔ ان کے جذبات اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھے۔ اور ان کا جینا اور مرنا اللہ ہی کی رضامندی کے لئے تھا۔

باب پنجم

حضرت ابو عبیدہؓ کی ماتحتی میں خالدؓ کے کارنامے

انسانی نفسیات کے پیش نظر حضرت خالدؓ کا اسلامی سپاہ کی
سالاری سے معزول کیا جانا ایک ایسا حادثہ تھا کہ اس کے بعد ان کی
سپاہیانہ جدوجہد اور مجاہدانہ عزائم کا خاتمہ ہو جانا چاہیے تھا۔ یا کم از کم
ان کی کوششوں میں وہ پہلی سی شدت اور لگن نہیں رہنی چاہیے تھی
لیکن ان کا سوانح نگار یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ عزل کے بعد بھی
ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہی تلوار جو
سپہ سالاری کے نشان کے طور پر مجاہدوں کی رہنمائی کرتی تھی۔ ایک عام
سپاہی کے حربے کے طور پر اسلام کی سربلندی اور حق و انصاف کی
حمایت کے لئے رومی شہنشاہیت کے سر پر بجلی کی طرح کوندتی رہتی ہے

اور اس وقت تک نیام میں نہیں جاتی جب تک اس غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ نظام حکومت کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

حضرت خالدؓ کے کردار کی یہی وہ بلندی ہے۔ جو انہیں ایک عام دنیا دار فاتح کی حیثیت سے اونچا کر کے مجاہد فی سبیل اللہ کی خلعت فاخرہ عطا کرتی ہے۔ اور ان کا رتبہ عام فاتحین سے بدرجہا بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔

معرکہ حصن ابی القدس

حصن ابی القدس دمشق سے دس کوس کے فاصلے پر ایک اہم مقام تھا ایام صیام کے اختتام پر رومی اس جگہ عید کا جشن منایا کرتے تھے اور اس موقع پر ایک زبردست بازار بھی لگتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع ملی۔ کہ حاکم طرابلس کے داماد کی معیت میں رومی سپاہی حصن ابی القدس کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ یہ خبر سنکر آپ نے حضرت عبداللہؓ بن جعفر کی سرکردگی میں ایک لشکر رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

پانچ ہزار مسلح رومی سواروں کے علاوہ اس وقت گردونواح کے پندرہ سولہ ہزار افراد حصن ابی القدس کے مقام پر جمع تھے۔ حضرت عبداللہ کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لئے ہمیں واپس ہو جانا چاہیئے۔ لیکن انہوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ رومی غالباً پہلے ہی سے تیار تھے۔ اس شدت کی لڑائی مسلمانوں نے

پہلے کسی سے نہ لڑی تھی۔ وہ اپنی جان سے مایوس ہو کر آپس میں کہتے تھے کہ اب بہشت میں ملاقات ہو گی۔ صحابہؓ کا یہ چھوٹا سا لشکر اس گروہ عظیم میں گھرا ہوا دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔ لیکن حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھی نہایت صبر و استقلال سے لڑ رہے تھے۔

دشمن کے غلبہ اور لشکر کی کثرت دیکھ کر حضرت عبداللہؓ نے برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ابوعبیدہؓ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔ وہ سنکر بہت ملول ہوئے اور سوچا کہ اگر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی اس معرکہ میں شہید ہو گئے تو اس کا الزام مجھ پر آئے گا کیونکہ میری سرداری میں یہ پہلا حملہ ہے۔ اگر فتح نہ ہوئی تو سخت ندامت ہو گی۔ آخر بہت غور و فکر کے بعد آپ حضرت خالدؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا "تم عبداللہؓ بن جعفر کی مدد کے لئے جاؤ۔ کیونکہ ایسی مہم سر کرنا تمہارا ہی کام ہے اور تم ہی اس کام کے اہل ہو۔ میں پہلے ہی تمہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے تم سے کہتے ہوئے اسلئے شرم آتی تھی کہ معزولی کا معاملہ تمہیں ضرور ناگوار گذرا ہو گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا "خدا کی قسم۔ اگر مجھ پر حضرت عمرؓ کسی لڑکے کو بھی سردار مقرر کر دیں۔ تو میں اس کی اطاعت کروں گا۔ چہ جائیکہ میں آپ کی مخالفت کروں۔ آپ سابق الایمان ہیں۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امین الامت کا معزز خطاب دیا ہے۔ آپ کا مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے میں نے اسلام کیلئے

مدت تک شمشیر زنی کی ہے۔ میں آپ کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ میں نے اپنی جانبازی کے صلہ میں کبھی امارت اور سرداری کی خواہش نہیں کی۔"

حضرت خالدؓ کی یہ گفتگو حضرت ابوعبیدہؓ اور دیگر مسلمانوں کو بہت پسند آئی۔ سب نے آپ کے قول کی تصدیق کی اور اس کے بعد حضرت خالدؓ حصن ابی القدس کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ لشکر غروب آفتاب کے بعد مسلمانوں سے جا ملا۔

مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا کہ وہ رومیوں کے نرغے میں بُری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے دریافت کیا کہ عبداللہ بن جعفر کہاں ہیں؟ ادھر اُدھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ عبداللہؓ بن جعفر اسلامی علم اٹھائے دیر کے قریب موجود ہیں۔ آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔

حکم پاتے ہی آپ کے لشکر نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رات کے اندھیرے میں حضرت عبداللہؓ نے یہ سمجھا کہ کفار کا کوئی لشکر کمین گاہ سے نکل کر حملہ آور ہوا ہے۔ اسلئے وہ بہت پریشان ہوئے۔ ناگاہ آپ نے حضرت خالدؓ کی آواز سُنی اور اپنے ساتھیوں سے کہا "دشمنوں کو پکڑ لو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے امداد بھیج دی ہے"

واثلہ بن اسقع نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے کہ ہم نے رات کی تاریکی میں حضرت خالدؓ کا نشان لے ہوئے

مشرکین کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے دیکھا۔ اس کے بعد رومی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمان مظفر و منصور واپس ہوئے۔

حضرت خالدؓ کی واپسی پر حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا استقبال کیا اور شجاعت و جانبازی کی داد دی۔

واقدی لکھتا ہے "حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک خط حضرت عمرؓ کو لکھا۔ جس میں فتح کی خوشخبری دی اور حضرت خالدؓ کے کارنامہ کی تعریف کی۔ اس کے علاوہ حضرت خالدؓ کی گفتگو سے جو انہوں نے دیر ابی القدس کو روانگی کے وقت کی تھی انہیں مطلع کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ حضرت خالدؓ کی دلجوئی کریں۔

فتح حمص

جب حضرت ابوعبیدہؓ ضروری انتظامات سے فراغت پا چکے تو حضرت خالدؓ کو ایک تہائی لشکر دے کر حمص کی جانب روانہ کیا اور خود بعلبک کی طرف کوچ کیا۔

راستہ میں حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس میں جبلہ ابن ایہم کے اسلام لانے اور اس کے طواف خانہ کعبہ کے دوران میں ایک مسلمان کو قتل کرنے اور اس سے قصاص طلب کئے جانے کا حال لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ کر ہرقل کے پاس گیا ہے۔ تم اس کو حمص میں جا لو۔

یہ خط دیکھتے ہی حضرت ابوعبیدہؓ خود بھی حمص کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت خالدؓ سے جا ملے۔ حضرت خالدؓ حمص میں بروز جمعہ

ماہ شوال سنہ ۱۴ھ پہنچے۔

مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پاکر وہاں کے بطریق نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا "بادشاہ کا ساتھی مرگیا ہے اور ہمیں فی الحال عربوں پر غالب آنے کی قدرت نہیں ہے۔ اسلئے ہم ان سے اس شرط پر صلح کر لیتے ہیں۔ کہ اگر انہوں نے حلب اور قنسرین کو فتح کر لیا اور ہرقل کے لشکر کو شکست دے دی تو ہم ان کے تابع فرمان رہیں گے"۔

قوم نے اس کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ اہل حمص کے ساتھ صلح طے پاگئی۔

اس صلح کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید مع چار ہزار سواروں کے معرات کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بلادِ عواصم و قنسرین کو فتح کریں۔ چنانچہ آپ شیزر پہنچے اور نہر مقلوب پر دو یوم قیام کر کے مصعب بن محارث کو پانچ ہزار سوار دے کر بلادِ عواصم کی فتح کیلئے روانہ کیا اور خود مع لشکر کفر طاب اور معرات کی جانب روانہ ہوئے یہ مہم نہایت آسانی سے سر ہوگئی اور آپ حضرت ابوعبیدہؓ سے آملے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے جنگی قیدیوں کو مع ان کے اہل و عیال کے سالانہ جزیہ مقرر کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ اور وہ مسلمانوں کے انصاف اور رحم و کرم کے گیت گاتے اپنے گھروں کو واپس ہوگئے اور قرب و جوار کے لوگوں کو مسلمانوں کے رحم اور خصائل حمیدہ سے آگاہ کیا۔

روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے مصالحانہ رویہ سے تمام

قرب وجوار کے لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ یہی ارادہ حاضر اور قنسرین کے لوگوں کا بھی ہوا۔ لیکن ان کا حاکم لوقا مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اگرچہ لوقا کی حاکم حاضر سے عداوت تھی لیکن مسلمانوں کی مخالفت میں وہ دونوں ایک ہو گئے۔ دونوں کے پاس دس دس ہزار مسلح فوج تھی۔ اس کے علاوہ انہیں ہرقل کی امداد پر بہت بھروسہ تھا۔ کیونکہ ایک بار وہ انہیں معقول فوجی امداد کا یقین دلا چکا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ اگر میری رعایا میرے خلاف ہو کر مسلمانوں سے صلح کرے گی۔ تو میں بے بس ہو جاؤں گا۔ اس لئے اس نے اپنی سب رعایا کو جمع کیا۔ اور انہیں فریب دے کر ظاہراً کہا۔ کہ "فی الحال ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ہمیں ہرقل کی طرف سے کمک کی امید ہے۔ اس لئے ہم ان سے ایک سال کے لئے صلح کر لیتے ہیں۔ تاکہ اس دوران میں ہم ہر طرح سے ان کے مقابلے کے لئے تیار ہو سکیں۔"

لوگوں نے اس کی گفتگو پسند کی۔ لوقا نے ایک خط حضرت ابوعبیدہؓ کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"ہمارے پاس ہر طرح کا ساز و سامان ہے۔ اگر تم چالیس سال تک بھی ہمارا محاصرہ کئے رہو تب بھی ہمارے شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم تمہارے ساتھ ایک سال کے لئے صلح کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ تمہاری اور ہرقل کی لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے بادشاہ نے حد خلیج سے روضۃ الکبریٰ تک تمہارے مقابلہ کے لئے

گنگ طلب کی ہے لیکن ہم بادشاہ سے پوشیدہ تم سے صلح کرتے ہیں۔"

جب قاصد یہ خط لے کر لشکرِ اسلام میں پہنچا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ کے دائیں جانب حضرت خالدؓ اور بائیں طرف حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر اور سامنے دوسرے مسلمان بیٹھے تھے۔ اس لئے سجدہ کا قصد کیا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے روکا اور کہا۔" ہم بندگانِ خدا ہیں اور خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے وہ خط لے لیا اور پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا۔ حضرت خالدؓ خط کے دھمکی آمیز مضمون کو سُن کر بہت برافروختہ ہوئے اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا:" اس خط کے مضمون سے فریب کی بُو آتی ہے اور ایسے شخص کے ساتھ صُلح کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ" اللہ تعالےٰ نے امورِ غیبی سے کسی کو آگاہ نہیں کیا اور بندوں کے حال سے وہی واقف ہے۔ اسلئے تم توقف کرو۔ کیونکہ وہ ہمارے ساتھ صلح کی خواہش رکھتا ہے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔" اگر وہ ہمیشہ کے لئے مصالحت کرلے تو آپ مان لیں ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ بفضلِ ایزدی ہم اس کے لئے کافی ہیں۔"

قاصد نے حضرت خالدؓ کا دلیرانہ کلام سُنا اور ان کی دانشمندی اور موقع شناسی دیکھی تو سامنے آکر پوچھا۔" اے سردار! تمہارا کیا نام ہے؟"

آپ نے فرمایا "میں خالد بن ولید ہوں۔ میں جنگ جُو اور دلیر ہوں۔ میں کفرو باطل کو مٹانے والی تلوار ہوں۔"

یہ سنکر قاصد نے کہا "بے شک تم شجاعوں میں سے ہو۔ میں نے تمہارے کلام مردانہ سے پہچان لیا تھا۔ تمہاری قوّت کی بھی ہمیں پہلے سے خبر ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ نیک اطوار اور رحمدل ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ کہ ہم تم سے مصالحت چاہتے ہیں اور تم اس سے انکار کرتے ہو؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "ہم دشمن کے مکروفریب میں نہیں آتے اور اس کے کلام اور رویّہ سے اس کا مکروفریب اور ریاکاری پہچان لیتے ہیں۔ تمہارے خط کے مضمون سے ہم نے تمہارے ارادے اور فریب کو سمجھ لیا۔ کہ اگر بادشاہ کا لشکر زمانۂ صلح میں تمہاری مدد کے لیئے آگیا تو تم اپنا عہد توڑ دو گے اور اس لشکر کے ساتھ مل کر سب سے پہلے ہمارا مقابلہ کرو گے اور غلبہ کی حالت میں ان کے ساتھ رہو گے۔ پس اگر تم صلح کے خواہاں ہو تو ایک سال کے لیئے تمہارے اور ہمارے درمیان اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے کہ اگر اس دوران میں بادشاہ کا کوئی لشکر ہمارے مقابلہ کے لیئے آئے اور ہم اس سے محاربہ کریں تو تم اپنے شہر میں مقیم رہو گے اور اس لشکر کے ساتھ شریک نہ ہو گے۔"

قاصد نے کہا "ہمیں یہ شرط منظور ہے۔"

چنانچہ مندرجہ بالا شرائط پر دونوں فریقوں میں صُلح طے پا گئی۔

روایت ہے۔ کہ لوقا حاکم قنسرین نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ دورانِ صلح میں آپ کے لشکر کا کوئی آدمی ہمارے دیہات اور علاقوں میں داخل نہ ہوگا۔ اور ہمارے ملک کی حد پر کوئی ایسا نشان قائم کر دیا جائے کہ اس سے آگے آپ کے لشکر کا کوئی آدمی نہ جائے۔

جب حضرت ابوعبیدہؓ نے دستاویزِ صلح کی تکمیل کر دی تو قاصد نے کہا۔ "اے سردار۔ ہمارے شہر کی حد معلوم ہے۔ اور ہمارے شہر کے مقابل حاکم حلب کا شہر ہے۔ اور اس کی حد متعین ہے۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک ایسی علامت قائم کر دیں جس سے آپ کے لشکر کا کوئی آدمی آگے نہ آئے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور کہا۔ "میں کسی شخص کو بھیج کر حد قائم کرا دوں گا۔"

قاصد نے کہا۔ "کہ آپ اس کام کے لئے اپنے آدمی کو نہ بھیجئے بلکہ ہم ایک ستون بنا کر اس پر ہرقل کا بت نصب کر دیں گے۔ آپ کے سپاہی اس سے آگے نہ آئیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اسے منظور کر لیا۔ دستاویزِ صلح اسے دے دی اور وہ واپس چلا گیا۔

جب قاصد نے وہ صلحنامہ لوقا کو دیا اور حضرت خالدؓ کی گفتگو اس سے بیان کی تو وہ بہت خوش ہوا اور سرحدِ قنسرین پر ہرقل کا بت ایک ستون پر نصب کرا دیا۔ یہ صلح ماہ ذی الحجہ ۱۴ھ میں ہوئی۔

اس صلح کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ تا اختتامِ مدتِ صلح حمص کے

دائیں بائیں فتوحات میں مصروف رہے۔ اور اس زمانہ میں کوئی خط وغیرہ حضرت عمرؓ کو نہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے اس تساہل کو برا جانا اور سمجھے کہ انہوں نے جہاد ملتوی کر رکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں حسب ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی ابی عبیدة بن الجراح	بجانب ابوعبیدہ بن الجراح کے۔ پس تحقیق
فانی احمد اللہ الذی لا الہ	تعریف کرتا ہوں میں اس اللہ کی کہ اسکے
الا هو واصلی علی نبیہ	سوا کوئی معبود نہیں ہے اور درود بھیجتا
وامرك بتقوی اللہ واحذرك	ہوں اس کے نبیؐ پر اور حکم کرتا ہوں میں
معصیتہ وانهاك ان تكون ممن	تمہیں پرہیزگاری اور اللہ سے ڈرنے
قال اللہ تعالی فیهم	اور گناہ سے بچنے کا اور میں تمہیں منع کرتا
فی كتابہ - قل ان كان	ہوں کہ کہیں تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ
آباءكم وابناءكم واخوانكم	جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب
وازواجكم وعشیرتكم	میں فرمایا ہے کہ اسے حبیب آپ کہہ دیجئے
واموال ن اقترفتموها	کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے
وتجارة تخشون	بھائی۔ تمہاری عورتیں تمہارے خاندان والے
كسادها احب	تمہارا مال اور تمہاری تجارت جسکی کساد بازاری
الیكم من اللہ	سے تم خائف رہتے ہو تمہیں اللہ اور
ورسولہ وجهاد	اس کے رسول کی راہ میں جہاد کرنے سے

فی سبیلہ فتربصوا	زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم انتظار کرو
حتی یاتی اللہ بامرہٖ	اس وقت تک جبکہ ہمارا حکم تمہیں آپہنچے
واللہ لا یھدی القوم	اور اللہ تعالےٰ نافرمانوں کو ہدایت
الفاسقین ؀	نہیں دیتا ؀

حضرت ابوعبیدہؓ یہ خط پڑھ کر بہت نادم ہوئے اور تمام مسلمانوں کو سنایا۔ اس خط کو سنکر تمام مسلمان روئے اور حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا۔ کہ آپ کو جہاد کرنے میں کون امر مانع ہے۔ پس آپ نے حلب کی جانب روانگی کا ارادہ کیا اور ایک نشان مصعب بن محارب کے لئے اور دوسرا سہیل بن عمرو کے لئے تیار کیا۔ اور عیاض بن غنم کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے حضرت خالدؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور خود رستن کی جانب روانہ ہوئے۔ رستن اور حمات کی آبادی نے آپ سے صلح کر لی۔

پھر حضرت ابوعبیدہؓ شیزر میں پہنچے۔ اور وہاں کے لوگوں سے ہرقل کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے کہا "ہم نے محض یہ سنا ہے کہ حاکم قنسرین نے ہرقل سے کمک طلب کی ہے۔ چنانچہ ہرقل نے اس کی امداد کے لئے جبلہ بن ایہم غسانی کو مع قوم غسان اور عرب متنصرہ اور حاکم عموریہ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کر دیا ہے"۔

آپ یہ خبر سنکر متحیر ہوگئے۔

اس کے بعد مسلمانوں سے اس امر میں مشورہ کیا اور کہا کہ حاکم قنسرین نے ہمارے ساتھ عہد شکنی اور دغا کی ہے۔

حضرت خالدؓ نے کہا "کیا میں نے اسی وقت آپ سے نہ کہہ دیا تھا۔ کہ اس خط کی طرز مکروفریب پر دلالت کرتی ہے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا "اس کافریب اسے کچھ فائدہ نہ دے گا اللہ تعالیٰ اس کی گھات میں ہے۔"

جب حضرت ابوعبیدہؓ نے اہل شیرز سے کمک کی خبر سُنی تھی۔ تو ان کے اور حاکم قنسرین کے درمیان صُلح کی مدت صرف ایک ماہ باقی تھی اور آپ دوران صلح میں عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ غلاموں کو جو ثمر دار درختوں کی لکڑیاں وہاں سے جلانے کے لئے لائے تھے سخت سرزنش کی اور یہ تاکید فرمائی کہ جب تک ہمارے اور ان کے درمیان صُلح ہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے اس کے بعد غلام کسی اور جگہ سے لکڑیاں لانے لگے۔

ایک دفعہ ان غلاموں کو جبلہ بن ایہم اور حاکم عموریہ کے کمک کے لشکر نے گھیر لیا اور منجملہ غلاموں کے دس نفر کو گرفتار کر کے لے گئے اور ایک غلام کو جس کا نام مبیح تھا زخمی کر کے ڈال گئے۔ یہ غلام سعید بن عامر کا تھا۔ وہ اسے تلاش کرنے گئے تو زخمی دیکھ کر کیفیت پوچھی اس نے بتایا کہ ایک بہت بڑا لشکر عرب متنصرہ اور قوم لخم و غسّان کا یہاں قریب ہی ہے جس نے دس آدمیوں کو پکڑ لیا اور میرے ساتھ یہ ظلم کیا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سواروں کا ایک دستہ آیا اور سعید ابن عامر

اور ان کے غلام کو لے گیا۔ اور انہیں جبلہ ابن ایہم کے سامنے پیش کر دیا۔ جبلہ نے اپنی گفتگو میں انہیں بتایا کہ وہ اور حاکم عموریہ مع قوم غسان ولخم اور دس ہزار فوج کے حاکم قنسرین کی مدد کے لئے تمہارے مقابلہ کو آئے ہیں۔ پس تو جا کر ابوعبیدہ کو ہم سے اور ہماری تلواروں سے خوف زدہ کر کے کہہ دے کہ یہاں سے چلے جائیں۔

جب سعیدؓ ابن عامر نے حضرت ابوعبیدہؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے حاکم قنسرین کے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ "ظلم اور بغاوت کرنے والا خود گڑھے گرتا ہے اور خدا تعالےٰ اس کی گھات میں ہے۔ عنقریب ہم اسے ایسا سبق دیں گے جو ہمیشہ اسے یاد رہے گا۔ میں دس صحابہ کے ساتھ جو بمنزلہ دس ہزار آدمیوں کے ہوں گے اسے ملنے کے لئے جاؤں گا۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا۔ "اے ابا سلیمان! جن اصحاب کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے ہو منتخب کر لو۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ نے عیاض بن حاتم، عمروؓ بن سعد، سہیلؓ بن عامر، رافع بن عمیرہ الطائی، سعید بن عامر انصاری، عمروؓ بن معدی کرب، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، ضرارؓ بن ازور، مسیب بن نخبۃ الغزاری اور قیسؓ بن ہبیرہ کو منتخب کیا اور مع اپنے ساتھیوں کے حضرت ابوعبیدؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کی کامیابی کے لئے دعا کی۔

حضرت خالدؓ نے روانگی کے وقت حضرت سعیدؓ بن عامر سے

پوچھا۔ اے سعیدؓ! کیا جبلہ نے تم سے یہ کہا تھا کہ حاکم قنسرین اس سے ملنے کے لئے آئے گا؟"

سعیدؓ نے جواب دیا: "ہاں کہا تھا۔"

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے سعیدؓ کو راستہ بتلانے کے لئے اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت سعیدؓ بن عامر اُن کے ساتھ ہو لئے اور یہ مختصر سا قافلہ روانہ ہو گیا۔ حضرت خالدؓ مع اپنے ساتھیوں کے ایک پوشیدہ مقام پر ٹھہر گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد جبلہ بن ایہم اور حاکم عمودیہ کا لشکر آتا دکھائی دیا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا: "یہ لشکر جو ہماری طرف آرہا ہے۔ ریگ بیابان کی طرح اَن گنت ہے۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "جب ہمارے ساتھ خدائی امداد ہے۔ تو پھر ان کی کثرت سے ہمیں کیا خوف۔" پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تم اس لشکر میں شامل ہو کر لشکر کا ایک جزو بن جاؤ اور خاموشی سے ان کے ہمراہ چلتے رہو۔ یہاں تک کہ حاکم قنسرین ان سے آ ملے۔

فتح قنسرین

حضرت رافعؓ سے روایت ہے۔ کہ جب چلتے چلتے ہم شہر عواصم اور قنسرین کے قریب پہنچے۔ تو دفعتہً حاکم قنسرین سامنے آیا۔ اس کے جلو میں قس اور راہب انجیل پڑھتے اور شور و غوغا کرتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ حاکم قنسرین سب سے آگے تھا۔ حضرت خالدؓ مع اصحاب کے اس کے سامنے آئے

K. A

اور قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ حاکم قنسرین سمجھا کہ جبلہ میرے استقبال کو آیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا "تمہیں مسیح اور صلیب سلامت رکھیں"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "اے مردود۔ تجھ پر سختی ہو۔ ہم صلیب پرست نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ اور یہ کہتے ہی آپ نے اپنا ڈھانٹا کھولا اور اونچی آواز میں کلمہ طیبہ پڑھا۔ حاکم قنسرین کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا نام بتا کر اسے گھوڑے کی زین سے کھینچ لیا۔ ساتھ ہی آپ کے ہمراہی اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور تلواریں چلنے لگیں۔ حضرت خالدؓ نے حاکم قنسرین کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیئے۔

یہ خوفناک منظر دیکھ کر نہ صرف حاکم قنسرین کے ساتھی بلکہ جبلہ اور حاکم عموریہ کے لشکری تھرا گئے۔ ادھر مسلمانوں کی صدائے تکبیر سے میدان گونج اٹھا۔ آخر حاکم عموریہ اور جبلہ اور ان کے ہمراہی جنبش میں آئے اور اپنے نیزے اور تلواریں درست کر کے مسلمانوں کی طرف چلے اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ایک دوسرے سے دور نہ رہو۔ اور دشمن کی کثرت سے جن کی تلواروں اور نیزوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ بالکل نہ ڈرو۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں مارا جانا ہماری عین آرزو ہے۔ اور خوب جان لو کہ اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچ کر ہم ایسے گھر میں داخل ہوں گے۔ جس میں رہنے والا نہ تو کبھی بوڑھا ہوتا ہے

اور نہ مرتا ہے۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی :-

لا یمسھم فیھا نصب   بہشت میں نہ تو انکو کوئی تکلیف پہنچے گی اور

وما ھم منھا بمخرجین   نہ وہاں سے کوئی نکالا جائے گا۔

حضرت خالد رض کے سب ساتھی یکجا ہو گئے اور نہایت بے جگری کے ساتھ دشمن سے لڑنے لگے۔ جبلہ ابن ایہم اور حاکم عمورِیہ مسلمانوں کی شجاعت دیکھ کر سخت حیران ہو رہے تھے۔ حاکم عموریہ نے حضرت خالد رض کی طرف اشارہ کر کے جبلہ سے کہا "کتنی تعجب کی بات ہے۔ کہ عرب ہلاکت سے گھبرتے نہیں ہوتے ہوئے بھی ذرا خوف نہیں کھاتے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ کہیں یہ ہمارے ساتھی کو نہ مار ڈالیں۔ بہتر ہے کہ جان بخشی کا وعدہ کر کے حاکم قنسرین کو چھڑا دو۔ جب وہ رہا ہو جائے گا۔ تو ہم انہیں مار ڈالیں گے۔"

یہ مشورہ کر کے جبلہ ابن ایہم حضرت خالد رض کی طرف بڑھا اور پکار کر پوچھا "کیا تم عرب کے سردار ہو؟"

حضرت خالد رض نے کہا "میں ان کا سردار نہیں۔ بھائی ہوں۔"

پھر جبلہ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

حضرت خالد رض نے جواب دیا "میں مشہور سردار بنی مخزوم ہوں اور میرا نام خالد بن ولید ہے۔ اور یہ جو میرے دائیں بائیں ہیں۔ یہ قبائل عرب کے مشہور آدمیوں میں سے ہیں۔" پھر ان سب کے آپ نے نام بتلائے اور کہا "تم ہماری اس قلیل جماعت کو حقیر مت سمجھنا اور نہ اپنی کثرت پر مغرور ہونا کیونکہ تم ہمارے نزدیک ان چڑیوں کے مانند ہو

جس پر شکاری آ پڑتا ہے اور انہیں جال میں پھانس لیتا ہے۔ پھر وہ انہیں گ
لیتا ہے اور وہ جال کے خانوں سے باہر نکلنے پر قادر نہیں ہوتیں لیکن ان میں
کوئی چڑیا شاذ و نادر نکل جاتی ہے"۔
یہ سنکر جبلہ خشمناک ہوا اور کہا۔ "تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا
کہ یہ کلام تمہارے لیئے فالِ بد ہوگا۔ اور تم مع اپنے ساتھیوں کے اس
جنگل میں جانوروں کی غذا ہو جاؤ گے"۔
حضرت خالدؓ نے کہا۔ "ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں ہے لیکن
تو بتا۔ کہ کون ہے؟"
اس نے جواب دیا۔ "میں جبلہ بن ایہم۔ غسان قوم کا سردار
ہوں"۔
حضرت خالدؓ نے کہا۔ "تو ہی ہے۔ جو اسلام لایا تھا اور پھر گمر
ہو گیا؟"
جبلہ نے جواب دیا۔ "تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے تو بزرگی
کو اختیار کیا ہے"۔
حضرت خالدؓ نے کہا۔ "بزرگی بجز اسلام کے اور کہیں نہیں ہے"۔
یہ سنکر جبلہ نے کہا۔ "زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں نے تمہیں محض ا
قیدی کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم اسے
مار ڈالو گے۔ پس تم اسے چھوڑ دو۔ تاکہ میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں
چھوڑ دوں۔ تم یہ سمجھ لو۔ کہ تم لوگ بہت تھوڑے ہو اور ہم بہت زیادہ ہیں

حضرت خالدؓ نے فرمایا "میں قیدی کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اسے قتل کروں گا۔ اس کے بعد جو کچھ تم ہمارے ساتھ کرو گے مجھے قطعی اسکی پروا نہیں ہے اور یہ جو تو کہتا ہے کہ میں یا وصف اپنی کثرت کے لڑائی میں تم سے کوتاہی کرتا ہوں۔ تو تیرا یہ کلام انصاف پر مبنی نہیں ہے کیونکہ تم کثیر جماعت کے ساتھ ہم بارہ آدمیوں پر حملہ آور ہو رہے ہو۔ تمہارے گھوڑوں کی باگوں، تمہاری تلواروں اور نیزوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اگر تم منصفانہ طریقہ پر لڑائی کرنا چاہتے ہو تو ایک آدمی کے مقابلہ کے لئے ایک آدمی نکلے۔ تاآنکہ تم ہمارے بارہ آدمیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دو۔ اس طرح ہماری جماعت فنا ہو جائیگی اور تمہیں یہ قیدی آسانی سے مل جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ نے ہمیں تم پر غلبہ عطا کیا اور غلبہ اسی کے ہاتھ میں ہے تو تم پر اس قیدی کا ہلاک ہونا اسلئے ناگوار نہ گزرے گا کہ تم خود اس سے پیشتر ہلاک ہو چکے ہو گے۔"

حضرت خالدؓ بن ولید کی اس گفتگو نے جو منطقی دلائل سے آراستہ تھی جبلہ کا سر جھکا دیا۔ وہ حاکم عمودیہ کے پاس آیا اور حضرت خالدؓ کی تقریر اس سے بیان کی۔ وہ سنکر برہم ہوا اور مسلح ہو کر میدان کی طرف بڑھا حضرت خالدؓ نے اس کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمنؓ نے انہیں قسم دے کر روکا اور خود جنگ کے لئے نکلے۔ لڑائی شروع ہوئی اور حضرت عبدالرحمنؓ نے جبلہ کو زخمی کر دیا۔ ادھر جبلہ کے وار نے بھی حضرت عبدالرحمنؓ کا کندھا زخمی کر دیا اور دونوں

میدان سے لوٹ گئے۔ اس کے بعد رومیوں نے عام حملہ کر دیا۔

حضرت ربیعہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ جب رومی ہم پر حملہ کرتے تھے۔ تو حضرت خالدؓ چاروں طرف سے گھوم کر ان کا جواب دیتے تھے اور انہیں ہم سے دور ہٹا دیتے۔ رومی پیچ و تاب کھا کے اور اپنی کثرت پر اکڑتے ہوئے پھر حملہ آور ہوتے تھے لیکن حضرت خالدؓ کے سامنے ان کی پیش نہ جاتی تھی۔ اسی طرح ان کے اور ہمارے درمیان شدت سے لڑائی جاری رہی اور انتہائی کوشش کے باوجود وہ ہم پر غلبہ نہ پا سکے۔

جس وقت یہ لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ شیرزمین اپنے خیمے میں سو رہے تھے۔ دفعتہً آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ جلدی سے اپنے خیمے سے باہر نکلے اور بلند آواز سے کہا۔

النفیرالنفیر فقد احیط الفرسان الموحدین

چلو۔ تم لوگ۔ کیونکہ مسلمان کافروں میں گھر گئے ہیں

پس صحابہ چاروں طرف سے دوڑ کر اُن کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا "میں سو رہا تھا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جگا دیا اور جھڑکا اور درشتی سے فرمایا

یا ابن الجراح اتنام عن نصرۃ	اے بیٹے جراح کے کیا تم سوتے ہو اور
القوم الکرام فقم والحق	معززین قوم کی امداد سے تم غافل ہو اٹھو اور خالدؓ
بخالد فقد احاطبہ اللئام	سے جا ملو۔ کیونکہ مسلح اور لئیم قوم نے انہیں

فانك ملحق به انشاء الله	انہیں گھیر لیا ہے اور تم ان کے پاس
تعالٰی بمشیت رب	اگر اللہ پاک نے چاہا پہنچ جاؤ گے۔ پروردگار
العالمین۔	عالم کی مشیت ہے۔

مسلمان جلدی جلدی مسلح ہوئے اور گھوڑوں کی ننگی پیٹھوں پر ہی سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اور آن کی آن میں دشمن کے سر پر پہنچ گئے

حضرت رافعؓ سے روایت ہے۔ کہ جس وقت تکبیر کی آواز بلند ہوئی تو رومی بھاگنے شروع ہو گئے۔ مگر مسلمانوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر کر اس قدر تیغ زنی کی کہ میدانِ جنگ لاشوں سے پٹ گیا تھوڑی دیر میں کفار ہزیمت خوردہ ہو کر میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے جبلہ بن ایہم سب سے آگے تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو مارتے ہوئے دُور تک چلے گئے۔

تعاقب سے واپس آ کر حضرت خالدؓ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوعبیدہؓ کے نشان کے پاس جمع ہوئے اور اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ سے مصافحہ کیا اور کہا۔ "آپکی نکوکاری نے اللہ تعالٰی کو راضی کر لیا۔"

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے تجویز کیا "کہ ہمیں فوراً قنسرین اور حاضر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔"

مسلمانوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور فوری طور پر ایک لشکر روانہ کر دیا گیا۔

قنسرین اور حاضر کے باشندے مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔

حمص کو روانگی

قنسرین اور حاضر کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بعلبک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت خالدؓ بن ولید کو حمص کی جانب روانہ کیا اور بعلبک کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بھی حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

نواحِ حمص میں فروکش ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے مریس لبطریق کو جو حاکم حمص تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن ابی عبیدہ الجراح النمری	یہ خط ابو عبیدہ بن الجراح کی جانب سے
عامل امیر المومنین عمر	ہے جو امیر المومنین عمرؓ ابن خطاب کا ملک
بن الخطاب علی الشام وقائد	شام پر عامل اور ان کے لشکروں کا سپہ سالار
جیوشہ اما بعد فان اللہ سبحانہ	ہے۔ بعد اس کے حال یہ ہے کہ خدائے
وتعالی قد فتح اکثر	پاک و برتر نے اکثر تمہارے شہروں
بلادکم علی ایدینا لا	کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کیا اور تمہیں
یغرنکم عظم مدینتکم	تمہارے شہر کی بڑائی۔ تمہارے قلعہ
وتشدید بنیادکم وکثرۃ زادکم	کی مضبوطی۔ اشیائے خوردنی کی کثرت
وھدل اجسامکم فما مدینتکم	اور تمہارے اجسام کا ڈیل ڈول فریب
عندنا اذقد اتاکم الحرب	میں نہ ڈالے اور جس وقت ہم تم پر

الا كبرمة الصنا على حجارة
في وسط عسكرنا والقينا
اللحم فيها جميع العسكر
يتوقع الاكل منها
وقد داروبها ينتظرون
نضجها وهذا ياتي بجذوة
وهذا ياتي بنار فما اسرع
نضاجها وكل ما فيها
وانا ادعوكم الى دين
ارتضاه لنا وشريعة
جاء بها نبينا محمد
صلى الله عليه وسلم
فسمعنا واطعنا
وان اجبتم كان
لكم مالنا وعليكم
ما علينا وارتحلنا
عنكم وخلفنا
فيكم رجالا
منا يعلمونكم

لڑائی کی مصیبت ڈالیں گے۔ تو تمہارا شہر
ہمارے نزدیک مثل اس دیگ کے ہوگا جسے
ہم نے اپنے لشکر کے درمیان پتھروں پہ
رکھا ہوا اور اس میں گوشت ڈال دیا ہو اور
سب لشکر اس گوشت کے کھانے کا امیدوار
ہو اور اس کے پکنے کے انتظار میں اس
دیگ کو گھیرے ہوئے ہو۔ پھر اس میں کوئی
خوشبو اور مصالحہ ڈالتا ہے۔ کوئی آگ جلاتا ہے
پس خیال کرو کہ جو گوشت اس انتظام کے
ساتھ پکایا جائے وہ کتنی جلدی تیار ہو سکتا
ہے اور کس قدر لطف سے اسے کھایا
جاتا ہے اور ہم تمہیں ایسے دین کی طرف
بلاتے ہیں جسے ہمارے لئے ہمارے پروردگار
نے پسند کیا ہے اور ایک راہ روشن دکھاتے
ہیں جس کی طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ
وسلم نے ہماری رہبری کی ہے پس ہم نے اسکے
حکم کو سنا اور اطاعت کی اور اگر تم اسے
قبول کرو گے تو جو ہمارے لئے ہے وہی
تمہارے لئے ہوگا اور جو حقوق ہم پر واجب

امر دينا وما	ہیں۔ وہی تم پر واجب ہوں گے ہم تمہارے
افترض الله علينا	ہاں سے کوچ کر جائیں گے اور اپنی جماعت
كما فعلنا	میں سے کچھ لوگوں کو تم میں اسلئے چھوڑ
بكم اول مرة	جائیں گے کہ وہ تم کو احکام دین اور وہ
وان ابيتم الاسلام	چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی
اقررناكم على	ہیں سکھائیں جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تمہارے
اداء الجزية	ساتھ کیا تھا اور اگر تم قبولِ اسلام سے انکار
وان ابيتم الجزية	کرو گے تو ہم تم سے ادائے جزیہ کا اقرار
فهلموا الى حربنا	کرائیں گے اور اگر جزیہ کی ادائگی سے بھی
حتى يحكم	انکار کرو گے تو لڑائی کی طرف چلو۔ تاوقتیکہ
الله وهو خير	اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے درمیان
الحاكمين ۔	فیصلہ نہ کر دے اور وہ سب سے بہتر اور

برتر حاکم ہے۔

ایلچی نے خط دے کر مرلیس کو صلح کی ترغیب دی اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے ڈرایا جس پر وہ بہت برہم ہوا اور کہا۔ "اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تیری زبان کاٹ ڈالنے کا حکم دیتا۔"

جب ایلچی نفی میں جواب لے کر آیا۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے ایک حصہ کو مسیبؓ بن نجتہ الفرازی کی معیت میں دوسرے حصہ کو حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کے ساتھ۔ تیسرے حصہ کو حضرت مرقالؓ ہاشم بن عتبہ

کے ہمراہ اور چوتھے حصہ کو یزید بن ابی سفیان کے ساتھ بھیجا اور خود مع حضرت خالدؓ بن ولید باب رستن پر ٹھہرے۔ چنانچہ وہ تمام دن دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں ختم ہوا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ نے غلاموں کے ایک لشکر کو جو چار ہزار کی تعداد میں تھا۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ جماعت ناکافی ہے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا "اس سے میرا ارادہ دشمنوں کے دل میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ ان کی جماعت ہمارے نزدیک اس قدر ذلیل ہے۔ کہ ہم بذات خود ان سے مقابلہ کرنا عار سمجھتے ہیں۔ اور اپنے غلاموں کو ہی ان کے مقابلہ کے قابل سمجھتے ہیں" چنانچہ غلام آغاز شب تک دشمنوں سے لڑتے رہے۔

غلاموں کی لڑائی کے وقت مرسیس اور بہت سے بطریق حصار پر سے لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت بعض لوگوں نے کہا۔ کہ "یہ فوج بالکل سیاہ رنگ ہے ہم نے عربوں کو اجنادین میں دیکھا تھا وہ تو ایسے نہ تھے"۔ اس پر چند آدمیوں نے جواب دیا کہ "یہ عرب نہیں بلکہ حبشی غلاموں کی فوج ہے اور عربوں نے انہیں ہماری طرف اسلئے بھیجا ہے۔ کہ ان کے نزدیک ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں ہے"۔

جب شام کے وقت لڑائی بند ہوئی۔ تو مرسیس نے ایلچی کے ذریعے حسب ذیل مضمون کا ایک خط روانہ کیا:۔

اما بعد یا معاشی العرب — بعد اس کے اے گروہ عرب!

قد تبین عندنا ضعفکم	بتحقیق ہمیں تمہاری کمزوری اور بیکی رائے
وسوء رائکم اذ وجہتم	ظاہر ہوگئی جبکہ تم نے غلاموں کو لڑائی
الینا العبید للقتال و	کے لئے ہماری طرف بھیجا اور ہم اس
نحن صبیحۃ ہذہ اللیلۃ	رات کی صبح کو تمہاری طرف خروج کرینگے
نخرج الیکم واللہ	اور اللہ تعالے جسے چاہتا ہے مدد
ینصر من یشاء۔	دیتا ہے ۔

اس خط کے پہنچنے پر مسلمانوں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ ہماری یہ رائے ہے کہ اس جنگ کو فی الحال ملتوی رکھیں اور ان سے غلہ لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں اور دوسرے شہروں کو فتح کریں اور بعد میں اس شہر کی طرف لڑائی کے لئے آئیں۔ تاکہ ان لوگوں کا غلہ بھی ختم ہو جائے اور ہماری طرف سے مطمئن ہو کر متفرق ہو جائیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور انہیں خط لکھ کر ان سے اس شرط پر پانچ دن کی رسد اور چارہ طلب کیا کہ وہ ان کے شہر سے چلے جائیں گے۔ چنانچہ اہل حمص نے مسلمانوں کے ہاتھ غلہ اور چارہ فروخت کیا اور مسلمانوں نے وہاں سے رستن کی طرف کوچ کیا۔

فتح رستن

جب مسلمانوں کا لشکر رستن میں پہنچا اور اسے آباد اور مضبوط پایا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے نقیطا حاکم رستن کے پاس اپنے ایلچی کو صلح کے لئے بھیجا۔ لیکن اس نے صلح سے انکار کیا

اور کہا کہ ہم اس وقت تک مسلمانوں سے صلح نہ کریں گے جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ ہرقل اور مسلمانوں کے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے۔

یہ جواب سنکر حضرت ابو عبیدہؓ نے لشکر کے سرداروں سے مشورہ طلب کیا اور بحث و تمحیص کے بعد طے پایا کہ محاصرہ کر کے لڑائی کی طوالت میں پڑنے کی بجائے یہ مناسب ہوگا کہ کسی طور ہمارے کچھ آدمی خفیہ طور پر شہر میں داخل ہو جائیں اور دروازے کھول دیں چنانچہ منتخب بہادروں کو صندوقوں میں بند کر کے شہر میں پہنچا دیا گیا۔ اور انہوں نے مقررہ وقت پر شہر کے دروازے کھول دیئے اور اس تدبیر سے یہ شہر بغیر خون خرابے کے فتح ہو گیا۔

لقیطا اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر بھاگ گیا اور حمص جا پہنچا۔ اس نے وہاں جا کر اہل حمص سے فتح رستن کا حال بیان کیا جسے سنکر اہل حمص سخت خوفزدہ ہوئے اور یہ سمجھے کہ اہل عرب ہم پر بھی یکایک آپڑیں گے۔

فتح شیزر

حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عبداللہؓ بن جعفر رستن کو فتح کر لینے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ حمات میں حضرت ابو عبیدہؓ سے آملے۔ حمات اور شیزر کے لوگوں کی مسلمانوں سے صلح تھی لیکن جب شیزر کا بطریق مر گیا تو ہرقل نے ایک شریر بطریق کو جس کا نام نکس تھا۔ اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے صلح توڑ دی۔ چونکہ شیزر دارالحرب ہو گیا تھا اسلئے حضرت ابو عبیدہؓ نے

کچھ لشکر سے حملہ کرایا جس سے رعایا نے واویلا مچایا۔ اس شور وغوغا پر نکس قلعہ سے باہر آیا اور اپنی رعایا سے کہا کہ مجھے بادشاہ رحیم نے تمہاری نگرانی وحفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ پھر اس نے لشکر کیساز وسامان حرب سے مسلح کیا۔ حضرت خالدؓ مع لشکر وہاں پہنچ گئے اور انہیں ڈرایا دھمکایا۔ پھر ایک خط حضرت ابو عبیدہؓ نے حاکم شیزر کو بھیجا۔ اس خط کے پہنچنے پر اس نے رعایا سے مشورہ کیا۔ تو اہل شیزر نے اس سے کہا۔ کہ اہل عرب اپنے قول کے سچے ہیں۔ نہ ہمارے قلعے ان لوگوں کے قلعوں سے زیادہ مضبوط ہیں جنہیں یہ فتح کر چکے ہیں اور نہ ہمارا لشکر ان لوگوں کے لشکروں سے زیادہ ہے۔ جن کو یہ مغلوب کر چکے ہیں لیکن نکس نے انہیں جھڑکا اور اپنے نوکروں کو انہیں مارنے کا حکم دیا۔

اہل شیزر اپنے حاکم کے حکم کے بموجب مسلمانوں سے لڑے۔ لیکن مسلمانوں نے دروازے توڑ کر شہر کو فتح کر لیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ مع اپنے لشکر کے حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں ایک بہت بڑا قافلہ ملا جس کے ساتھ ایک سو تاتاری گھوڑے اور ایک سو سپاہی تھے۔ آپ ان سب کو گرفتار کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس لے گئے۔

جب ان لوگوں سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے بتایا۔ کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روم۔ روسیہ۔ صقالیہ، افرنج

اور اس اقوام سے کمک طلب کی ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سب کو دعوتِ اسلام دی۔ قیس نے ترجمان کے ذریعے کہا۔ کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی اور انہی کے دستِ مبارک پر اسلام لے آیا تھا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے تکبر کے ساتھ اسلام سے نفرت کا اظہار کیا اور قبولِ اسلام سے انکار کر دیا۔ اور مسلمانوں کی اطاعت سے بھی سرکشی ظاہر کی۔ اس پر انہیں فی النّار کر دیا گیا۔ اور لشکرِ اسلام حمص کی جانب روانہ ہو گیا۔

جس وقت مسلمان حمص کے قریب پہنچے اور اہالیانِ حمص ان کے آنے سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے شہر کے تمام دروازے بند کر لیئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا۔ کہ آپ نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ حالانکہ آپ نے ہم سے مصالحت کی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد شکنی اور بے وفائی نہیں کرتے۔ ہم نے تمہارے ساتھ یہ عہد کیا تھا۔ کہ ہم کسی شہر کو شہر ہائے روم کی طرف جا کر فتح کریں گے اور اس کے بعد ہمیں اختیار ہو گا کہ ہم کسی اور طرف چلے جائیں یا تمہاری طرف واپس آ جائیں۔ اب چونکہ ہم نے شیزر فتح کر لیا ہے۔ اسلئے ہمارا عہد پورا ہو گیا اور معاہدہ اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے۔ کہ نئے سرے سے صلح کی بات چیت ہو۔"

اس پر اہلِ حمص نے کہا۔ "آپ سچ کہتے ہیں۔ یہ ہماری خطا ہے کہ ہم نے آپ سے مستقل طور پر صلح نہ کی۔"

اہلِ حمص مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر اپنے بطریق مرلیس کے پاس گئے اور اس سے کہا:

"ہمارے پاس نہ تو غلّہ ہے اور نہ سامانِ حرب ہے۔ ہم اس اسلامی لشکر سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا مسلمانوں سے صُلح کر لینا بہتر ہے۔"

مرلیس نے انہیں جواب دیا "ہم بہر حال مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے" اور صبح ہوتے ہی پانچ ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اِدھر مسلمان بھی مقابلے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے نہایت بے جگری سے جنگ کی۔ مشرکین کے زہر آلود تیروں سے کچھ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اور فریقِ مخالف کے بے شمار افراد کام آئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید بنی مخزوم کی ایک جماعت کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ کفار کو خاک و خون میں تڑپاتے اور صفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے۔ رومیوں نے اپنے مقتولین کو دیکھا تو بہت غضبناک ہوئے اور شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہو کر مسلمانوں کو گھیر لیا اور اپنی ڈھالوں کی آڑ لے کر اس قدر تیر برسائے کہ ان کے ترکش خالی ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو علم ہاتھ میں لے کر نکلے اور مسلمانوں سے پکار پکار کر کہنے لگے:

"مسلمانو! اپنے حملوں میں سختی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کرے گا اور تمہاری یہ کوشش دین و دنیا میں تمہاری سرفرازی اور ناموری کا باعث ہو گی۔"

آپ اس طریقہ سے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کر رہے تھے اور غازیانِ اسلام کی حوصلہ افزائی کے لئے خود بھی نہایت شدید حملوں سے کفار کی صفوں میں انتشار ڈال رہے تھے۔ کہ دفعتہً ایک بڑا رومی پہلوان شیر کی مانند آپ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن آپ نے اس کا وار خالی دیا اور پھر اس پر ایک وار تلوار کا ایسا کیا کہ تلوار پہلوان کی زرہ سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

یہ دیکھ کر رومی پہلوان نے فوراً آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے لپک کر اسے زمین سے اٹھا لیا اور سر سے اوپر لے جا کر زور سے زمین پر دے مارا۔ رومی پہلوان نیچے گرتے ہی چوٹ سے مر گیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اس کی تلوار لے لی اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے رومیوں پر دوبارہ ٹوٹ پڑے۔

یہ لڑائی غروب آفتاب تک جاری رہی۔ اندھیرا ہونے پر دونوں فوجیں اپنی اپنی قیام گاہ کو واپس چلی گئیں۔

صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے نماز کے بعد اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ پچھلے روز کی لڑائی میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا۔ آپ نے کہا "اب کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیئے کہ رومیوں پر جلد سے جلد غلبہ حاصل ہو"۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا "میرے خیال میں حمص کے شہسوار رومیوں میں سب سے بہادر ہیں۔ ان پر غلبہ پانے کی ایک یہی صورت ہے۔ کہ

کہ ہم انہیں قلعے سے باہر کھلے میدان میں لے آئیں۔ کیونکہ قلعے سے انہیں بہت امداد مل رہی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم یہاں سے پیچھے ہٹ جائیں۔ رومی ہمارا تعاقب کریں گے۔ اس طرح جب وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تو ہم پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور لشکر اسلام نے لڑائی سے پہلے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ دشمن نے یہ سمجھ کر کہ مسلمان بھاگ رہے ہیں۔ ان کا تعاقب کیا۔ جب رومی قلعے سے کچھ فاصلے پر آ گئے تو مسلمان شہاب ثاقب کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔

اس روز حضرت خالدؓ نے شجاعت اور بے جگری کا بے نظیر مظاہرہ کیا۔ آپ اپنی تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہہ رہے تھے:۔ "اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رحمت نازل کی۔ جس نے اس کی راہ میں اپنی تلوار نکالی۔ اپنے ارادوں کو مضبوط کیا اور اپنا نیزہ بڑھایا۔" اسکے بعد آپ حسب ذیل رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے:۔

الیوم یوم الکرہ والمدید	آج کا دن حملہ اور جوش و خروش کا دن ہے
والجبر للارواح والنفوذ	آج کا دن جانوں کے کھینچے اور زور آزمانے کا ہے
انا الھمام البطل والجسود	میں بہت دلیر اور بہادر ہوں۔
جربنی الرسول فی الامود	میری رسول اللہ صلعم نے کاموں میں آزمائش کی ہے

حضرت خالدؓ کا جوش دیکھ کر مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ بزدل کفار مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں

مرلیس حضرت سعدؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

رومی فوج کی شکست کے بعد اہل حمص کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اہل الرائے طبقے نے اس امر پر اتفاق کیا کہ شہر کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔

اسکے بعد وہ لوگ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور آپ سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں امان دے دی اور فرمایا: "اب ہم پر تمہاری حفاظت واجب ہو گئی اور ہم تمہارے شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ ہرقل اور ہمارے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے۔"

تری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

جنگ یرموک

فتح حمص کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ مع لشکر جابیہ میں مقیم تھے
ایک جاسوس نے آکر یہ خبر دی کہ ہرقل نے باہان ارمنی کی زیر کمان ایک
بہت بڑا لشکر جو نو دس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ روانہ کیا ہے۔

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے تقریر کی اور کفار کے لشکر کی آمد کا حال
بیان کر کے کہا۔

"جس خدا نے تمہیں کفار کے مقابلے میں ہر جگہ مظفر و منصور کیا ہے
وہی اس لشکر کو بھی ہزیمت دے گا اور جس کے ساتھ تائید الٰہی ہو وہ عاجز
اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اور جس کے ساتھ خدائی امداد نہ ہو اس کی کثرت
بے کار ہو جاتی ہے۔ پس تم لوگ ان کے مقابلے کے لئے مناسب مشورہ
دو۔"

قیس بن ہبیرہؓ نے رائے دی "ہمیں اسی جگہ مقابلہ کرنا چاہئے

اس رائے سے اور لوگوں نے بھی اتفاق کیا لیکن حضرت خالدؓ خاموش رہے۔ انہیں خاموش دیکھ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے پوچھا۔ "اے ابا سلیمان اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "میں نے قیس کا مشورہ سنا ہے لیکن میری رائے ان سے مختلف ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ "آپ اپنی رائے ظاہر کریں۔ اگر آپکی رائے مسلمانوں کے لئے مفید ہو گی تو میں اسی کو اختیار کر لوں گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "آپ ہمیں یہاں ٹھہرانے کے بجائے کسی کھلے میدان میں کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے لے چلئے۔ کیونکہ یہ جگہ لڑائی کے لئے بہت تنگ ہے۔ اس کے علاوہ اس مقام سے قیساریہ اور بیت المقدس قریب ہیں اور ان مقامات پر دشمن کی کافی فوج موجود ہے جو جنگ کی صورت میں ہم پر عقب سے حملہ کر سکتی ہے۔ اس صورت کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر کے یرموک کے میدان میں صف آرا ہوں۔"

حضرت خالدؓ کا یہ مشورہ سب مسلمانوں نے پسند کیا۔ ابو سفیان کھڑے ہو کر بولے۔ "اے سردار، خالدؓ بن ولید کی رائے پر عمل کیجیے اور انہیں رقادہ کی طرف روانہ ہونے کا مشورہ دیجیے تاکہ وہ اردن میں ہمارے اور رومیوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور ہمارے لشکر کو کوچ کے وقت کوئی دقت اور پریشانی نہ ہو۔"

خود حضرت خالدؓ نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور لشکر کا ایک حصّہ

ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

جنگِ اردن

جب آپ اردن کے مقام پر پہنچے تو رومیوں کا ایک لشکر مقابلے پر آیا۔ حضرت خالدؓ نے انہیں دیکھ کر مسلمانوں سے کہا "تمہارے غلبے کی نشانی یہ ہے کہ اس لشکر پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دو"۔ چنانچہ آپ نے رومیوں پر اس شدّت سے حملہ کیا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت خالدؓ ان کو دباتے ہوئے لشکر سمیت دریائے اردن تک پہنچ گئے۔ لشکرِ اسلام کے دباؤ سے مشرکین دریائے اردن میں کود پڑے اور ان میں سے اکثر ڈوب گئے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالدؓ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر سے یرموک میں جا ملے۔

جب قسطنطین پسر ہرقل کو معلوم ہوا کہ باہان روانگی میں تاخیر کر رہا ہے تو اس نے اسے فوری روانگی کے لئے لکھا۔ اس خط کے موصول ہونے پر باہان مع اپنے لشکر کے روانہ ہو گیا اور راستے کے شہروں سے لوگوں کو جبراً بھرتی کرتا ہوا بمقام دیر الجبل جو ارضِ رتا اور جولان کے قریب تھا فروکش ہوا اور نبرد آزمائی کے لئے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان تین فرسخ کا میدان چھوڑ دیا۔ یہ لشکر جس کی تعداد آٹھ لاکھ تھی۔ چھ فرسخ میں پھیلا ہوا تھا۔ جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار عربوں کے ساتھ اس لشکر کا مقدمۃ الجیش تھا

ہرقل نے ایلچی بھیج کر باہان کو ہدایت کی کہ وہ لڑائی سے پہلے مسلمانوں سے صُلح کی کوشش کرے اور اپنی طرف سے یہ شرائط پیش کرے کہ مسلمان اس تمام علاقے کے مالک ہوں گے جو وہ فتح کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں معقول رقم بھی دی جائے گی۔ چنانچہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے باہان نے جرجیر کو ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ایلچی بنا کر مسلمانوں کے پاس بھیجا۔

جب جرجیر نے مسلمانوں کے لشکر سے گفتگو کے لئے ان کے سردار کو بلایا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے پوچھا۔ "تو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

جرجیر نے کہا۔ "ہمارا لشکر بہت بڑا ہے جس کے مقابلے کی تم کسی طرح تاب نہیں لا سکتے اور جو کچھ تم لے چکے ہو۔ اس پر ہم تمہیں قبضہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بشرطیکہ تم یہیں سے واپس ہو جاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کر دئے جاؤ گے۔"

حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب دیا۔ "تمہارے لشکروں کی ہم قطعی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم تمہارے ملک اور خزانوں کے مالک ہو جائیں گے اور تم نے دیکھ لیا ہے کہ کیونکر ہم نے تمہاری باسامان جماعتوں کا قلع قمع کر دیا۔ جس دن لڑائی ہو گی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کونسی جماعت زیادہ طاقتور۔ بہادر اور دلاور ہے۔"

جرجیر یہ بات سنکر واپس ہو گیا اور باہان کو تمام گفتگو کا ماحصل سنا دیا۔ اس پر باہان نے جبلہ بن ایہم کو طلب کر کے کہا۔ "یہ عرب تمہارے بھائی ہیں۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ اس لئے تو ان کے پاس جا اور

کسی طرح انہیں مرعوب کرتا کہ لڑائی سے باز آکر واپس چلے جائیں۔"

جبلہ یہ سنکر لشکرِ اسلام میں پہنچا اور گفتگو کے لئے مسلمانوں سے اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو بلایا۔ حضرت عبادہ بن صامت اس سے گفتگو کے لئے گئے اور پوچھا کہ "تو کیا کہنا چاہتا ہے"؟

جبلہ نے کہا "تم میرے یگانے ہو اور پاسِ قرابت کی وجہ سے میں تمہیں رومی لشکر کی کثرت سے متنبہ کرتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ مقابلہ کر کے تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس خیالِ خام میں مت پڑو کہ تم نے اس سے پہلے رومیوں کے لشکروں کو کئی بار شکست دی ہے زمانہ ایک سا نہیں رہتا اور لڑائی میں کبھی ایک پلہ بھاری رہتا ہے اور کبھی دوسرا اگر رومی شکست کھا گئے تو وہ اپنے شہروں اور خزانوں کی طرف واپس ہو جائیں گے اور ان کے اقتدار میں کچھ فرق نہ آئے گا اور اگر تم مغلوب ہوئے تو تمہارے لئے یثرب کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ پس مصلحت یہ ہے کہ تمہیں جو کچھ مل چکا ہے۔ اسی پر اکتفا کر کے واپس ہو جاؤ۔"

حضرت عبادہؓ بن صامتؓ نے جواب دیا۔ کہ جس جس مقام پر ہم تمہاری جماعتوں سے لڑے ہیں۔ ہم نے تمہیں مغلوب کر لیا کیونکہ تائیدو نصرت ایزدی ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے ہم تمہاری کثرت اور لشکروں کی پروا نہیں کرتے۔ پس اے جبلہ! میں تیری خیر خواہی کے لئے کہتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا اور کفار کے ساتھ اپنی جان اور آبرو کو ضائع مت کر۔"

جبلہ یہ سنکر برہم ہوا اور کہا۔ کہ "میں ہرگز مسلمان ہونے کے لئے

تیار نہیں۔"

اس گفتگو کے بعد جبلہ بن ایہم بے نیل و مرام واپس ہوا اور باہان کو تمام گفتگو سے آگاہ کیا۔ اس پر باہان نے جبلہ سے کہا "مسلمانوں کی کل فوج تیس ہزار سے کچھ زائد ہے اور تمہارے ساتھ ساٹھ ہزار عرب جوان ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ تم عرب جوانوں کو لے کر لڑائی کی ابتدا کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے ہم جنس ہیں اور تم ان سے تعداد میں دو چند ہو مجھے یقین ہے کہ تم ان پر غالب آؤ گے اور اس صورت میں یہ ملک ہمارے اور تمہارے قبضے میں مشترک رہے گا اور تمہیں بادشاہ کا خاص قرب حاصل ہو جائے گا۔" چنانچہ جبلہ اپنی فوج لے کر مسلمانوں کی جانب بڑھا۔

جبلہ کی شکست

مسلمانوں نے جبلہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حضرت خالدؓ نے پانچ صحابہ کو جبلہ سے گفتگو کے لئے روانہ کیا اور خود تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ان اصحاب میں سے حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے جبلہ سے کہا:

"ہم قرابت داری کے خیال سے تجھے اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ پس تو اسلام قبول کر کے اپنی جماعت میں عزت اور شرف حاصل کر۔"

جبلہ نے انکار کیا اور کہا "کہ مجھے رومیوں کے ساتھ ہو کر تم سے ضرور لڑنا ہے۔ اس معاملے میں اپنے بھائی کے مقابلے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔"

اس مرحلے پر سلسلۂ گفتگو ختم ہو گیا اور جو لوگ جبلہ سے گفتگو کے لئے گئے تھے لوٹ آئے۔

حضرت خالدؓ نے تمام گفتگو سے آگاہ ہو کر کہا: "کل لڑائی میں جبلہ کا ایسے آدمیوں سے مقابلہ ہو گا۔ جن کا مقصود محض اپنے پروردگار کی خوشنودی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جبلہ کے ساتھ ساٹھ ہزار عرب ہیں اور ہماری تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد ہے۔ لیکن ہم اللہ کی جماعت ہیں۔ اور یہ بات ثابت کرنے کے لئے صرف تیس آدمی منتخب کر کے جبلہ کا مقابلہ کروں گا۔ جن میں سے ہر ایک دو ہزار کفار کا مقابلہ کرے۔"

یہ سنکر تمام مسلمان نہایت متعجب ہوئے اور حضرت خالدؓ کے اس کلام کو مزاح پر محمول کیا۔

ابو سفیانؓ نے دریافت کیا: "آپ یہ بات مذاق سے کہتے ہیں۔ یا حقیقت ہے؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "میں نے صحیح کہا ہے۔"

اس پر حضرت ابو سفیانؓ نے کہا: "اگر یہ سچ ہے۔ تو تم اس صورت میں خدا کے حکم سے انحراف کر کے اپنے نفس پر ظلم کرو گے۔ اگر تم یہ کہتے۔ کہ ایک آدمی دو آدمیوں سے لڑے گا۔ تو یہ ہمارے لئے بہت آسان ہو گا۔ لیکن تم کہتے ہو کہ ایک آدمی دو ہزار آدمیوں سے لڑیگا تو یہ بات ہم میں سے کوئی قبول نہیں کرے گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "اے ابو سفیان! تم اسلام لانے کے

بعد بزدل مت ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں تم بہادر اور شجاع تھے۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو میں ایسے بہادروں کو منتخب کروں گا۔ جنہوں نے اپنی جانیں اللہ تعالےٰ کے واسطے وقف کر دی ہیں اور لڑائی سے ان کا مقصد محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔"

حضرت ابو سفیانؓ نے کہا۔ "اگر تمہارا ایسا ہی ارادہ ہے۔ تو ساٹھ آدمیوں کو ساٹھ ہزار کے مقابلہ کے لئے منتخب کرو۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی ابو سفیانؓ کی بات سے اتفاق کیا اور مجاہدوں کی تعداد بڑھانے کا مشورہ دیا۔

حضرت خالدؓ نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ آپ نے سب سے پہلے زبیر بن العوام اور فضل بن عباس کے نام لئے اور اس طرح سے نام لے کر ساٹھ آدمیوں کو منتخب کر لیا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ ساٹھ بہادران اسلام کے ہمراہ میدان جنگ میں نکلے۔ تو بنو غسان ان کی قلیل تعداد دیکھ کر یہ سمجھے کہ مسلمان صُلح کی بات چیت کرنے آئے ہیں لیکن جب حضرت خالدؓ نے صف سے نکل کر حریف کو طلب کیا تو جبلہ قلب لشکر سے نکل کر آگے آیا اور کہا۔ "ہمیں لڑائی کے لئے کون پکارتا ہے۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ کہ میں ہوں اور تمہاری فوج سے لڑنے آیا ہوں۔"

اس پر جبلہ نے کہا۔ "ہم لڑائی کے لئے بالکل تیار ہیں تم بھی اپنی

قوم سے کہو کہ میدان میں آ جائے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "ہم تو لڑنے ہی کے لئے آئے ہیں۔"

جبلہ نے متعجب ہو کر پوچھا۔ "کیا تم ساٹھ آدمی ہمارے ساٹھ ہزار بہادروں سے لڑو گے؟"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "ہاں۔ ہمارا ایک آدمی تمہارے ایک ہزار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔"

جبلہ نے غرور کے چند کلمے کہے اور مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان ایک دائرے کی صورت میں دشمنانِ اسلام کی طرف بڑھے۔ جبلہ کی افواج نے نہایت شدید حملہ کیا۔ وہ اس کوشش میں تھے۔ کہ اپنی کثرت کے بل بوتے پر ان مٹھی بھر توحید پرستوں کو روند ڈالیں۔ جبلہ اس کوشش میں تھا کہ ان کے دائرے کو کاٹ دے تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ اسکے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس نے شدت سے دوبارہ حملہ کیا۔ لیکن اب کی دفعہ بھی وہ ناکام رہا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکا۔

حضرت خالدؓ۔ حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حضرت فضل بن عباسؓ۔ حضرت ضرارؓ بن ازور، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ شانے سے شانہ ملائے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ کبھی پاپیادہ لڑتے تھے۔ کبھی سوار ہو کر مقابلہ کرتے تھے۔

دو دفعہ منہ کی کھانے کے بعد دشمن نے تیسری دفعہ نہایت شدت سے حملہ کیا۔ اور اب کے وہ مسلمانوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مسلمان الگ الگ ہونے پر بھی دشمن پر بھاری تھے۔ جگہ جگہ مسلمانوں کی ٹولیاں لڑ رہی تھیں اور دشمن گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ تاریکی میں دشمن کی تلواریں آپس میں ہی ٹکرانے لگیں اور انہیں سوائے پسپائی کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ دشمن کے سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگنا شروع ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور دور تک مارتے چلے گئے۔

دشمن پر فتح پانے کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کا جائزہ لیا۔ تو ان کے ساتھ صرف بیس آدمی تھے۔ حضرت خالدؓ کو باقی ساتھیوں کے متعلق بہت تشویش پیدا ہوئی جب وہ لشکر میں واپس پہنچے تو مسلمانوں نے ان کی فتح پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت خالدؓ کو فتح سے زیادہ اپنے ساتھیوں کا غم تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے کہنے لگے "اے سردار! ہم نے دشمن پر فتح تو پالی۔ لیکن چالیس مسلمان ہم میں سے کم ہو گئے ہیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ بھی یہ خبر سنکر بہت رنجیدہ ہوئے لیکن حضرت ابو سفیانؓ نے کہا "ہمیں زیادہ غمناک ہونے کی ضرورت نہیں ہے ممکن ہے یہ مسلمان دشمن کے تعاقب میں گئے ہوں ہمیں میدانِ جنگ میں جا کر یہ تو معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ کتنے مسلمان شہید ہوئے۔"

یہ تجویز سن کر حضرت ابو عبیدہؓ مشعلیں لے کر میدانِ جنگ میں پہنچے اور دیکھ بھال شروع کی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ دس مسلمان شہید ہوئے تھے اور پانچ ہزار بنی غسان مرے پڑے تھے۔

میدانِ جنگ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ اس نتیجے پر پہنچے۔ کہ باقی تیس مسلمان یا تو دشمن کی قید میں ہیں یا ان کے تعاقب میں گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا "انہیں کون ڈھونڈے گا؟"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "اپنے ساتھیوں کی تلاش مجھ پر ہی فرض ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ "آپ نہ جائیے۔ دن بھر کے جہاد سے تھکے ہوئے ہیں۔"

لیکن حضرت خالدؓ نہ مانے اور گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ ابھی آپ تھوڑی دور ہی گئے تھے۔ کہ اللہ اکبر کی آواز کانوں میں آئی۔ آپ نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ تھوڑی دیر میں آپ کے کچھ ساتھی سامنے آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے انہیں مرحبا کہا۔ اور حال دریافت کیا۔

حضرت فضلؓ بن عباس نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جب ہم نے دشمن پر فتح پائی اور اس نے راہِ فرار اختیار کی تو ہم نے اس کا تعاقب کیا۔"

حضرت خالدؓ نے انہیں شمار کیا تو وہ تعداد میں چھبیس تھے، دس شہید ہوئے تھے اور رافعؓ بن عمیرہ، ضرارؓ بن ازور، ربیعہؓ بن عامر، عاصم بن عمر اور یزید بن ابی سفیان پانچ مجاہد دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے

اس کے بعد حضرت خالدؓ اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ مسلمانوں کی اتنی تعداد کو صحیح سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور گھوڑے کی زین پر سجدۂ شکر کیا۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے کہا۔

"قسم ہے خدائے قدوس کی میں نے بہت جانفروشی کی لیکن مجھے شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو شہید ہوئے ہیں۔ البتہ جو پانچ مسلمان پکڑے گئے ہیں۔ انہیں انشاءاللہ میں جلد رہا کرا لوں گا۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایک خط میں جبلہ کی شکست کا حال لکھ کر کمک کی درخواست کی چنانچہ آپ نے ایک ہزار آدمی مکہ اور طائف سے اور چھ ہزار آدمی دیگر قبائل عرب سے حضرت سعید کی قیادت میں روانہ کئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے روانگی کے وقت حضرت سعید سے کہا "اگر مزید کمک کی ضرورت پڑے تو تم فوراً امیر المومنین کو لکھنا۔ تاکہ وہ مجھے اور میرے ساتھ دیگر مہاجرین کو روانہ کریں۔ جو انشاءاللہ العزیز ملک شام کو الٹ کر رکھ دیں گے۔"

جب جبلہ نے ان پانچ مسلمان قیدیوں کو باہان کے سامنے پیش کیا

تو اس نے پوچھا کہ "یہ کون ہیں"؟

جبلہ نے کہا "یہ لوگ مسلمانوں کے لشکر کے ستون ہیں۔ یہ تعداد میں ساٹھ آدمی تھے۔ میں نے اکثر کو مار ڈالا اور ان پانچ کو گرفتار کر لیا۔ ان کے لشکر میں صرف ایک شخص ایسا ہے۔ جس کی فریب کاری سے ہم ڈرتے ہیں۔ اسی نے ارکہ۔ سخنہ۔ حوران۔ تدمر۔ بصرہ اور دمشق کو فتح کیا ہے اور یہ وہی ہے۔ جس نے اجنادین کے لشکر کو توڑ دیا تھا اور توما و ہربیس کو مرج الدیباج تک ان کا تعاقب کر کے مار ڈالا تھا"۔

باہان نے کہا "میں اس سردار کو کسی حیلہ سے یہاں بلا کر قتل کرنا چاہتا ہوں"۔ پھر اس نے جرجہ کو جو بڑا عقلمند اور عربی زبان میں بہت فصیح البیان تھا۔ اپنے پاس بلایا اور کہا۔ کہ "مسلمانوں کے لشکر میں جا کر کہو کہ وہ ہمارے پاس کسی ایلچی کو بھیجیں"۔

چنانچہ جرجہ لشکرِ اسلام میں آیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو باہان کا پیغام دیا۔ اس وقت حضرت خالدؓ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے بارے میں سوچ بچار کر رہے تھے۔ باہان کا پیغام سنکر حضرت خالدؓ نے کہا "میں باہان کے پاس جاؤں گا"۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے آپ کی خواہش کے مطابق اجازت دے دی۔ اور آپ مسلح ہو کر ایک سو سواروں کے ساتھ باہان کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت آپ حجازی موزے پہنے اور سیاہ عمامہ زیب سر کئے ہوئے تھے اور ہاتھ میں سیلمہ کی یمنی تلوار تھی۔

معاذؓ بن جبل کہتے ہیں کہ جس وقت ہم حضرت خالدؓ کی ہمراہی میں تکبیر کہہ کر روانہ ہوئے تو نصر بن سالم نے حضرت ابو عبیدہؓ کو روتے دیکھا اس نے پوچھا "اے سردار! آپ کیوں رو رہے ہیں؟" آپ نے کہا "اے نصر! قسم ہے خدا کی۔ یہ لوگ اس دین کی امداد کرنے والے ہیں اگر ان میں سے کسی کو میری سرداری میں مصیبت پہنچی۔ تو خدا کے سامنے اس کا کیا جواب دوں گا!"۔

باہان اور حضرت خالدؓ کی ملاقات

جب حضرت خالدؓ مع ہمراہیوں کے باہان کے لشکر میں پہنچے تو آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے بآوازِ بلند لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ پڑھا۔

اس وقت آپ کے سامنے جبلہ بن ایہم آیا اور پوچھا کہ "تم کون ہو؟"

آپ نے فرمایا "میں خالد بن ولید ہوں اور باہان کے پاس آیا ہوں"

چنانچہ جبلہ نے باہان سے جا کر کہا۔ کہ "خالدؓ ایک صد مسلمانوں کی معیت میں تم سے ملنے آگئے ہیں۔" باہان نے کہا "میں نے تو انہیں تنہا بلایا تھا۔ ان سے کہہ دو کہ وہ تنہا میرے پاس آئیں۔"

جب حضرت خالدؓ نے جبلہ سے باہان کا پیغام سنا۔ تو فرمایا "میں تنہا نہیں آؤں گا۔ اس واسطے کہ میں اپنے ہمراہیوں کے مشورے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔"

جبلہ نے حضرت خالدؓ کا یہ جواب باہان کو سنایا تو اس نے کہا۔

"نہیں اسی طرح آنے دو۔ لیکن ان سے کہو کہ ہمارے سامنے غیر مسلح اور پا پیادہ آئیں۔"

لیکن حضرت خالدؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت شان و شوکت اور رعب و جلال سے دشمن کی صفوں میں سے گزرتے ہوئے باہان کے خیمہ تک پہنچے۔ اس وقت جبلہ نے کہا کہ "بادشاہ کا خیمہ آگیا۔ اب اپنے گھوڑوں سے اترو اور ہتھیار رکھ دو۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "ہم گھوڑوں سے اتر جائیں گے لیکن اپنی تلوار کو ایک ساعت کے لئے بھی جدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ہمارے لئے عزت کا نشان ہیں۔"

جبلہ نے باہان کو آپ کے جواب سے مطلع کیا اور اس نے حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو ہتھیاروں سمیت اندر آنے کے لئے کہا باہان نے حضرت خالدؓ پر اثر ڈالنے کے لئے دیباج کے فرش بچھوا دئے تھے اور سونے چاندی کی کرسیاں لگائی گئی تھیں لیکن جب آپ اندر داخل ہوئے تو فرش اور کرسیوں کو ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔

باہان نے کہا "میں نے تمہارے لئے فرش بچھوایا تھا اور کرسیاں آراستہ کی تھیں اور تم نے یہ سب کچھ پرے ہٹا دیا۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "تیرے فرش سے خدا کا فرش پاک ہے۔" اور اس کے بعد سلسلہ کلام کا آغاز ہوا۔

باہان نے کہا۔ "سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے حضرت مسیحؑ کو بزرگ ترین نبی۔ ہمارے بادشاہ کو بزرگ ترین بادشاہ، اور ہماری اُمّت کو بہترین اُمت بنایا۔"

حضرت خالدؓ نے اس کی بات کاٹ کر کہا "سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں ایسا بنایا کہ ہم اپنے نبیؐ اور سب انبیاءؑ پر ایمان لائے اور ہمارے سردار ایسے ہیں جنہیں ہم اپنی مانند سمجھتے ہیں اور ہمارے سردار کو صرف اسی صورت میں ہم پر فضیلت حاصل ہے۔ کہ وہ ہم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ہمارے گروہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند بنایا اور ہم اس خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔"

یہ سنکر باہان کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔ "کچھ عرصہ قبل تم میں ایسے گروہ موجود تھے۔ جو ہم سے انعام و اکرام کے خواہاں ہوتے تھے۔ ہم انہیں انعام دیتے اور ان پر احسان کرتے تھے۔ ہماری اس بخشش اور انعام و احسان کے تمام قبائل عرب مرہونِ منت ہیں لیکن اب تم اس صورت سے آئے ہو کہ ہمارے شہروں کو ہم سے چھینتے ہو اور ہمارے آثار اور نشانوں کو مٹاتے ہو۔ تم میں یہ حوصلے اس لئے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ تمہیں ملک شام میں اپنی سواریوں سے بہتر سواریاں۔ اپنے ہاں کے کپڑوں سے بہتر کپڑے اور اپنے کھانوں سے بہتر کھانے ملے ہیں۔ سونے چاندی اور مال و متاع سے تم نے اپنے

گھر بھر لئے ہیں۔ اگر تم ہم سے مصالحت کر کے یہاں سے چلے جاؤ۔ تو جو
کچھ ہمارا مال و متاع تمہارے پاس ہے تم سے واپس نہیں لیں گے۔
بلکہ تمہارے ہر مرد کو ایک سو دینار اور تمہارے سردار ابو عبیدہؓ کے واسطے
ایک ہزار دینار اور تمہارے خلیفہ کے لئے دس ہزار دینار دیں گے اور
اگر تم لڑائی کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم اس لشکر جرار سے جو ہمارے ساتھ ہے
تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔"

حضرت خالدؓ نہایت سکوت اور اطمینان سے باہان کی گفتگو سنتے
رہے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا۔

"سب تعریف اس خدائے واحد کے لئے ہے جس کے سوا
کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی
اللہ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں اور بہترین ساعتوں
کی وہ ساعت ہے جس میں خدائے قدوس کی اطاعت کی جائے۔"

باہان نے یہ سنکر کہا "یہ شخص بڑا دانشمند ہے۔ اور حکمت کے
ساتھ کلام کرتا ہے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "اگر مجھے عقل دی گئی ہے تو خدا کی نعمت
ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما خلق اللہ تعالیٰ شیئاً احبّ	اللہ تعالےٰ نے اپنے نزدیک کسی چیز
الیہ من العقل لان اللہ تعالیٰ	کو عقل سے دوست تر پیدا نہیں کیا کہ
لما خلق العقل و حدودہٗ	جب اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا

وقدرہٗ قال لہ اقبل	اور اس کی صورت اور اندازہ کو مقرر کیا۔
فاقبل ثم قال لہ ادبر	پھر اس سے کہا کہ آگے آ۔ تو آگے آگئی اور
فادبر فقال وعزتی وجلالی	جب کہا پیچھے ہو تو پیچھے ہو گئی تب اللہ پاک
ماخلقت شیئاً احب الیّ	نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم
منک بک تنال طاعتی	ہے کہ میں نے اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب
وتدخل جنتی	کوئی چیز پیدا نہیں کی اس واسطے کہ تیرے
	سبب سے میری اطاعت ہوتی ہے اور
	داخل کی جاتی ہے میری جنت میں ۔

باہان نے کہا "جب تم ایسے عقلمند ہو تو ان آدمیوں کو اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟"

آپ نے فرمایا: "میں ان کے مشورہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جبکہ خداوند تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو روئے زمین کے آدمیوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور دانشمند تھے۔ یہ فرمایا ہے۔ وشاورھم فی الامر۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماضاع امرء عرف قدرہ ولاضاع مسلم قبل مشورہ اخیہ (یعنی جس آدمی نے اپنے مرتبہ کو پہچانا وہ ہلاک نہیں ہوتا اور جس مسلمان نے اپنے بھائی کے مشورہ کو قبول کیا وہ بھی ہلاک نہیں ہوتا) ۔

باہان نے کہا "تمہارے لشکر میں اہل الرائے آدمی کتنی تعداد میں ہیں؟"

آپ نے فرمایا "ایک ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں۔ جن کے مشورہ سے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔"

باہان بولا "ہم نے تو یہ سنا تھا۔ کہ تم لوگ فرومایہ۔ جاہل۔ اور بے عقل ہو۔"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "ہم میں اکثر ایسے ہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری اور دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے ہمیں راہِ راست دکھائی اور اپنے فیضِ صحبت سے ہماری خرابیوں کو دور کر کے ہمیں بنی نوع انسان کا معلّم اور راہبر بنا دیا۔"

اس پر باہان متعجب ہو کر بولا "مجھے تمہاری دانشمندی پر بہت تعجب اور حیرت ہے۔ اور میں تمہیں اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "تو اسی صورت میں میرا بھائی ہو سکتا ہے جب لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ الذی بشر بہ المسیح۔ یہ کہنے کے بعد تو میرا بھائی ہو جائے گا اور میں تیرا دوست ہو جاؤں گا۔"

باہان نے کہا "میرے لئے اپنا مذہب چھوڑنا ممکن نہیں۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "پھر میرے لئے بھی تیرا بھائی بننے کی کوئی صورت نہیں۔"

باہان نے کہا "تمہیں بھائی کی طرح جانتے ہوئے تم سے پوچھتا ہوں

کہ تم کیا چاہتے ہو۔؟"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا: "اب اپنی باتوں کا جواب سُن۔ تُو نے جو اپنی قوم کی عزت اور مالداری اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے تو ہمیں یہ سب کچھ معلوم ہے اور عربوں پر تمہارے انعام و اکرام سے بھی ہم واقف ہیں لیکن یہ سب کچھ تم نے اپنے مال و جان کو محفوظ رکھنے کے لئے کیا تھا۔

دوسرے تم جو ہماری غربت اور اونٹ چرانے کا طعنہ دیتے ہو تو بات یہ ہے کہ ہم اونٹ چراتے تھے اور ہماری قوم میں جس شخص نے اُونٹ چرائے ہوں اسے اس شخص پر ترجیح نہیں دی جاتی تھی جس نے اُونٹ نہ چرائے ہوں۔

تیسرے تم نے ہماری کم مائگی کا ذکر کیا ہے۔ تو سنو۔ ہماری کم مائگی اور بدبختی کے اسباب یہ تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بے آب و گیاہ ملک میں پیدا کیا۔ جہاں کھجور کے علاوہ کوئی درخت اور کھیتی وغیرہ نہیں ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے ہم لوگ تلوار کے دھنی تھے اور ہمارا زبردست زیردست کو نگل جاتا تھا۔ اور ہم بتوں کے آگے جھکے رہتے تھے۔ جو نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ نہ نفع نقصان کے مالک ہیں۔ اب ہم مسلمان ہو کر کفر و شرک سے بیزار ہو گئے اور سوائے پروردگارِ عالم کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں جنہوں نے منجملہ دیگر احکامِ دین کے ہمیں کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو

ہمارے دین کو یا ہماری اطاعت اختیار نہ کرے۔ پس جس نے ہمارے مذہب کو اختیار کر لیا وہ ہمارا بھائی ہے۔ اور جس نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا اسے صرف جزیہ کی ادائگی ہماری تلوار سے بچا سکتی ہے اور جس نے جزیہ دینے سے بھی انکار کیا۔ ہمارے اور اسکے درمیان تلوار فیصلہ کرتی ہے۔ اور ہم تمہیں اختیار دیتے ہیں۔ کہ یا تو کلمۂ طیبہ پڑھ کر ہمارے مذہب کو قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔"

باہان نے کہا: "ہم نہ تو اپنا دین چھوڑیں گے اور نہ جزیہ ہی دیں گے۔ تم جو چاہو کرو۔ اب تلوار ہی ہمارے درمیان تصفیہ کریگی۔"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "لڑائی کے ہم تم سے زیادہ خواہشمند ہیں۔ انشاء اللہ ہم تمہیں شکست دیں گے اور تم اس طرح ہانکے جاؤ گے کہ تمہاری گردن میں رسی ہوگی اور تم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔ جو تمہاری گردن ماریں گے۔"

باہان نے حضرت خالدؓ کا تحقیر آمیز کلام سنا تو نہایت غضبناک ہو کر بولا "مہربانی کی جگہ میرے دل میں تمہارے لئے دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے میں تمہارے سامنے تمہارے پانچوں قیدیوں کو بلا کر ان کی گردنیں ماروں گا۔"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ "تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو حالانکہ موت ہی کی ہمیں تمنا ہے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے

لیکن میں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مسلمان قیدیوں کو قتل کیا۔ تو میں اور میرے ساتھی مل کر اپنی تلواروں سے تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو فنا کر دیں گے۔ ہم تمہاری کثرت کی قطعاً پروا نہیں کرتے۔"

باہان کو یہ جواب سن کر سخت طیش آیا اور اس نے اپنی تلوار نکالنے کے لئے قبضے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے سپاہی بھی اپنے ہتھیار درست کر کے اپنے سالار کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ دیکھا تو ایک ہی جست میں باہان کے تخت پر جا چڑھے اور اپنی تلوار کی نوک باہان کے سینہ پر رکھ دی اور حضرت خالدؓ کے ہمراہیوں نے باہان کے تخت کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

حضرت خالدؓ نے کہا: "اے باہان! اگر تم نے یا تمہارے کسی بھی ساتھی نے ہلنے کی جرأت کی تو نوکِ شمشیر سینے میں اتر جائے گی اور تمہارا کام تمام کر کے باہر نکلے گی۔"

باہان سخت پریشان تھا اور اس کے ساتھی حضرت خالدؓ کی بے مثال جسارت پر حیران تھے۔ اس وقت حضرت خالدؓ نے کہا۔

"اپنے سپاہیوں سے کہو کہ مسلمان قیدیوں کو فوراً رہا کر دیں۔"

اس پر باہان نے مجبوراً مسلمان قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا۔ قیدی دربار میں آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر ان کے ساتھ اسی انداز میں کھڑے ہو گئے۔

حضرت خالدؓ نے باہان سے کہا "ہمیں نہایت امن کے ساتھ لشکر سے رخصت کیا جائے۔ تم قسم اٹھا کر عہد کرو۔ کہ تمہارا لشکر ہرگز مزاحم نہ ہوگا۔"

باہان کے لئے اس کے سوا اور چارہ ہی کیا تھا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔ اور حضرت خالدؓ نہایت شان سے اپنے ہمراہیوں سمیت گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔

توحید پرستوں کی اس مختصر جماعت نے کفار کے ٹولاکھ کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا اور قیدیوں کے آزاد کرانے کی جو ذمہ واری حضرت خالدؓ نے اپنے ذمہ لی تھی۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے اس بہادری او خوبی سے انجام دی کہ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے یہ قوتِ ایمانی تھی جس نے حضرت خالدؓ کو اس بے باکی اور بہادری کی جرأت دلائی۔ باہان نے مکر و فریب کا جال بچھا کر حضرت خالدؓ کو قبضہ میں کرنے کی کوشش کی لیکن اُلٹا دس قیدیوں کو بھی چھوڑتے بنی اور طاقتِ ایمان کفر پر غالب آئی۔

حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کی جماعت کے لشکرِ اسلام میں پہنچنے پر حضرت ابو عبیدہؓ اور سب مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے پھر حضرت خالدؓ سے تمام سرگزشت سننے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے جنگ کے لئے اہتمام شروع کر دیا۔ اور ادھر حضرت خالدؓ نے لشکرِ زحف کو ساز و سامان کی درستی کا حکم دیا۔

صبح ہوئی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو تمام لشکر کا سردار مقرر کیا اور انہوں نے تمام لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ پر حضرت قیسؓ بن ہبیرہ کو۔ دوسرے حصہ پر میسرہ بن مسروق کو۔ تیسرے حصہ پر عامر بن طفیل کو سردار مقرر کیا اور چوتھا حصہ اپنی نگرانی میں رکھا۔

جانبین کی صف آرائی کے بعد رومیوں کے لشکر سے ایک رومی لڑائی کے لئے نکلا اور اپنا مقابل طلب کیا۔ لشکرِ اسلام سے روماس حاکم بصرہ اس کے مقابلے کو نکلے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد روماس ایک زخم کی وجہ سے میدانِ جنگ سے لوٹ آئے اور ان کی جگہ حضرت قیس بن ہبیرہ اس پہلوان کے مقابلے کے لئے نکلے اور نہایت دلیری سے لڑے۔ لیکن عین حملہ کی حالت میں آپ کی تلوار بیکار ہو گئی۔

یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے پکار کر کہا: کون شخص جا کر انہیں تلوار پہنچائے گا؟"

حضرت عبدالرحمٰنؓ گھوڑا دوڑاتے ہوئے بڑھے اور تلوار حضرت قیسؓ کو دے آئے۔ کفار نے جب دیکھا کہ ان کی امداد کے لئے ایک سوار لشکرِ اسلام سے نکلا ہے تو دو پہلوان لشکرِ روم سے ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور لڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت قیسؓ نے اپنے مقابل کو مار ڈالا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر نے ان دونوں پہلوانوں کو جہنّم واصل کر دیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر رومی آپس میں کہنے لگے۔ کہ یہ لوگ انسان

نہیں ہیں۔ جنات میں سے ہیں۔

اس کے بعد فریقین کے چھوٹے چھوٹے دستے آپس میں لڑتے رہے اور یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔ اندھیرا ہوتے ہی فریقین نے جنگ بند کر دی۔

جب باہان اپنے خیمے میں واپس آیا۔ تو وہ بہت پریشان اور افسردہ خاطر تھا۔ کیونکہ دن بھر کی لڑائی کے دوران میں اس نے دیکھ لیا تھا کہ رومی مسلمانوں سے خائف ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ہرقل کو ایک خط لکھا۔ جس میں مسلمانوں کی بہادری اور اپنے لشکر کی بزدلی کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں نے اس لشکر کے سردار خالدؓ بن ولید کو مکر و فریب سے بلایا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ بلا کا نڈر اور بہادر ہے۔ اور میں اس پر قابو نہ پا سکا۔ میں نے زرِ کثیر اور مال و دولت کا لالچ بھی دیا۔ مگر افسوس کہ کوئی حربہ بھی کارگر نہ ہو سکا۔

اس خط کے جواب کے انتظار میں باہان نے ایک ہفتہ تک لڑائی بند رکھی۔

اس دوران میں جب باہان ہرقل کے جواب کا منتظر تھا۔ لڑائی بند تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے باوجود اس کے کہ حضرت خالدؓ نے انہیں دشمن سے لڑائی جاری رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ لڑائی کو اس بنا پر ملتوی کر دیا کہ اپنی طرف سے اس معاملہ میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیئے۔

ایک عرب باہان کی ہدایت کے مطابق لشکر اسلام میں جاسوسی کے لئے آیا اور ایک شب و روز وہاں رہ کر واپس ہُوا۔ اور باہان سے کہا۔ کہ وہ لوگ اپنی طرف سے لڑائی کا آغاز کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی طرف سے پیش قدمی کرنا مناسب نہیں ہے۔

یہ سنکر باہان بہت خوش ہوا اور اپنے لشکر والوں سے کہا۔ کہ میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ انہیں پریشان کر کے بھگا دوں۔ وہ لوگ مطمئن اور غیر مسلح رہتے ہیں اور ہماری طرف سے لڑائی کے منتظر ہیں۔"

چنانچہ باہان نے ایک سو ساٹھ صلیبیں تیار کیں اور ہر صلیب کے نیچے دس ہزار آدمی رکھے۔ اور یہ حکم دیا۔ کہ راتوں رات مکمل طور پر تیاری کر کے طلوع آفتاب کے وقت ان پر یکایک حملہ کر دو۔ رات بھر اس کے لشکر میں لڑائی کے لئے تیاری ہوتی رہی۔

ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ کفار کے ارادوں سے بالکل بے خبر تھے۔ صبح کو جس وقت باہان اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے والا تھا مسلمان نماز کے لئے جمع تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے سپاہی جو پہرے پر تھے یہ خبر لائے کہ دشمن تیار ہے اور حملہ کرنے والا ہے۔

اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ کو ان کا فریب معلوم ہُوا اور حضرت خالدؓ سے کہا۔" کہ تم کچھ آدمی لے کر ان کے مقابلے کو جاؤ اور ان کے حملے کو

روکو۔ تاکہ اس دوران میں ہم اپنی صفیں مرتب کرلیں"۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ سو سواروں کے ساتھ فوراً روانہ ہو گئے۔ اور اپنے نیزوں اور تلواروں سے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ اُدھر حضرت ابوعبیدہؓ اپنی فوج کی صفوں کو ترتیب دینے لگے اور عورتوں کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور جو مسلمان لڑائی سے بھاگے اسے شرمندہ کرکے اور مار کے میدان جنگ کی طرف واپس کرو"۔

رومیوں کے قسیس اور راہب ایک مہینہ پہلے سے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور ان کا بطریق اعظم اطلسی غلاف میں انجیل کو لپیٹے اور صلیبی نشان کے نیچے کھڑا ہو کر لشکر کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے ان کے لشکر کا یہ ڈھنگ دیکھ کر سرداروں کو مناسب مواقع پر کھڑا کیا اور غازیانِ لشکر کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا اور خود قلب لشکر میں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی :۔

(اے پروردگارِ عالم! یہ تیرے خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اور انکے مددگار و معاون اور جاں نثار تھے۔ تیری رضا کے لئے انہوں نے اپنے گھر بار اور عیال و اطفال اور وطن چھوڑا تو ہماری نہیں بلکہ اپنے سچے دین اور رسولِ صادقؐ کی آبرو رکھ لے، ہماری نہیں اپنے دین کی مدد کر، اے بے کسوں کے چارہ ساز۔ تو ان کے ذریعے سے

ہماری مدد کر اور ہمیں کفّار کے ہاتھ سے ذلیل و خوار نہ کر۔"

جب رومی لشکر نے حضرت خالدؓ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ آتے دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ مسلمان صفیں آراستہ کر کے جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی حضرت خالدؓ دشمن کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ آپ دریجان کے پاس پہنچ گئے۔ جو جنگ کے خوف کی وجہ سے اپنے سر پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھا۔ حضرت ضرارؓ نے اسے نیزہ مار کر ہلاک کر ڈالا۔

اب رومیوں کے سردار جرجیر نے اسلامی لشکر کے قلب پر حملہ کیا لشکرِ اسلام کے قلب میں بڑے بڑے جید و جرنیل تھے لیکن رومی آج بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ ان کے سپاہیوں نے اپنی کمریں ایک زنجیر سے باندھ رکھی تھیں اور وہ کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ لیکن پیچھے نہ ہلتے تھے۔

اگر حضرت ابو عبیدہؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آ کر انہیں شرم نہ دلاتے تو اسلامی فوج کے اس حصہ کا پسپا ہو جانا کچھ دُور نہ تھا۔ وہ آگے بڑھے اور اب مسلمان سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت خالدؓ دریجان کو قتل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ زنجیروں سے بندھے ہوئے سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور باقی پیچھے کی طرف

بھاگ گئے۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے بنی غسان پر حملہ کیا اور انہیں ہزاروں کی تعداد میں قتل کر کے بھگا دیا۔ اتنے میں سورج غروب ہو گیا اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ میں واپس آ گئے۔

جنگ یرموک کا تیسرا دن مسلمانوں کے لئے بڑا سخت تھا۔ اس دن رومیوں کے حملوں کی شدت سے تین دفعہ مسلمان شہسوار شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹے لیکن ہر بار عورتوں نے غیرت دلا کر انہیں میدانِ جنگ کی طرف واپس کر دیا۔ مسلمانوں کی اس کمزوری کے باوجود مشرکین کثیر تعداد میں مارے گئے اور مسلمان نہایت قلیل تعداد میں شہید ہوئے مسلمان رات کو اپنے لشکر میں واپس ہوئے اور بہت سے زخمیوں کا علاج کرتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ رات کو اپنے لشکر میں پھرتے رہے اور مسلمانوں کی دلجوئی کی اور اپنے ہاتھ سے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد رومیوں کو دیکھا کہ وہ صفیں آراستہ کر رہے ہیں۔ باہان نے جس کا تخت ایک ٹیلے پر تھا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ صفیں مرتب کرو۔ ادھر مسلمانوں نے بھی اپنی صفوں کو ترتیب دی۔

آج کے دن حملے کی ابتدا یزید بن ابی سفیان نے کی۔ لیکن اسی اثنا میں ایک بطریق مع دس ہزار رومی سواروں کے مسلمانوں کے

خیموں پر جہاں عمروؓ ابن العاص تھے جا پڑا اور انہیں اس قدر پیچھے ہٹا کر لے گیا کہ رومیوں کا لشکر عورتوں کے ٹیلہ تک پہنچ گیا۔

یہ دیکھ کر انصار سے ایک عورت چلا کر کہنے لگی "مسلمانوں کے مددگار کہاں ہیں؟"

یہ آواز حضرت زبیرؓ بن العوام نے جو آشوب چشم کی وجہ سے اپنی زوجہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور آنکھوں کا علاج کر رہے تھے سُنی اور پوچھا "یہ عورت کیا کہتی ہے؟"

حضرت عفیرہؓ بنت غفار نے کہا "مسلمانوں کے لشکر میمنہ نے شکست کھائی ہے اور رومی سپاہی ہم تک پہنچ گئے ہیں۔"

حضرت زبیرؓ یہ سنکر اُٹھے اور کہا "قسم ہے خدا کی میں دین کے مددگاروں میں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس جگہ بیٹھا نہ دیکھے گا" یہ کہہ کر آپ اپنا نیزہ لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے بے پناہ حملوں سے کفار کو پسپا کر کے ان کے لشکر سے ملا دیا۔

اس لڑائی میں شرجیلؓ بن حسنہ نے مع اپنی جماعت کے ایک طرف سے اور دوسری طرف سے قیسؓ بن ہبیرہ مع اپنی جماعت کے حملہ آور ہوئے اور رومیوں کے میمنہ پر حضرت خالدؓ نے مع حضرت زبیرؓ بن العوام اور ہاشمؓ بن مرقال کے سخت حملے کئے اور رومیوں کو قتل کرتے اور بھگاتے باہان کے خیمہ تک پہنچ گئے۔

اس وقت باہان نے اپنے تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ رومیوں کے لشکر میں ایک لاکھ تیر انداز تھے۔ انہوں نے ایک ساتھ تیر اندازی شروع کر دی۔ اگر نصرتِ الٰہی شاملِ حال نہ ہوتی۔ تو مسلمان ہلاک ہو جاتے۔

حضرت شرجیلؓ بن حسنہ لڑ رہے تھے۔ کہ ایک رومی جرنیل ان کے مقابلہ کے لئے آیا اور انہیں لڑائی کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ آپ مقابلہ کے لئے بڑھے۔ اور نیزے کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس رومی جرنیل کے مارے جانے کے بعد رومیوں کی جماعت سے ایک اور بہادر لڑائی کے لئے نکلا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام نے آگے بڑھ کر اسے واصلِ جہنم کیا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے چار رومی سوار فی النّار کر دیئے گئے۔ اس منزل پر حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت زبیرؓ کو میدانِ جنگ سے واپس بلا لیا۔

باہان یہ دیکھ کر کہ اس کے بہت سے بہادر مارے گئے۔ سخت خشمناک ہوا اور ایک لاکھ تیر اندازوں کو ایک ساتھ تیر چھوڑنے کا حکم دیا چنانچہ تیروں کی بارش سے سات سو مسلمان آنکھوں سے معذور ہو گئے اسی لئے اس دن کا نام یوم التقوير رکھا گیا۔ رومیوں کی اس بے تحاشا تیر اندازی سے مسلمانوں کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔

جب باہان نے مسلمانوں کے اس انتشار کو دیکھا تو زنجیر والے

سپاہیوں کو حملے کا حکم دیا۔ جو مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے عورتوں کے کیمپ تک پہنچ گئے۔ لیکن عورتوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ تلواروں نیزوں اور خیموں کی چوبوں سے اس بہادری کے ساتھ لڑیں۔ کہ رومی سپاہیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انہیں لوٹتے ہی بنی۔

اس وقت حضرت خالدؓ اس شدت سے لڑ رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس دن حضرت خالدؓ تنہا اس شدت سے حملے کر رہے تھے۔ جیسے ایک سو بہادر شہسوار ایک ساتھ مل کر حملہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی خداداد ہمت اور شجاعت و جرأت سے کفار کی صفوں کو تہ و بالا اور منتشر کر دیا۔

اب کفار کا یہ حال تھا کہ حضرت خالدؓ رومیوں کو اپنے مقابلہ کے لئے بلاتے تھے لیکن ان میں سے کوئی نہ نکلتا تھا۔ اس پر آپ رومیوں کو تہ تیغ کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے رہے یہاں تک کہ تھکاوٹ سے بازو شل ہو گئے۔ اس وقت حضرت حرث بن ہشام نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا۔ کہ خالدؓ نے تلوار کا حق ادا کر دیا اور جو کچھ ان پر واجب تھا اس سے زیادہ کر دکھایا۔ اس لئے اب انہیں آرام دینا لازم ہے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ آپ کے پاس گئے اور لڑائی سے باز رہنے کو کہا لیکن آپ نے یہ کہہ کر کہ "میں ہر طرح اور ہر طرف سے اپنے لئے شہادت چاہتا ہوں اور میری نیت کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے"۔ پھر

لشکرِ کفار پر حملہ کیا۔

اس حملے میں دوسرے مسلمانوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی لشکر دُم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ رومیوں کی ہزیمت کے ساتھ آفتاب غروب ہوا اور جنگ دوسرے روز پر ملتوی ہو گئی۔ روایت ہے کہ اس روز چالیس ہزار رومی کام آئے۔

رات کے وقت جب مسلمان اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے دو سواروں کو لشکرِ اسلام کے پاس گشت کرتے دیکھا۔ آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ بن العوام اور ان کی زوجہ حضرت اسماءؓ ہیں۔ آپ نے ان سے کہا "اے ابن عمہ رسول صلعم! کس چیز نے آپ کو گشت کرنے کی رغبت دلائی؟" حضرت زبیرؓ نے جواب دیا کہ "میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ آج رات مسلمان تھکاوٹ کی وجہ سے اچھی طرح گشت نہیں کر سکیں گے۔ اسلئے تم مسلمانوں کی نگہبانی میں میری امداد کرو"

اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کا شکریہ ادا کر کے آپ کو گشت سے روکا لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور تمام رات گشت کرتے رہے۔

اگلے روز باہان نے اپنے سرداروں سے مشورہ کر کے مسلمانوں سے یہ کہلا بھیجا کہ آج کے دن لڑائی موقوف رکھو۔ حضرت ابو عبیدہؓ اکی درخواست منظور کرنے اور لڑائی روکنے کے لئے تیار تھے لیکن حضرت خالدؓ نے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ "لڑائی روکنا ہمارے لئے اچھا نہیں ہے کیونکہ اس طرح دشمن کو تیاری کا موقع مل جائے گا۔" چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے

قاصد سے کہا: ہم لڑائی میں تاخیر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم یہ قصہ بہت جلد ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

باہان حضرت ابو عبیدہؓ کا یہ جواب سنکر بہت سراسیمہ ہوا اور اپنی فوج کے آگے آگے میدانِ جنگ میں آیا۔ ادھر مسلمان بھی صفیں آراستہ کئے جنگ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالدؓ کے ساتھ لشکر رحمت کے آگے تھے۔

جرجیر کا قتل

رومی لشکر سے جرجیر نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے سردار کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابو عبیدہؓ اس کے مقابلے کو نکلے۔ اور انہوں نے حضرت خالدؓ کو اپنا نشان دے کر کہا: "اگر میں زندہ واپس آیا تو اپنا نشان لے لوں گا ورنہ میرے بعد تم سرداری کے مستحق ہو۔ تاوقتیکہ حضرت عمرؓ اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ کریں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ کو مقابلہ پر دیکھ کر جرجیر نے پوچھا "تم ہی اس لشکر کے سردار ہو؟"

آپ نے جواب دیا "ہاں میں ہی اس لشکر کا سردار ہوں اور تجھ سے لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ اب تو ہے اور لڑائی کا میدان یقیناً ہلاکت تیری تاک میں ہے اور میری تلوار تیرے خون کی پیاسی ہے۔"

اس گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جرجیر آپ سے دوری اختیار کر کے بغرض امداد خسرکنے کے

میمنہ تک پہنچ گیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ اچانک پلٹ کر آپ پر حملہ آور ہوا لیکن آپ نے اس کا وار خالی دے کر تلوار کا ایک ہاتھ ایسا مارا کہ شمشیر ایک شانے سے دوسرے شانے تک نکل گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے دشمن کے مارے جانے پر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پھر تمام مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد آپ اپنے لشکر میں واپس آئے اور حضرت خالدؓ نے آپ کا نشان آپ کو لوٹا دیا۔

باہان نے جرجیر کے مارے جانے کی خبر سُنی تو بہت مایوس اور خوفزدہ ہوا۔ وہ فرار ہونا چاہتا تھا لیکن ہرقل کے خوف اور ننگ و عار کے خیال سے اپنی خواہش پوری نہ کر سکا۔ مجبوراً ناچار او ربادلِ شکستہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے خود تیار ہوا۔

اس وقت سرجیس جو جرجیر کا رشتہ دار تھا۔ اس کے سامنے آیا اور اسے مسلمانوں کے مقابلے سے روک کر اپنے آپ کو مقابلے کے لئے پیش کیا اور باہان سے کہا کہ "میں مسلمانوں سے جرجیر کا انتقام لوں گا۔" چنانچہ سرجیس مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلا اور میدانِ جنگ میں آکر اپنے مقابل کو طلب کیا۔

حضرت مالک اشتر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور آتے ہی دفعتہً اس کے گھوڑے کو نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کے بعد آپ نے سرجیس پر حملہ کر کے ایک وار تلوار کا ایسا کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

جب باہان کو معلوم ہوا کہ سرجیس بھی مارا گیا۔ تو اس نے قسم کھا کر کہا

کہ "اب میرے لئے لڑائی کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ اور اب میں خود جنگ کے لئے جاؤں گا۔"

باہان کا انجام

رومیوں نے ہرچند کوشش کی کہ سالارِ لشکر خود میدانِ جنگ میں نہ جائے لیکن باہان نہ مانا۔

اس وقت مالک اشتر میدانِ جنگ میں سرجیس کو قتل کرنے کے بعد رومیوں کو للکار رہے تھے۔ باہان بڑی آن بان سے مسلح ہو کر نکلا۔ وہ بڑے ڈیل ڈول کا آزمودہ کار جرنیل تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھاری گرز تھا جس سے اسے امید تھی کہ اپنے مقابل کا سر کچل دے گا۔

جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچا۔ تو حضرت خالدؓ نے کہا کہ "باہان بہت جلد جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس وقت مالک اشتر میدانِ جنگ میں نہ ہوتے تو میں اس سے تلوار کے دو دو ہاتھ کرتا۔"

باہان نے آتے ہی حضرت مالکؓ اشتر سے کہا "کیا تم خالدؓ ہو؟"

آپ نے جواب دیا "میرا نام مالک اشتر ہے۔"

باہان نے کہا "میرا ارادہ آج خالدؓ سے لڑنے کا تھا۔ خیر اب بھی کوئی بات نہیں پہلے تمہیں سے نمٹ لوں۔ اس کے بعد اسے طلب کروں گا۔"

حضرت مالکؓ اشتر نے جواب دیا "یقین جانو تمہیں حضرت خالدؓ سے لڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کرنی پڑے گی۔ کیونکہ خدائے برتر کے فضل و کرم سے تم میرے ہاتھ سے ہی کیفرِ کردار کو پہنچ جاؤ گے۔"

اب لڑائی شروع ہوئی۔ باہان نے گرز سے وار کیا۔ حضرت مالک رض نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا۔ لیکن وہ وار اتنے زور کا تھا کہ مالک رض کی آنکھ کی ہڈی باہر نکل آئی۔ باہان سمجھا کہ اب مالک رض گر کر شہید ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے موقع پا کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ باہان کا شانہ زخمی ہو گیا اور وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا

واقدی سے روایت ہے۔ کہ جب باہان حضرت مالک رض اشتر کے مقابلہ پر شکست کھا کر بھاگا۔ تو حضرت خالد رض نے لشکرِ اسلام سے پکار کر کہا "فوراً دشمن پر حملہ کر دو۔ کیونکہ اس وقت وہ خوف زدہ اور مغلوب ہے۔ اور ہمارے حملے سے اس کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر سوار نے نعرہ تکبیر کہتے ہوئے دشمن پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے تھوڑی دیر تک تو مقابلہ کیا۔ لیکن آفتاب غروب ہوتے ہی بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا اور انہیں قتل اور گرفتار کرتے دور تک چلے گئے اس لڑائی میں ایک لاکھ رومی قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار۔ اور جو ندی میں ڈوب مرے ان کا شمار نہ ہو سکا۔ جب صبح ہوئی تو میدان رومیوں سے خالی تھا۔ اس لڑائی میں چار ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔

یرموک کی فتح کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اتنا بڑا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ پر آج تک نہ آیا تھا۔ اس فتح سے ملک شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا

جنگ بیت المقدّس

فتحِ یرموک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے بموجب حضرت ابو عبیدہؓ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور جانے سے پیشتر بیس ہزار فوج یزید بن ابی سفیان۔ شرجیل بن حسنہؓ۔ مرقال ہاشمؓ بن عتبہ۔ مسیبؓ بن نجبۃ الفزازی۔ قیسؓ بن ہبیرۃ المرادی اور عروہؓ بن مہلہل کے زیرِ کمان اس طرح سے روانہ کی کہ ہر سردار کے ساتھ پانچ ہزار فوج ایک ایک دن کے وقفہ سے بھیجی۔ ہر سردار اپنی اپنی فوج کے ساتھ بیت المقدّس کے مختلف دروازوں پر جا اُترا۔

دس دن کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بھی خالدؓ بن ولید کے ساتھ وہاں پہنچ گئے

جو سرداران سے پہلے پہنچ چکے تھے انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی۔ کہ بیت المقدس کے عیسائی قلعہ بند ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں

اور ہم نے کئی دفعہ کہلا بھیجا ہے کہ ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ لیکن وہ لڑنے پر آمادہ ہیں۔ اسلئے دوسرے دن مسلمانوں نے قلعہ والوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی نہایت شدت کے ساتھ اوپر سے پتھر برسا رہے تھے مسلمان تیر اندازوں نے ان کا زور توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہوا اور اس طرح مسلمانوں کو محاصرہ کئے ہوئے چار روز ہو گئے۔

ادہر قلعہ والے بھی پریشان تھے۔ وہ قلعہ بند ہو کر گھبرا رہے تھے شہر کے معزز اور سربرآوردہ لوگ بیت المقدس کے قسِّ اعظم کے پاس گئے اور مسلمانوں سے صلح کرنے کی درخواست کی۔ قسِّ اعظم نے کہا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ یہاں آئیں تو ہم شہر کی چابیاں ان کے حوالہ کر دیں گے۔" وہ لوگ اب قلعہ کی دیوار پر آکر مسلمانوں کو پکارنے لگے اور صلح کا پیغام دیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ "جنگ کر کے مسلمانوں کی قیمتی جانیں کیوں ضائع کی جائیں امیر المومنین کو پیغام بھیج دیجئے۔ کہ وہ آکر بیت المقدس پر قبضہ کر لیں" چنانچہ حضرت عمرؓ خود تشریف لائے اور قسِّ اعظم نے شہر کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی فتح کے لئے روانہ کیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو حلب اور انطاکیہ کی طرف بھیجا۔ تاکہ

ان علاقوں کو فتح کریں۔ حضرت خالدؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ قنسرین پہنچ کر آپ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کی تجدید کی اور وہاں سے حلب کی طرف روانہ ہو گئے۔

فتح حلب

حلب میں دو بھائی تھے۔ ایک کا نام یوقنا اور دوسرے کا یوحنا تھا۔ انہیں مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوا تو یوحنا اپنے بھائی یوقنا حاکم حلب کے پاس گیا اور اس سے کہا "مسلمانوں کے ساتھ برسرِپیکار ہونے میں بجز ذلت و خواری اور شکست کے کچھ بھی حاصل نہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں اور بڑے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے، بہتر ہوگا کہ تم ان سے مصالحت کر کے عافیت کی زندگی بسر کرو۔" لیکن یوقنا نے اس کی نصیحت نہ مانی اور مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی اور حضرت خالدؓ کی روانگی سے قبل حضرت کعبؓ بن حمزہ کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ بطور طلایہ حلب کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ اور خود قنسرین سے روانہ ہونے والے تھے۔ کہ تیس رؤسائے حلب آپ کے پاس آئے اور مصالحت کی درخواست کی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ "تمہارے حاکم کا کیا خیال ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "وہ آج صبح آپ کے لشکر کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا ہے اور ہم لوگ اپنی جان و مال کی سلامتی کے لئے آپ سے صلح کرنے آئے ہیں۔"

چنانچہ آپ نے کچھ شرائط پر ان سے صلح کرلی لیکن آپ کعب رضؓ بن ضمرا اور ان کے ساتھیوں کے غم میں رات بھر نہ سوئے۔ اور یہ گمان کیا کہ دشمن نے انہیں ضرور قتل کر دیا ہوگا۔

ادھر اس چھوٹی سی جماعت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت کعبؓ بن ضمرہ مع ایک ہزار سواروں کے حلب پہنچے۔ تو یوقنا پانچ ہزار لشکر کو کمین گاہ میں بٹھا کر پانچ ہزار لشکر کے ساتھ آپ کے سامنے آیا۔ حضرت کعب رضؓ نے یہ سمجھ کر کہ ایک کے مقابلہ کے لئے پانچ ہیں۔ ان پر حملہ کر دیا۔ یکایک کمینگاہ والے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس سے مسلمان سخت پریشان ہوئے۔ یہ لڑائی صبح سے شروع ہو کر رات بھر جاری رہی اور مسلمانوں کو نماز پڑھنے اور پانی پینے تک کی مہلت نہ مل سکی۔ دو سو مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود اسلامی لشکر بڑے استقلال سے اور جی توڑ کر لڑتا رہا۔ اور اپنے سے چار گنا کفار کا صفایا کر دیا۔

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابوعبیدہ رضؓ نے حضرت خالد رضؓ سے کہا: "مجھے کعبؓ اور ان کے ساتھیوں کے غم میں رات بھر نیند نہیں آئی۔"

حضرت خالد رضؓ نے کہا: "میرا بھی یہی حال رہا سخت تردد ہے۔"

چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد لشکر کی روانگی فی الفور عمل میں آئی۔ حضرت خالد رضؓ لشکر کے آگے تھے۔ ادھر تو مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت کعب کی کمک کے لئے روانہ ہوا۔ اُدھر حضرت کعب رضؓ کے ساتھ یہ صورت

پیش آئی کہ جب حلب کے رؤسا حضرت ابوعبیدہؓ سے رخصت ہو کر شہر میں پہنچے۔ تو ایک بطریق جو یوقنا کے قلعہ والوں میں سے تھا۔ ان لوگوں سے ملا اور ان سے پوچھا کہ "تم کہاں سے آئے ہو؟" ان لوگوں نے اسے عام شہری سمجھ کر حضرت ابوعبیدہؓ کی گفتگو اور ان سے مصالحت کا سب حال بیان کر دیا۔ یہ بطریق سیدھا یوقنا کے لشکر میں گیا اور کہا کہ "عنقریب مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر یہاں پہنچنے والا ہے" اس کے ساتھ ہی اس نے شہر والوں سے صلح کی تمام داستان بھی سنا دی۔ یوقنا یہ سنکر بہت گھبرایا اور فوراً لڑائی بند کر کے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ مسلمان اس امداد غیبی سے بہت مسرور ہوئے اور اپنی قیام گاہ کی طرف واپس چلے گئے۔

حضرت خالدؓ کا لشکر دن چڑھے حلب پہنچا۔ اس وقت مسلمان دن رات کی مسلسل لڑائی سے تھک کر سو رہے تھے۔

یوقنا نے اپنے قلعہ میں پہنچنے کے بعد شہر والوں پر سختی کے ساتھ مار دھاڑ شروع کر دی اور ان سے کہا: تم نے مسلمانوں سے کیوں صلح کی ہے۔ اب تمہاری خیر اسی میں ہے کہ مسلمانوں سے صلح توڑ کر میرے ساتھ ان کے مقابلے میں شریک ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں فنا کر دوں گا۔ مگر اہل شہر نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اس پر اس کے آدمی شہریوں کو مارنے لگے۔

اہل شہر کی چیخ و پکار مسلمانوں تک پہنچی تو حضرت خالدؓ اور حضرت

ابوعبیدہؓ کو یہ خیال گزرا کہ ہماری صلح کی وجہ سے یوقنّا نے شہریوں پر سختی شروع کر رکھی ہے چنانچہ حضرت خالدؓ مع حضرت ابوعبیدہؓ اور اپنے لشکر کے ان کی امداد کے لئے شہر میں پہنچ گئے اور یوقنّا کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں نشان تھا اور وہ بے جگری سے تلوار چلا رہے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے یوقنّا کے تین ہزار آدمی موت کے گھاٹ اُتار دیئے اور یوقنّا مع بقیۃ السیف لشکر کے بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا۔ اہل شہر مسلمانوں کی اس بروقت امداد کے بے حد ممنون ہوئے اور دل و جان سے ان کے ساتھ ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے یہ مشورہ دیا کہ "یوقنّا کے قلعہ کو محاصرہ میں لے کر جلد از جلد فتح کرنا ضروری ہے۔ اسلئے کہ توقف کی صورت میں رومی فوج کی کمک آگئی تو ہمارے اور قلعہ کے درمیان حاصل ہو جائے گی اور قلعہ کے فتح کرنے میں ہمیں بہت دقّت کا سامنا ہو گا" چنانچہ اس رائے کے مطابق مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ مشکل یہ تھی کہ باوجود کوشش کے قلعہ میں داخل ہونے کے لئے کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔

ایک رات جبکہ مسلمان دشمن کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی خوابگاہوں میں آرام کر رہے تھے یوقنّا اپنا لشکر لے کر ان پر آ پڑا۔ لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور مسلمانوں نے اس منتشر حالت میں ہی دشمن کا مقابلہ شروع کر دیا

حضرت خالدؓ نے اس لڑائی میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کے ہاتھ سے بے شمار سپاہی قتل ہوئے۔ یوقنا یہ دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سمیت پھر قلعہ میں داخل ہو گیا اور جاتے جاتے پچاس مسلمانوں کو بھی گرفتار کر کے لے گیا۔

اس نے ان پچاس مسلمانوں کو فصیل کے ساتھ لٹکا دیا اور ایک ایک کر کے ان کے سر کاٹ کر لشکرِ اسلام کی طرف پھینکے مسلمان یہ دلخراش منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے اور سخت برافروختہ ہو کر قلعہ پر حملہ کر دیا۔ وہ بڑھتے چلے گئے۔ جب قلعہ کی دیواروں کے قریب پہنچے تو یوقنّا نے اپنے تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ اس سے کافی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔

یوقنّا نہایت چالاک اور عیّار تھا۔ اس نے اپنے جاسوس مسلمانوں میں چھوڑ رکھے تھے۔ جو اسے منٹ منٹ کی خبریں دیتے تھے۔ انہوں نے یوقنّا کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کے چند دستے سامانِ رسد لانے کے لئے دُور دُور کے مقامات پر گئے ہیں اور وہ شام تک واپس نہیں آئیں گے۔ اس لئے انہیں مع سامان کے گرفتار کر لینا چاہیئے۔

یوقنّا نے یہ سنکر ایک ہزار سوار روانہ کئے۔ وہ قلعہ کے چور دروازہ سے نکلے اور پہاڑوں کا چکر کاٹ کر جاسوس کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچ گئے۔ مسلمان سو اونٹوں پر سامانِ رسد لاد کر لا رہے تھے کہ رومیوں نے

ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت جرأت اور دلیری سے مقابلہ کیا لیکن تعداد میں بہت ہی تھوڑے تھے اسلئے اکثر شہید ہوئے اور صرف چند جان بچاکر اپنے لشکر میں آسکے۔ رومیوں نے مسلمانوں کے مال و اسباب اور بار برداری کے جانوروں پر قبضہ کر لیا اور قلعے کے قریب پہاڑیوں میں چھپ گئے۔

جب حضرت ابو عبیدہؓ کو اس سانحے کا علم ہوا تو آپ نے حضرت خالدؓ کو بلایا اور ان سے تمام کیفیت بیان کی۔

حضرت خالدؓ نے کہا "اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینے کے لیئے میں تنہا روانہ ہوں گا۔" حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "آپ تنہا نہ جائیں۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

حضرت خالدؓ نے فرمایا "اگر وہ ایک ہزار بھی ہوں گے۔ تو بفضلِ ایزدی میں تنہا ان کا مقابلہ کروں گا۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "آپ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ اور آپ تنہا ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن از راہِ احتیاط اپنے ہمراہ حضرت ضرارؓ جیسے آدمیوں کو ضرور لے لیں۔"

چنانچہ حضرت خالدؓ چند ہمراہیوں کے ساتھ موقع واردات پر پہنچے اور دیکھا کہ مسلمانوں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہیں۔ اور جنگل کے لوگ اہلِ عرب کی باز پرس کے خوف سے ان کے گرد بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت خالدؓ کو دیکھ کر انہوں نے فریاد کی۔ آپ نے

ترجمان سے معلوم کیا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ترجمان نے کہا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھیوں کے قتل سے اپنی بے گناہی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کی امان میں ہیں۔

یہ سنکر حضرت خالدؓ نے ان کے اس قول پر ان سے قسم طلب کی۔ انہوں نے قسم کھا کر اپنی بے گناہی سے آپ کو مطمئن کر دیا۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ کہ "وہ کون لوگ تھے۔ جو ہمارے ساتھیوں پر آپڑے؟" انہوں نے کہا: "یوقنا کے ایک بطریق نے جس کے ساتھ ایک ہزار جنگجو سوار تھے۔ یہ ظلم کیا ہے۔ اور یوقنا کے جاسوس تمہارے لشکر میں گشت کرتے ہیں اور تمہاری خبریں اُسے پہنچاتے ہیں"۔ پھر آپ نے پوچھا کہ "وہ کس راہ سے گئے ہیں؟" انہوں نے ایک پگڈنڈی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ کہ "اس راہ سے پہاڑ کے اوپر گئے ہیں"۔

حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "انہوں نے ہمارے خوف کی وجہ سے عام راستہ چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسرے راستے سے قلعہ میں پہنچنا چاہتے ہیں"۔ پھر آپ نے ایک راہبر ساتھ لے کر پہاڑ کی راہ اختیار کی۔ اور چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سب راستے ملتے تھے۔ آپ اس مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے۔

جب رات ہوئی۔ تو اچانک ایک طرف سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ دیکھا تو بطریق اپنے لشکر کے آگے آگے چلا آتا تھا۔ حضرت خالدؓ نے کمین گاہ سے نکل کر اسے للکارا۔ آپ کے ہمراہی بھی نکل آئے

آپ نے اس بطریق کو یوقنا سمجھ کر تلوار کی ایک ہی ضرب سے دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر بقیہ لشکر پر مسلمانوں کی تلواریں پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ دشمن کو ختم کرنے کے بعد آپ مالِ غنیمت لے کر حضرت ابو عبیدہؓ سے آ ملے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ "ہم دشمن اور اسکی چالوں سے غافل رہتے ہیں۔ اسلئے مصلحت یہ ہے کہ آپ لشکر پر نگہبان اور جاسوس مقرر کریں۔ جو شب و روز گشت کر کے دشمن کی حرکات و سکنات سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً اس کا انتظام کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر قلعہ کی طرف کوئی چڑیا بھی اڑ کر جاتی تھی۔ تو مسلمان چوکنے ہو جاتے تھے یہ انتظام اور سخت محاصرہ کچھ عرصہ تک قائم رہا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے کچھ جگہ چھوڑ کر فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ تاکہ دشمن کو غافل پا کر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ لیکن یوقنا نہ تو قلعہ سے نکلتا تھا اور نہ قلعہ کے دروازے کھولتا تھا۔

ایک دن حضرت خالدؓ چند آدمیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر گشت کو نکلے۔ آپ نے ایک عرب کو کمبل اوڑھے دیکھا۔ آپ اسے نہ پہچان سکے اور کہا "تو کس ملک اور قبیلہ کا ہے؟" اس نے کہا کہ "میں یمن سے آیا ہوں"۔ آپ نے پھر اس سے قبیلہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ "میں قبیلہ غسان سے ہوں"۔ یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ نے اسے پکڑ لیا

اور کہا کہ "تو عرب متنفرہ ہے اور دشمن کی طرف سے جاسوسی کے لئے آیا ہے۔" پھر اسے حضرت ابوعبیدہؓ کے سامنے لے گئے اور اس سے کہا کہ "اگر تو مسلمان ہے تو نماز ادا کر یا بلند آواز سے قرآن عزیز پڑھ۔" مگر وہ دونوں میں سے ایک بھی کام نہ کر سکا۔ اور اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کر لیا اور کہا۔ کہ "میرے ساتھ دو جاسوس اور بھی تھے جو واپس چلے گئے ہیں۔" پھر اس سے کہا گیا کہ "تیری سزا قتل ہے۔" مگر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ لہٰذا اسے معاف کر دیا گیا۔

اس واقعے سے چار پانچ ماہ بعد تک مسلمان قلعہ کو گھیرے رہے لیکن اسے فتح کرنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ یہاں تک کہ وامس ابوالہول پانچ صد سواروں کے ساتھ کمک لے کر پہنچا۔

وامس ابوالہول کی رائے سے حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام لشکر کو قلعہ کے سامنے اتار دیا لیکن ۲۷ دن کے مزید محاصرہ کے بعد باوجود اسکے کہ وامس نے ہر طرح کی چالیں چلیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر وامس نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ "اب میری رائے یہ ہے کہ آپ تیس بہادر میرے ساتھ کر دیں۔ جو میرے حکم سے کسی حالت میں بھی انحراف نہ کریں اور آپ یہاں سے کوچ کر کے ایک فرسخ دور چلے جائیں۔ جس وقت ہم آپ کو خبر دیں فوراً قلعہ پر دھاوا بول دیں۔ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ تو قلعہ فتح ہو جائے گا۔"

اس قرارداد کے بعد لشکر کوچ کر گیا اور وامس مع اپنے تیس

ساتھیوں کے رات کی تاریکی میں قلعہ کے قریب چھپ گئے۔ جب آدھی رات گزری تو انہوں نے قلعہ کو چاروں طرف سے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے ایک برج دوسرے برجوں سے کسی قدر نیچا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ اس برج کے نیچے آئے۔ اور اپنے ہمراہیوں سمیت برج میں پہنچ گئے۔ برج کا رومی چوکیدار گہری نیند سو رہا تھا۔ اس پر آسانی سے قابو پا لیا گیا۔ اس کے بعد وہ اس نے قلعہ کے دوسرے حصوں میں جا کر دیکھا کہ یوقنا اور اس کے ساتھی کھانے پینے میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ خاموشی سے واپس آ گئے اور اپنے ساتھیوں سے سارا حال کہہ دیا۔ پھر چپکے سے قلعہ کے دروازوں پر پہنچے۔ دروازے کھول دیئے اور جو سپاہی وہاں موجود تھے انہیں مار ڈالا۔

اب صبح ہونے والی تھی۔ اور یوقنا کو مسلمانوں کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ وہ حیرت زدہ ہو گیا کہ مسلمان کس طرح قلعہ میں داخل ہو گئے ادھر سے مسلمانوں نے تکبیر کہہ کر حملہ کر دیا۔ اتنے میں رومی فوج بھی لیس ہو چکی تھی۔ چنانچہ کافی دیر لڑائی ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق واس الہول کے جسم پر تہتر زخم آئے۔

عوبلم بن خارج سے جو واس کے ساتھ حلب کے قلعہ میں تھے۔ روایت ہے کہ جب ہم میں سے آٹھ آدمی شہید ہو گئے اور چار ہزار مسلح کفار کے مقابلہ میں ہم صرف بائیس آدمی رہ گئے۔ تو اچانک حضرت خالدؓ ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ جب رومیوں نے حضرت خالدؓ

کی آمد کی خبر سنی تو وہ قلعہ کے اوپر چڑھ گئے اور "امان - امان" پکارنے لگے اور اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی مع لشکر کے وہاں آ گئے اور لوگوں کو امان دے دی۔ پھر رومیوں کے مرد اور عورتیں سامنے لائے گئے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یوحنا نے اسلام قبول کیا اور اس کے ساتھ ہی بہت سے اور رومی بھی مسلمان ہو گئے اور اس طرح حلب بھی فتح ہو گیا۔

فتح انطاکیہ

حلب کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے انطاکیہ کا رخ کیا۔ ان دنوں شاہ ہرقل بھی انطاکیہ میں تھا اور مسلمانوں کی فتوحات اور رومن امپائر کا انجام دیکھ رہا تھا۔ رومی ہر میدان میں مسلمانوں سے شکست کھا رہے تھے اور اس کا اقتدار بڑی تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ جب اسے بیت المقدس اور حلب کی فتح کا حال معلوم ہوا۔ تو اس کی پریشانی حد سے بڑھ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے پاس دولت، فوج اور ساز و سامان کی کمی نہ تھی لیکن مسلمانوں کے سامنے اس کی پیش نہ جاتی تھی۔ نہ دولت کا لالچ مسلمانوں کو ڈگمگا سکا اور نہ اس کی آہن پوش فوجیں مجاہدوں کو مرعوب کر سکیں۔ ایک آندھی تھی کہ پھیلتی جا رہی تھی۔ ایک طوفان تھا کہ ہر رکاوٹ کو بہاتا ہوا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

شاہ ہرقل مسلمانوں کے ہاتھوں کئی چرکے سہہ چکا تھا۔ لیکن

بیت المقدس اور حلب کی فتح ایک ایسی چوٹ تھی کہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو گیا اور اس نے اپنے مشیروں کو بلا کر اپنے آپ کو بہلانے کی ایک آخری کوشش کی۔ اس کے مشیروں میں جبلہ بن ایہم غسانی بھی شامل تھا۔ جو جنگ یرموک سے جان بچا کر بھاگ آیا تھا۔

شاہ ہرقل نے اپنے مشیروں سے کہا " مجھے یقین ہے کہ اب مسلمان سارے ملک شام پر قابض ہو جائیں گے۔ انطاکیہ شام کا آخری شہر ہے اور آج کل میں وہ یہاں بھی آیا چاہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا تو سمجھ لو کہ شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد ارض شام میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہ ہو گی۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنی طاقت اور وسائل کے باوجود ہم ایک جگہ بھی انہیں شکست نہیں دے سکے۔ میرے بڑے بڑے سالاران کے سامنے بے بس ہو گئے اور لاکھوں سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ گئے۔ افسوس کہ ایک ایسی قوم جو ہمیشہ ہماری مطیع اور تابع فرمان رہی جس نے ہمیشہ ہم سے خوف کھایا اور ہمارے رحم و کرم اور سخاوت کی بدولت زندہ رہی ہم پر غالب آگئی اور ہم ایسے بے بس ہو گئے۔ جیسے کوئی قدرت ہی نہیں رکھتے۔"

ہرقل کی یہ باتیں سن کر جبلہ بن ایہم نے کہا " اے بادشاہ! میرے خیال میں مسلمانوں کو مغلوب اور منتشر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح ان کے خلیفہ کو قتل کرا دیا جائے۔ ان کا خلیفہ ہی ان کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے۔"

ہرقل نے کہا "لیکن جب تک خلیفہ قتل ہوگا۔ وہ ہمارا اقتدار ختم کر چکے ہوں گے اور پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں"

جبلہ بن ایہم نے کہا "اس وقت تک ہم جم کر ان کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ منتشر ہو کر چھوٹی چھوٹی جنگوں میں انہیں الجھائے رکھیں گے"

ہرقل کو جبلہ بن ایہم کا یہ مشورہ پسند آیا اور اسی وقت ایک شخص واثق نامی کو مدینہ روانہ کیا گیا تاکہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دے۔

جب واثق مدینہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے نیچے سویا کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ اس درخت پر چڑھ کر چھپ گیا۔ حضرت عمرؓ آئے اور چٹائی بچھا کر سو گئے جب واثق نے نیچے اتر کر وار کرنے کا قصد کیا تو حضرت عمرؓ کی ہیبت سے ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہے اور حضرت عمرؓ خود بخود بیدار ہو گئے۔

یہ واقعہ دیکھ کر واثق کے دل پر بہت اثر ہوا اور اس نے سوچا کہ ایسے شخص کو کون مار سکتا ہے۔ جس کی حفاظت قدرت خود کرتی ہے چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ سے اپنے آنے کا سارا حال کہہ سنایا اور اس کے بعد کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

واثق کو مدینہ روانہ کرنے کے بعد ہرقل نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے انتظار میں ڈیرے ڈال دیئے

تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بھی انطاکیہ پہنچ گیا۔ ہرقل کو ان کی آمد کا اس وقت علم ہوا جب وہ آہنی پل پر قبضہ کر چکے تھے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت ابو عبیدہؓ کو مشورہ دیا کہ ہمیں یہیں کیمپ لگا دینا چاہیئے اور سامنے جو کھلی جگہ ہے اسے لڑائی کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کا یہ مشورہ پسند آیا اور لشکرِ اسلام وہیں رُک گیا۔

دوسرے دن دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ رومیوں کا ایک پہلوان لبطورس نامی میدانِ جنگ میں نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے واثل ابو الہول میدان میں گئے۔ کچھ دیر جنگ ہوتی رہی لیکن واثل کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑے۔ رومی پہلوان نے بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا اور اپنے کیمپ میں چھوڑ آنے کے بعد پھر آکر للکارنے لگا۔

اب مسلمانوں کی طرف سے ضحاکؓ آگے بڑھے۔ ضحاکؓ حضرت خالدؓ سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے رومی سپاہی اپنے بہادر کو خوب داد دے رہے تھے۔ اسی ہلچل میں لبطورس کا خیمہ رسی ٹوٹ جانے سے گر پڑا۔ اسی خیمے میں دو سپاہی ابو الہول کے گرد پہرا دے رہے تھے۔ انہوں نے گھبراہٹ میں ابو الہول کو رہا کر دیا۔ ابو الہول نے رہا ہوتے ہی دونوں سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے خیمہ میں سے لبطورس کی تلوار نکالی وردی پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر رومیوں میں چلا گیا۔ یہاں اس نے جبلہ بن ایہم کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی

شان سے ٹہل رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر جبلہ پر تلوار کا وار کیا اور گھوڑا دوڑاتا ہُوا اپنے لشکر میں آملا۔ ادھر ضحاکؓ اور لبطورس تھک کر اپنے اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ اپنے بہادر کے آنے پر بڑے خوش ہوئے اور اسے فتح کی علامت سمجھا۔ اُدھر رومیوں میں اس واقعہ سے بہت بددلی پھیل گئی۔ جبلہ بن ایہم کا بھتیجا مارا جا چکا تھا اور ہرقل کو بھی اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام بالیس کو جس کی شکل و شباہت اس سے ملتی تھی۔ اپنا تاج پہنا دیا اور خود چپکے سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن لشکرِ اسلام نے صفیں درست کرتے ہی حملہ کر دیا حضرت خالدؓ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور جس طرف جاتے دشمن کی صفیں صاف کر دیتے۔ اس دن مسلمانوں نے اس قدر تیغ زنی کی کہ دشمن کے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار زندہ گرفتار ہوئے گرفتار ہونے والوں میں بالیس بھی تھا۔ جسے بادشاہ سمجھ کر گرفتار کر لیا گیا تھا جبلہ ابن ایہم قسطنطنیہ بھاگ گیا اور باقی لشکر تتر بتر ہو گیا۔ انطاکیہ کی فتح سے کُل ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

سرحدی علاقے کی تسخیر

فتح انطاکیہ کے بعد سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس کی حفاظت کے لئے نواحی علاقے کو فتح کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے

میسرہؓ بن مسروق کو شمال کے پہاڑی اضلاع کی طرف اور حضرت خالدؓ بن ولید کو دریائے فرات کی جانب مختصر سی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت خالدؓ کو دریائے فرات تک کا علاقہ فتح کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ ہر طرف اُن کے نام کی شہرت اور دبدبہ تھا۔ جونہی دشمن کو ان کی آمد کی خبر ہوتی وہ دہشت کے مارے بغیر مقابلہ کئے ہتھیار ڈال دیتا چنانچہ یہ علاقہ فتح کرنے کے بعد وہ حضرت ابوعبیدہؓ سے آملے۔

جنگ مرج القبائل

حضرت میسرہؓ بن مسروق کی قیادت میں جو لشکر روانہ ہُوا تھا وہ پہاڑی راستوں میں سے گزرتا ہُوا پانچویں دن مرج القبائل کی وادی میں پہنچ گیا۔ یہاں آکر مسلمانوں کو علم ہُوا کہ ایک بہت بڑا رومی لشکر کچھ فاصلے پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ سردار لشکر نے سوچا کہ اگر ہم نے اس کھلے میدان میں جا کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہمارے مٹھی بھر سپاہی کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے وہ وہیں رُک گئے۔ جب رومیوں کو مسلمانوں کے قیام کا پتہ چلا تو وہ بڑھ کر مسلمانوں کے مقابلے کو آئے۔

دوسرے دن جانبین نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی۔ رومیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنی قوت ایمان پر۔ کئی روز تک لڑائی جاری رہی۔ مجاہدین اسلام کی یہ مختصر سی جماعت مضبوط اور توانا سرحدی قبائل سے برسرپیکار تھی۔ کفار کثیر تعداد میں تھے۔ اور مسلمان روز بروز شہید ہو کر کم ہو رہے تھے۔

کفار یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اسی طرح کم ہوتے ہوتے کوئی دن میں مسلمان مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے لیکن مجاہدین کی یہ قلیل سی جماعت کسی طرح پیچھے نہ ہٹتی تھی۔

مسلمانوں نے ایک قاصد حضرت ابوعبیدہؓ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ انہیں صورتِ حال سے مطلع کرے۔ چنانچہ جب قاصد نے انہیں تمام حال سنایا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ کفار کی کثرت اور تنگ و تاریک گھاٹیوں میں مسلمانوں کی بے کسی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور انہوں نے اپنے جرنیلوں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا: "آپ مسلمانوں کی حالت سے ہرگز پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی فرات کی مہم سر کر کے آ رہا ہوں لیکن جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے، میرا خون کھول رہا ہے۔ وہ مجاہدین جو دینِ اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ آج خون میں نہا رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے ہیں اور آخری دم تک لڑنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کاش! میرے گھوڑے کو پر لگ جائیں تو میں ابھی وہاں پہنچ جاؤں۔"

چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے فوراً تین ہزار جوانوں کو حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ یہ سوار بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سرحدی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلمان اب تک بڑے حوصلے سے لڑ رہے تھے۔ ایک روز رومیوں کے ایک بہت بڑے پہلوان نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان میرے مقابلہ کو آئے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عبد اللہؓ آگے بڑھے۔ رومی پہلوان حضرت عبد اللہؓ کو گھوڑے سے کھینچ کر اپنے لشکر میں لے گیا۔ اس پر مسلمانوں کے سردار میسرہؓ بن مسروق میدان میں نکلے اور حضرت عبد اللہ کا بدلہ لینے کے لئے بڑی شدت سے حملے کرنے لگے۔ اتنے میں انہیں دور سے گرد و غبار اڑتا دکھائی دیا۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جسے سنکر رومی پہلوان فوراً بھاگ کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اس روز فریقین نے مزید جنگ نہ کی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے رات بھر حضرت خالدؓ جنگ کی تیاری کرتے رہے اور دوسرے روز لشکرِ اسلام نہایت مستعدی سے میدان میں نکلا۔ رومی حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر سنکر ڈر گئے اور صلح کا پیغام بھیجا۔

حضرت خالدؓ نے جواب دیا "ہماری طرف سے دو شرطیں ہیں یا تو اسلام قبول کر و یا جزیہ دے کر ہماری حفاظت میں آجاؤ ورنہ یہ تلوار جو کئی روز سے تمہارے خون کی پیاسی ہے فیصلہ کرے گی"۔

رومیوں نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ حضرت خالدؓ نے انہیں سوچنے کے لئے ایک دن اور دے دیا۔ دوسرے روز جب لشکرِ اسلام میدان میں نکلا تو رومیوں کی طرف بالکل سکوت تھا وہ راتوں رات اپنا سب سامان

چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے تھے مسلمانوں نے سامانِ جنگ اکٹھا کیا اور
واپس لشکرِ اسلام میں آ ملے۔ حضرت خالدؓ کی دہشت ہی اس قدر تھی
کہ دشمنانِ اسلام پر ان کا نام سنتے ہی لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کے ساتھ
حضرت عبداللہ کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے ہرقل
والئی روم کو لکھا جس نے بہت سے تحائف کے ساتھ حضرت عبداللہؓ
کو واپس بھیج دیا۔

اس فتح کے بعد ان تمام اطراف میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس فتح کے بعد تمام اطراف میں مسلمانوں کا
قبضہ ہو گیا

حضرت عبداللہ رضؓ کی گرفتاری کی اطلاع دی

قافلہ حجاز در راہ حق ہے اُن مسافروں کی داستان ہے

جنھوں نے کبھی بھی جس کبھی پر مُڑ کر نہیں تھا دیکھا کی جس

منازل دیکھیں ہیں ملت اسلامیہ کی گئی دور صدیق اکبر

اور عمر فاروق سے زیادہ تابناک ہیں

حضرت خالدؓ کی وفات

دنیا میں بڑے بڑے فاتحین پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے بڑے بڑے ملکوں پر حکومت کی ہے۔ ان فاتحین میں نپولین، سکندر اور تیمور کے نام بہت مشہور ہیں لیکن جو شہرت اور نیک نامی حضرت عمرؓ کو حاصل ہے۔ وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی حضرت عمرؓ نے جو علاقہ فتح کیا وہاں انہوں نے اس حسنِ تدبّر سے کام لیا کہ سارے ملک کی ایک ہی حالت کر دی۔

جب ملکِ شام فتح ہو گیا تو انہوں نے مسلمانوں کو مزید فتوحات کی اجازت نہ دی اور جس قدر ملک فتح ہو چکا تھا اس کے انتظام کی طرف توجہ کی چنانچہ مفتوحہ علاقے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گورنر مقرر کئے۔

حضرت خالدؓ کو قنسرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ کچھ عرصہ

بعد مستعفی ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالدؓ نے مدینہ میں وفات پائی آپ مرض الموت میں فرماتے تھے "میں نے عرصہ تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی۔ اپنے آپ کو بارہا ہزاروں کفار کے نرغے میں ڈال دیا لیکن افسوس شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار، تیر یا نیزے کا نشان نہ ہو لیکن افسوس مجھے موت نے بستر پر آ دبوچا۔ میدان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی"۔

اسلام کا یہ بہادر سپاہی یہی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہو گیا تاریخ شاہد ہے کہ جس نیکدلی اور حوصلے سے حضرت خالدؓ نے امیر المومنینؓ کے احکام کی تعمیل کی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار قدرت رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوا لے لیکن جس نے اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہو وہ ذاتی شان و شوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ آپ نے ایک غلام، ایک گھوڑے اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

اللہ! اللہ! دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثے کی کیفیت اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور

نہ پُرتکلف زندگی۔ بلکہ راہِ خدا میں شہادت کی طلب ہی انکا مقصدِ حیات تھا۔ ان کی جان اللہ کی راہ میں وقف تھی اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوا۔

جب حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ تو بے حد غمگین ہوئے اور انہوں نے فرمایا "مسلمانوں کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے۔ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ حضرت خالدؓ ایسے جرنیل تھے۔ کہ اب شاید ہی کوئی ان کی جگہ لے سکے۔ وہ دشمن کے لئے مصیبت تھے۔"

جب حضرت خالدؓ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو آپ کی ہمشیرہ فاطمہ بنت ولید اپنے بھائی کی مفارقت میں جگر خراش نالہ و فغاں کرتی تھیں اس وقت حضرت عمرؓ بھی برداشت نہ کر سکے اور بے اختیار انکے آنسو نکل آئے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کی والدہ کو دیکھا۔ کہ بیٹے کے غم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ "یہ کون بی بی ہیں؟ جو اس قدر مغموم و پریشان ہیں؟" لوگوں نے عرض کیا کہ خالدؓ بن ولید کی والدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے بطن سے خالدؓ جیسا فرزند پیدا ہوا۔" پھر فرمایا۔ "جب تک نعمت موجود ہو اس کی قدر نہیں کی جاتی۔ لیکن جب وہ ضائع ہو جاتی ہے تو اس کی قدر و منزلت پہچانی جاتی ہے۔"

ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا "مجھے خالدؓ بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سنا" وہ عرب کا بہترین شاعر تھا۔ لیکن اشعار سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تم خالدؓ کا حق نہیں ادا کر سکے"۔

[illegible]

وہ قوم جو ہمیشہ زندہ رہنا جانتی ہو اپنے شہیدوں
کو شمشیر سے پیدا کرتی ہے آزادی کے گلستان
اس سرزمین پر لہلہاتے ہیں جہاں کی مٹی شہیدوں
کے خون سے لالہ زار ہوتی ہے
ہر قوم کی زندگی میں ایسا وقت ضرور آتا ہے
جب قلم کی نسبت تلوار کے پھل زیادہ کارآمد ثابت
ہوتے ہیں اور جب ایسا صرف شمشیر کے فولادی
سینے کا احترام (مرعوب نہیں ہوتا) کرتا ہے بھیڑیوں کی منطق سے

دُنیا کا سب سے بڑا جرنیل

آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔ تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ "فاتح اعظم" "عظیم الشان سپاہی" "دنیا کا سب سے بڑا جرنیل" وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مؤرخوں کے عطا کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ان لوگوں کو بھی ان معزز خطابات سے نواز دیا گیا ہے جن کے قابلِ نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں ادنیٰ سی پوزیشن بھی نہیں ملنی چاہیئے تھی۔

لیکن حضرت خالدؓ بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند

اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کے ساتھ "دنیا کا سب سے بڑا جرنیل" بہت اونچے درجے کا خطاب ہے۔ اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہیے جس کا مستحق دنیا کے کسی فاتح، کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلوار اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کرکے قوموں کی قسمتیں اور دنیا کا نقشہ بدل دیا لیکن اپنی پوری پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے یہ کارنامے انجام دئیے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست دی۔ ان کی حربی قوتیں کیا تھیں اور خود ان کے جلو میں کتنی قوموں کے لشکر رہے تھے؟

اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے۔ تو دنیا کے اور فاتحین کو حضرت خالدؓ بن ولید کے مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جا سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر طاقتور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار مؤرخوں نے ظلم و زیادتی کی ان داستانوں کو شجاعت و شہامت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے اوراق کی زینت بنا دیا بخت نصر، جولیس، سکندر، نپولین اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے

کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔

ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالدؓ بن ولید کی داستان
الیسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو
قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو۔ بے سرو سامانی نے ساز و سامان والوں
ٹکر لی ہو۔ پاپیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔

دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ کرنے
کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے
حضرت خالدؓ صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلتے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل
کرتے ہیں کہ دشمن کو پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ
سے اوپر تھے، پھر حضرت خالدؓ نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی
جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ تین
تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے
پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور بے مثل
شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالدؓ کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی
میں کم و بیش سوا سو لڑائیاں لڑیں جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے
مقابلہ میں پاسنگ کے برابر ہوتی تھی لیکن کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی
واٹرلو کی شکست کا حال پڑھ کر ہمیں نپولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق

معلوم ہوتے ہیں کہ "ناممکن مہمل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہیئے"
لیکن حضرت خالدؓ کی زندگی کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

حضرت خالدؓ کو عراق میں حضرت ابوبکرؓ کا خط ملتا ہے کہ ابوعبیدہؓ کی امداد کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ۔" وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے 'حدودِ شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ اس دشوار گزار صحرا کی مشکلات سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافعؓ حضرت خالدؓ کو مشورہ دیتے ہیں کہ عین التمر کی راہ سے تشریف لے جانے کا قصد ترک فرما دیجئے کیونکہ اس خوفناک صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے یہ ایسا راستہ ہے کہ پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہوگا سواری اور باربرداری کے جانوروں کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے"۔

کوئی اور ہوتا تو حضرت رافعؓ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی راہ سے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیتا لیکن حضرت خالدؓ کسی مشکل سے گھبرانے کی جگہ اس پر قابو پانے کی تجاویز سوچتے ہیں۔ آپ حکم دیتے ہیں کہ چالیس اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے جائیں اور ہر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے۔

آپ ہر منزل پر دس اونٹ ذبح کراتے ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے جانوروں کو پلاتے ہوئے موت کی اس وادی کو نہایت کامیابی کے ساتھ عبور کر لیتے ہیں۔ یہ عزم اور تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے اس کا اندازہ

صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے عرب کے وسیع ریگستانوں میں پیاس کے سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی دیکھی ہیں۔ جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑا بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالدؓ کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز ہے۔ وہ یہ کہ ان کے ہمراہی صحرائے عرب کے غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے۔ خود انہوں نے بھی کسی فوجی کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ پھر مقابلہ کس کے ساتھ؟ قیصر روم اور شہنشاہ ایران کے آہن پوش منظم لشکروں کے ساتھ جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل ہے۔ وسیع اور دولتمند سلطنتیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کمک بھیجتی رہتی تھیں۔ ادھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو نیام ندارد، نیزہ ہے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔

اپنے وطن سے فرسنگوں دور۔ پرائے ملک میں آ کر ایسے بے سر و سامان لشکر کا رومیوں اور ایرانیوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا معجزے سے کم نہیں۔ حضرت خالدؓ نے عراق اور شام میں جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان تمام میں کوئی ایک جنگ ایسی نہیں۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کی تعداد کے نصف کے برابر ہو۔ لیکن وہ ہر جگہ مظفر و منصور رہے۔ ہر لڑائی میں دشمن کو نیچا دکھایا۔

یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو کسی بھی قوم کے ہیرو اور دنیا کے کسی بھی جرنیل

لی زندگی میں نہیں ملتیں۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالدؓ
بن ولید ہی ایک ایسے جرنیل ہیں جنہوں نے سامانِ حرب کی کثرت اور
لڑی ... دشمن سے تینتیس کی تینتیس بڑی لڑائیاں، حسن تدبیر اور شجاعت کے
ل بوتے پر فتح کیں اور لکیر کا فقیر بن کر دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں
اور طریقوں کے مطابق بساطِ جنگ سجانے کی بجائے ایک مجتہد اور مخترع
کی شان سے جنگ کے نئے قاعدے اور نئے اسلوب وضع کئے اکثر لڑائیوں
کے ذکر میں یہ بات ملے گی۔ کہ انہوں نے صرف صفوں کی ترتیب بدل کر
دشمن کو خوفزدہ کر دیا۔ اکثر مواقع پر انہوں نے اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا
کر فتح حاصل کی۔ بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے خلاف بالکل معمولی
طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے کبھی بجلی کی سی
تیزی کے ساتھ منزلوں اور مہینوں کی راہ دنوں میں طے کر کے دشمن کی توقع اور
اندازے کے بالکل خلاف اسے منزلوں آگے جا لیا غرض موقع اور ضرورت
کے مطابق انہوں نے اپنے لئے خود قاعدے بنا لیئے اور اس بات کی
کبھی پروا نہیں کی کہ دنیا کے ماہرین جنگ نے ایسے مواقع کیلئے کیا تدابیر بتائی ہیں
پھر یہ بھی نہیں کہ اس مشہور مقولے کے مطابق "جنگ اور محبت
میں سب کچھ جائز ہے" انہوں نے ہر چالاکی اور مکاری کو جائز سمجھا ہو۔ صلح
اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ
حضرت خالدؓ کرتے تھے۔ شاید ہی کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔
اپنے عہد کا پاس، پاکبازی، فرض شناسی، بالغ نظری، موقع شناسی

اپنی جان کے مقابلے میں اپنے مشن سے محبت' ناقابل شکست اعتماد اور نظم
شجاعت یہ تمام خوبیاں حضرت خالدؓ کے کردار میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں
انہوں نے اپنے مقصد کے مقابلے میں اپنی زندگی کو کبھی عزیز نہیں رکھا
دوسرے جرنیلوں کی طرح قلب لشکر میں محفوظ مقام پر رہ کر احکام صادر کرنے
کی بجائے وہ ہمیشہ پہلی صف میں رہ کر دشمن سے دست بدست جنگ کرتے
تھے۔ انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا
جس طرح دوسرے دن سورج نکلنے کا۔ وہ قبل از وقت دشمن کی جنگی چال
کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور
عزت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی
کہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ لڑائی میں فتح ہو۔ بے غرضی اور اولی الامر
کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے تیور پر بل
تک نہیں آیا۔ اور نہ ان کی جدو جہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔
یہی وہ خوبیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے آج ایک مخالف کو بھی کہنا پڑتا
ہے۔ کہ "خالدؓ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا"۔

خالدؓ بن ولید

سیّد امیر احمد، بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی،

پبلشرز

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور